فسادات ۱۹۵۳ء کا پس منظر

ملک فضل حسین صاحب

(ناشر ادارۃ المصنفین ربوہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

پیش لفظ

جیسا کہ احباب کو علم ہوگا سیدنا حضرت اقدس المصلح الموعود ایدہ اللہ الودود بنصرہ العزیز کے ارشاد کے ماتحت کم و بیش ساڑھے چار سال سے "تدوین تاریخ احمدیت" کا اہم شعبہ قائم ہے خدا تعالیٰ کے فضل سے اس وقت تک تاریخ احمدیت کے متعدد حصے مرتب ہو چکے ہیں جو انشاء اللہ عنقریب منظر عام پر آ رہے ہیں کوشش کی جا رہی ہے کہ یہ عظیم الشان خزانہ اہم تاریخی نقائص سے مبرّا ہو کر معیاری کتابت و طباعت کے ساتھ ہدیہ ناظرین کیا جائے وباللہ التوفیق

اس سفر میں ادارۃ المصنفین ربوہ (جو جماعت میں وسیع علمی لٹریچر پیدا کرنے کی غرض سے ...... سیدنا حضرت اقدس المصلح الموعود نے حال ہی میں قائم فرمایا ہے) فی الحال [illegible] کی تاریخ کا ایک تمہیدی مگر اہم حصہ مستقل کتابچہ کی شکل میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے جو جماعت احمدیہ کے نامور مصنف اور محقق جناب ملک فضل حسین صاحب کے قلم کا رہین منت ہے ۔ ہمیں امید ہے کہ جو احباب خالص دینی نقطہ نظر سے اس دور میں رونما ہونے والے افسوسناک واقعات کے صحیح خدوخال کا مطالعہ کرنا چاہتے ہیں انہیں اس کتابچہ سے کافی مدد ملے گی ۔

احباب جماعت سے درخواست ہے کہ وہ اس کی اشاعت میں ہر ممکن حصہ لیں تا کہ ادارۃ المصنفین تاریخ احمدیت ایسی گرانقدر پیشکش جلد سے جلد نذر اشاعت کر سکے ۔ ۲۰ ۱۲/۵۷

سید رشید احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۰

مطالبۂ پاکستان

اور

(سابق)

مجلسِ احرارِ اسلام

★

مملکت خداداد پاکستان جو دنیائے اسلام کا ایک درخشندہ ستارہ ہے جو افق عالم پر مسلمانوں کی ترقی و رفعت کا پیام لے کر طلوع ہوا لیکن (سابق) مجلس احرار اسلام کے ذمہ دار اور مقتدر لیڈروں نے مطالبہ پاکستان۔ بانی پاکستان اور ان کے رفقائے کار کے خلاف کس قسم کے دیمار کس دیئے۔ کیسی کیسی پھبتیاں اڑائیں اور ان کی شان میں کس قسم کے ناشائستہ نازیبا اور انتہائی توہین آمیز الفاظ استعمال کئے اور ان کے کریکٹر اور چال چلن پر جارحانہ حملے کئے یہ تاریخ امت کا ایک بھیانک ہولناک اور انتہائی نازک ورق ہے۔

بطور نمونہ ذیل میں مولانا رحمت اللہ مہاجر۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری۔ مولوی حبیب الرحمان لدھیانوی اور شیخ حسام الدین بی اے کے نظریات سے متعلق چند اقتباسات درج کیے جاتے ہیں جن سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی کہ جب قائد اعظم مرحوم کی زیر قیادت مسلمانانِ ہند آزادی کا علم بلند کیے اندرونی اور بیرونی مخالفین سے نبرد آزما تھے اور حصول پاکستان کی خاطر جنگ آزادی میں مصروف تھے اس وقت "مجلس احرار" کے زعماء نے کس طرح کانگرس کا آلۂ کار بن کر پاکستان کے خلاف باقاعدہ ایک منظم محاذ قائم کر رکھا تھا۔

مولانا رحمت اللہ مہاجر

"یہ قدرت کا انتخاب ہے کہ ہندو قوم کو ایسا لیڈر ملا جو قوم کی جیتی جاگتی تصویر ہے اور مسلمان کو بدقسمتی سے ایسا قائد اعظم ملا جو مغربی تہذیب کا یورپین ماڈل ہے اس کو کسی بھی پہلو سے اسلام کے ساتھ دور کی بھی نسبت نہیں۔"

پھر لکھا کہ ۔

"میں حیران ہوں کہ مسلمان کب تک مسٹر جناح کی غیر اسلامی حرکات کی بیہودہ باتیں پالتو میں مصروف رہیں گے اگر قوم پر محض پاکستان کے قیام کی خاطر یہ مرگ سا سکوت رہا تو ان انگریزی مسلمانوں کے ہاتھوں اسلام اور حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ننگ و ناموس کو بچانا مشکل ہو جائے گا"

(پرتاپ لاہور ۱۱ مئی ۱۹۴۴ء)

سید عطاء اللہ شاہ بخاری

"مسلمانو ہوشیار رہو یہ غلط اور خطرناک الزام کہ مسلمان کانگرس سے الگ ہیں اور وہ صرف ہندوؤں کی زعامت ہے بہت بڑے ابلیس کا پراپیگنڈا ہے اس کا مقصود ہماری

عدیم المثال قربانیوں کو غارت کر کے تاریخ سے ہمارا نام مٹانا ہے ۔

(سوانح حیات امیر شریعت احراری بخاری صـ۶)

مولوی حبیب الرحمن لدھیانوی

"مسلم لیگ نے ہمیشہ آزادی کی راہ میں روڑے اٹکائے ۔ ملک کے آزاد ہونے پر مسٹر جناح اور دوسرے لیگی لیڈروں پر مقدمہ چلایا جائے گا ۔ لیگ جس نے ہندوستان کے مفاد کو اس قدر نقصان پہنچایا ہے کبھی بھی پاکستان کی حقدار نہیں ہو سکتی ۔

(روزنامہ "جنگ" کراچی استقلال نمبر ۴۹ء)

احراری لیڈر شیخ حسام الدین بی اے

"سرحدی مسلمانوں میں کانگرس کا پروپیگنڈا کرنے کیلئے ایک نیا جال بچھایا گیا ہے پاکستانی زندگی شاندار کامیابی اور نواب بہادر یار جنگ کی ولولہ انگیز اور موثر تقاریر جو مسلمانوں کے دلوں پر نقش کالحجر کی طرح اپنا دائمی اثر جما چکی ہیں گاندھی کے نگہواروں کے لئے ناقابل برداشت تھیں اس لئے انہوں نے اپنے ایجنٹوں کی معرفت پاکستان کے خلاف پراپیگنڈا کا آغاز کر دیا ۔ اس فرض کو ادا کرتے ہوئے لوگوں کو پاکستان کے خلاف اکسانے کی ناپاک کوشش کی اور فرمایا کہ پاکستان میں سب فلم کمپنیاں بن جائیں گی سول میرج ایکٹ کا رواج عام ہو جائے گا اور مسلمانوں کا اخلاق تباہ ہو جائے گا ۔

(انقلاب ۱۹ اپریل ۱۹۴۱ء صـ۶)

صدر آل انڈیا مجلس احرار

چوہدری حبیب اللہ صاحب بی اے نے اخبار انقلاب میں شائع کرایا تھا کہ ۔

"جمیعت العلماء ہند کے سالانہ اجلاس سے قبل قائد اعظم مسٹر محمد علی جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے اعلان کیا تھا کہ جمیعت العلمائے ہند کے امسال کے سالانہ اجلاس میں کوئی مسلم لیگی شرکت نہ کرے کیونکہ علماء کی یہ جماعت ہندوستان کی آزادی میں سدراہ اور ہندو مسلم مفاہمت میں ایک زبردست رکاوٹ ہے چنانچہ تمام مسلم لیگی علماء نے اپنے قائد اعظم کے حکم کے پیش نظر سر تسلیم خم کیا اور اجلاس میں شرکت نہ کی۔ اس پر کچھ کانگرسی علماء چراغ پا ہوئے اور مسلم لیگیوں پر کھلے اجلاس میں گندگی اچھالی۔ خصوصاً مولوی حبیب الرحمن صدر آل انڈیا مجلس احرار نے اپنی پست ذہنیت کا پورا پورا ثبوت دیا۔ انہوں نے قائد اعظم مسٹر جناح اور ان کے پیروؤں کو یزید اور یزید کی فوج سے تشبیہہ دی ہمیں ان کی ذات سے کوئی گلہ اور شکوہ نہیں کیونکہ وہ ایسی مغلظات کہنے کے خوگر ہو چکے ہیں۔ اور فحش کلامی ان کی گھٹی میں سرایت کر چکی ہے"

(انقلاب ۱۷ مارچ ۳۹ء صہ ۶)

اس قسم کے دلآزار اور قلب پاش الفاظ صرف حبیب الرحمن ہی نہیں بلکہ مفکر احرار چوہدری افضل حق بھی قائد اعظم کے حق میں استعمال کرتے رہے ہیں جیسا کہ ان کے مندرجہ ذیل الفاظ سے ظاہر ہے لکھا ہے کہ

"مسٹر جناح جو پاکستانی خیالی سلطنت کے شہنشاہ ہیں۔"

(تاریخ احرار صہ ۱۳)

پھر لکھا ہے کہ۔

"ہم یہ کبھی برداشت نہیں کر سکتے کہ لاکھوں مسلمانوں کی گرانقدر قربانیوں کے بعد کسی وسیع و عریض خطے پر کسی یزید جیسے مسلمان کیلئے تخت سلطنت بچھایا جائے" (دیباچہ تاریخ احرار صہ ۲)

پاکستان اور مسلم لیگ کے متعلق احراری اخبار "افضل" کا بیان :-

"مسلم لیگ کے امراء جن کی زندگی کا ہر لمحہ اسلام کی نفی میں گذرا ہے۔ پاکستان کے غیر تشریح نعرے کی آڑ میں مسلمانوں کی جیب سے نوٹ حاصل کر رہے ہیں اس ہمارے ڈرامے میں مسلمانان ہندوستان کا ہڑ (جسے غلطی سے سواد اعظم کہا جاتا ہے) اس شرابی کی طرح بہک گیا ہے جو ہر شب تھیٹر کی فضا میں کسی شیریں کی نگاہ سرمگیں کے گوشہ التفات کی خاطر متاع ایمان کی "کوہ کنی" کرتا ہے لیکن جب صبح ہوتی ہے تو شیریں کی چشم دنبالہ دار کا سرمہ بھی ڈھل جاتا ہے اور اس کا اپنا خمار بھی اتر چکا ہوتا ہے پاکستان کی حالت بھی کچھ ایسی ہی ہے۔ قوم ایک عارضی نشہ میں بہک گئی ہے اور مسلمان افیونی کی طرح عالم خواب میں اڑے جا رہے ہیں مسلم لیگ کے علمائے سوء اور زمیندار اور قرآن سے لیکر شراب تک کی تجارت کرنے والے جن کا عظیم الشان ریکارڈ پلہ درست اسلام کے باغی ہیں اور پاکستان کے داعی ہیں وہ مسلمان قوم کے سیاسی شعور کی ناپختگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس کی عصبیت کے بل بوتے پر اپنی اغراض کے قصر رفیع کو تعمیر کر سکتے ہیں لیکن تاریخ انہیں کبھی معاف نہیں کریگی اور آئندہ دور کا مورخ لکھے گا کہ ہندوستان کے نام نہاد مسلمانوں کی رائے عامہ مدتوں ان لوگوں کی طرفدار رہی ہے جو بلحاظ ضمیر مردہ تھے اور بلحاظ ضمیر حکومت انگلشیہ کے خود کاشتہ پودے ...."

قرآن وسنت کی شمع کا نوری آج تک ان کے یہاں نہیں جلی اور اپنی اولاد کو ورثہ
دینے کیلئے ابھی تک شریعت کی جگہ رواج کے پابند ہیں آیات جہاد ان کے
ہاں منسوخ ہو چکی ہیں نکاح طلاق کو ایک قسم کی سودا بازی سمجھتے ہیں صیام کے
مہینے میں یہ فرنگی بیمار بن کر پہاڑوں کی عشرت سراؤں میں غیر منکوحہ عورتوں
سے راز و نیاز بڑھاتے ہیں۔ مسلمانوں کے انٹرنیشنل حج بیت اللہ کی جگہ کسی
گول میز کانفرنس کے سالانہ طواف کے منتظر رہتے ہیں نماز ان کے ہاں غیر ضروری
اور اسوہ حسنہ کی پیروی خارج از بحث۔ اس لادینی سیاست کے پیروکار
پاکستان قائم کرنا چاہتے ہیں اور اپنی ان مسخ شدہ سیرتوں کے بھروسے اسلامی
ریاست قائم کرنے کے مدعی ہیں پاکستان کا نعرہ مسلمانوں کے اونچے اور
متوسط طبقے کی معاشی ذہنیت کا مسئلہ ہے۔"

(اخبار "افضل" سہارنپور ۱۲ ستمبر ۱۹۴۵ء)

چوہدری افضل حق صاحب کا لیگ کے متعلق اظہار رائے :-

آپ نے آل انڈیا احرار کانفرنس پشاور کے صدارتی خطبہ میں کہا کہ۔

"مُردوں سے مرادیں مانگنا اتنا بے سود نہیں جتنا لیگ کی موجودہ جماعت سے کسی
مجاہدانہ اقدام کی توقع رکھنا۔ جب قومیں موت اور زندگی کی کشمکش میں مبتلا ہوں تو
ایسی بے جان اور غیر ترقی پسند جماعت سے رہنمائی کی خواہش کرنا کاٹھ کے
گھوڑے پر سوار ہو کر آزادی کے سفر پر نکلنا ہے اندریں حالات ہم لیگ کو دام فرنگ
سمجھ کر دور ہی رہنا چاہتے ہیں...... لیگ میں بجز سرمایہ کی کشش کے اور رکھا

یہی کیا ہے قربانی و ایثار سے مسلم لیگ کا جیب و داماں ابھی تک تہی ہے ——
بہی خواہان اسلام کا یہ فرض ہونا چاہیئے کہ وہ لیگ کے سراب نظر فریب سے قوم کو بچا کر ایسی جماعت کی طرف متوجہ کرے جو .... قربانی کو قوزنی اور اہم چندہ قرار دے ۔"

(خطبات احرار صفحہ ۲۲-۲۳)

مفکر احرار کا بانیٔ پاکستان کے بارہ میں اظہار خیال :-

یہی چوہدری افضل حق صاحب قائد اعظم کے متعلق ان لفظوں میں اظہار خیال فرماتے ہیں :

" مسٹر جناح نے ایک بے درد۔ دہشت پسند کی طرح ہمارے درمیان ایک بم پھینکا ہے جس سے انتشار اور ابتری پیدا ہو گئی ہے حالانکہ آج متحدہ عمل وقت کی سب سے بڑی ضرورت ہے " " قوم پرست جناح اول درجہ کا فرقہ پرست بن چکا ہے مسٹر جناح کی زیر قیادت مسلم لیگ نے تقسیم ہند کی جو قرارداد منظور کی ہے اسے اگر کلیتہً شر انگیز نہیں کہا جا سکتا تو کم از کم اسے مصلحت وقت کے خلاف ضرور کہا جا سکتا ہے جناح ایک ہوشیار سیاستدان ہے اور اس نے ہندوستان کی دو بڑی قوموں کی چپقلش سے پورا فائدہ اٹھایا ہے اور زخم پر پھاہا رکھنے کی بجائے خنجر سے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کرنا مناسب سمجھا ہے .... مسٹر جناح کی تجویز ایک مردہ بچہ کا جسم نہیں ہے بلکہ لیگ نے کئی سروں والا دیو جنا ہے اور اگر اس پر پوری طرح قابو نہ پایا گیا تو یہ بہت زیادہ ضرر کا باعث ہو گا "

(پاکستان اور اچھوت صفحہ ۹)

مفکر احرار کا پاکستان کے متعلق اظہار رائے :-

انہی مفکر احرار نے اپنے ایک صدارتی خطبہ میں یہ بھی کہا تھا کہ

(۱) سوچ لو۔ پاکستان کی تحریک بھی برطانوی جھانسہ ہی نہ ہو........ برطانوی استعمار کو جب شدید ضرورت ہوتی ہے تو وہ مسلمانوں کے سامنے نئی سے نئی آرزوؤں کا خلد نما منظر پیش کر کے ایسے وعدوں کے سراب میں پھنسا دیتا ہے جب کام نکل جاتا ہے تو بے حقیقت قلی کی طرح ہر وعدے کے جواب میں اس کے حصہ اسفل پر ایک لات مار کر کہتا ہے کہ چلا دور ہو چلا پاکستان کی تحریک مکانی لحاظ سے نہیں زمانی لحاظ سے شر انگیز ہے پاکستان کی خواہشات کو لے کر انگریز کے پاس جاؤ وہ خوش قسمتی پر ناز کرے گا۔ کہ تم لعل کے عوض گوٹے لینے آئے ہو۔

(خطبات احرار صـ ۱۴۳)

(۲) سنہ ۱۹۰۴ء میں ویونا سروپ بھائی پرمانند اسی ذہن کو لے کر اٹھے تھے ہندو انڈیا اور مسلم انڈیا کا اول پروردگار یہی ہندو ہے آج کل کے پاکستانی اسی ہندو ذہن کی پیداوار ہیں بھائی جی کو بدھائی دو کہ ان کے متبعین پیدا ہو گئے ہیں۔"

(خطبات احرار صـ ۱۴۲)

مسلم لیگی انگریز کا ایجنٹ

ڈکٹیٹر احرار نے یہ بھی لکھا تھا کہ

"خالص کانگرسی مسلمان جو وطنیت اور نیشنلزم کا قائل ہے وہ اول ہندی اور بعد کو مسلمان کی بے سود اور فضول رٹ لگا کر مسلمانوں کو بے ضرورت مشتعل کرتا ہے لیگ کا نقاب اوڑھے ہوئے انگریز کا ایجنٹ ایسے مواقع کی تاک میں رہتا ہے کہ کب کانگرسی مسلمان کی زبان سے کوئی غیر محتاط

کلمہ نکلے اور اسے عوام میں بدنام کرنے کا موقع میسر آئے :۔

(خطبات احرار صفحہ ۲۰)

احرار لیڈروں کا مشترکہ بیان

"مسٹر جناح ۔ ان کی مسلم لیگ اور مطالبہ پاکستان ۔ ہندوستان کی آزادی میں ایک روڑا ہے۔ کانگرس کے اثر اور بڑھتی ہوئی طاقت کو زائل کرنے کیلئے حکومت نے خود مسلم لیگ کو طاقت بخشی ۔ لیگی وزارتیں مسٹر جناح اور آل انڈیا مسلم لیگ ۔ انگریزوں کے رہین منت ہیں اور انگریز کے اشارے پر ناچ رہے ہیں چونکہ انگریز ہندوستان کو چھوڑنا نہیں چاہتا اس لئے مسٹر جناح نے مطالبہ پاکستان پیش کر دیا ۔ دراصل پاکستان حاصل کرنے کے لئے مسٹر جناح نے مطالبہ پاکستان پیش نہیں کیا ۔ یہ صرف ہندوستان کی غلامی کی زنجیروں کو از حد مضبوط کرنے کیلئے پیش کیا گیا ہے ۔

(روزنامہ "ملاپ" ۱۳ اگست سنہ ۴۴ء)

پاکستان کے متعلق احراری اخبار "آزاد" کی رائے :۔

"پاکستان ایک خونخوار سانپ ہے جو سنہ ۱۹۴۰ء سے مسلمانوں کا خون چوس رہا ہے اور مسلم لیگ ہائی کمانڈ ایک سپیرا ہے ۔"

("آزاد" ۹ر نومبر سنہ ۱۹۴۶ء)

(منقول از اخبار "آفاق" ۱۹ر مارچ سنہ ۵۳ء)

قائد اعظم کی طرف سے اشتراک عمل کی اپیل

ان حضرات کی "خوش گفتاری" بر اور مسلم لیگ اور پاکستان اور زعمائے ملت کے خلاف "نشتر زنی" انداز بیان کے اور بھی بہت سے نمونے پیش کئے

جاسکتے ہیں مگر چونکہ یہ محدود صفحات ان سب کے اندراج کے متحمل نہیں ہو سکتے اس لئے فی الحال انہی پر بس کرتے ہوئے اب ہم یہ بتاتے ہیں کہ قائد اعظم اور زعمائے قوم نے ملت کو انتشار اور نفاق و شقاق سے بچانے اور مخالف طاقتوں کے مقابل پر متحدہ قومی محاذ قائم کرنے کی نیت سے ان لوگوں کو کئی بار دعوت تعاون دی ان سے اعتماد و اتفاق کے نام سے اپیل کی ان کی طرف دست تعاون بڑھایا۔ ان لوگوں کو مسلم لیگ میں شامل ہونے یا اس کے ساتھ مل کر اسلامی کاز کو تقویت پہنچانے کے لئے بلوایا مگر ہمیں یہ ظاہر کرتے ہوئے قلبی اذیت محسوس ہوتی ہے کہ ان لوگوں نے ہمیشہ ہی اس قسم کی مخلصانہ دعوت کو بڑی بے دردی کے ساتھ بجائے استحقار سے ٹھکرا دیا۔

سنہ ۴۵ء میں جبکہ تحریک پاکستان ایک نازک دور میں گذر رہی تھی۔ قائد اعظم نے ان لوگوں کو آنے والے خطرات سے آگاہ کرتے ہوئے اور باہمی اتحاد کی ضرورت جتاتے ہوئے تعاون اور اشتراک عمل کی دعوت دی مگر مجلس احرار اسلام نے اس دردمندانہ اپیل اور اخلاص بھری دعوت کو قبول کرنے سے بالکل انکار کر دیا اور کہا

"مجلس احرار قائد اعظم محمد علی جناح کی اس اپیل کی تعمیل کرنے سے قاصر ہے کہ وہ آل انڈیا مسلم لیگ میں ضم ہو جائے قرارداد کی تحریک مولانا مظہر علی اظہر نے کی قرارداد میں اس امر پر زور دیا گیا۔ کہ مسٹر جناح کا رویہ انہیں پاکستان کے نصب العین کے حصول کی طرف نہیں لے جائے گا۔ انہوں نے پاکستان کا جو تخیل پیش کیا ہے اکثر غیر مسلم اور مسلمان اس سے تنگ آ چکے ہیں (یہاں مسلمان سے اغلباً احراری مراد ہوں گے ناقل) مسٹر جناح نے کبھی بھی مجلس احرار سے تعاون کی خواہش نہیں کی اس کے برعکس وہ اسے مسلم لیگ میں مدغم کر کے ختم کر دینا چاہتے ہیں" (انقلاب ۲۷ جون سنہ ۴۵ء ص ۱)

یہ الفاظ مجلس احرار کے تھے مگر آواز دراصل کانگرس ایسی فرقہ پرست پارٹی کی تھی جو انگریز کے بعد ملکی اقتدار کی پوری باگ ڈور سنبھالنے کے سنہری خواب دیکھ رہی تھی اور مسلمانوں کی سیاسی خودکشی کے لئے اس نے ایک عرصہ سے یہ خطرناک سازش کر رکھی تھی کہ مسلمانوں کا ایک عنصر انکی خواب کی عملی تعبیر تک کانگرس سے در پردہ وابستہ اور عملاً مسلم سواد اعظم سے الگ تھلگ رہ کر ہندو کانگرس کے افکار۔ اثرات اور خیالات کی مسلم قوم میں نشر و اشاعت کا ذریعہ بنا رہے تاکہ قوم مسلم متحد اور متفق ہو کر اس کے بالمقابل کوئی متحدہ محاذ قائم کرنے کے قابل نہ ہو سکے یہی وجہ تھی کہ مجلس احرار کے سبھی لیڈروں کی طرف سے یہ کہا جاتا رہا کہ۔

"ہم مسلم لیگ کو دام ہمرنگ سمجھ کر اس سے دور ہی رہنا چاہتے ہیں (چوہدری افضل حق) (چوہدری افضل حق) "مسلم لیگ عافیت کوشوں اور رجعت پسندوں کی جماعت ہے۔ ان کا مقصد ملک میں غیر ملکی اقتدار کو مستحکم کرنا ہے اس کے باوجود ہم سے کہا جاتا ہے کہ ہم مسلم لیگ میں شامل ہو جائیں مسلم لیگ اور احرار کے مقاصد میں بعد المشرقین ہے"

(قول امیر شریعت احرار منقول از اخبار آفاق ۱۹ مارچ ۵۳ء)

اسی ذہنیت کا اظہار احراری اخبار "زمزم" نے بھی کیا تھا۔

"تم ہمیں کیوں مجبور کرتے ہو کہ اکثریت کا ساتھ دیں کیا مولانا حسین احمد کے مقابلہ میں مسٹر جناح کو ترجیح دیں ہم نام نہاد اکثریت کی تابعداری نہیں کریں گے کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ اکثریت باطل پر ہے"

(اخبار "زمزم" ۳۰ اپریل ۳۹ء)

(منقول از آفاق ۱۹ مارچ ۵۳ء)

قائدِ اعظم کی دوبارہ دعوتِ اتحاد

قائدِ اعظم کی ۱۹۴۵ء والی دعوتِ اشتراک کے سال سوا سال بعد پھر ایک ایسا موقع آیا کہ جب ہندو فرنگی گٹھ جوڑ کے باعث مسلم قوم پر ایک بہت بڑا ابتلا آیا اور اس امر کا اندیشہ تھا کہ اگر اس وقت قوم ایک نقطہ پر جمع نہ ہوتی تو مخالف طاقتوں کو موقع مل جائے گا کہ وہ مسلمانوں کے مستقبل کو تاریک بنا دیں۔ اور جو نصب العین قوم نے اپنے سامنے رکھا ہے اسے وہ دور اور بہت دور کر دیں یہ موقع وہ تھا جب ۱۹۴۶ء میں برطانوی گورنمنٹ نے ہندو کانگرس کی ریشہ دوانیوں کا شکار ہو کر مسلمان سوادِ اعظم سے بدعہدی کرتے ہوئے عبوری دور میں ملک کی باگ ڈور ہندو کانگرس کو سونپ دی حالانکہ برٹش گورنمنٹ کا مسلمانوں سے یہ وعدہ تھا کہ وہ اس وقت تک انتقالِ اقتدار کی کاروائی کا آغاز نہ کریگی جب تک کہ ہندو مسلمان میں مکمل مفاہمت نہ ہو جائے اور دونوں برابر کے حصہ دار بن کر عنانِ حکومت نہ سنبھال لیں۔

چونکہ حکومت کی بدعہدی اور کانگرس ہندو کی وقتی کامیابی سے مسلمان قوم اور اس کے زعماء کو دلی صدمہ ہوا اس لئے صورت حال کا مقابلہ کرنے کے لئے قائدِ اعظم کے زیرِ قیادت زعمائے ملت اور اکابرین لیگ نے بمبئی میں جمع ہو کر اس امر پر غور کیا۔

مسلم لیگ کے جنرل اجلاس کا فیصلہ

آخر کار آل انڈیا مسلم لیگ نے اپنے جنرل اجلاس میں انگریزی حکومت کی بدعہدی اور کانگرس کی چالاکی پر بڑی شدت کے ساتھ صدائے احتجاج بلند کی اور اس کے ساتھ ہی ڈائریکٹ ایکشن کا بھی فیصلہ کر دیا اور لیگ کے جس قدر بھی خطاب یافتہ ممبر تھے ان تمام نے بھی اپنے اپنے خطاب بطور اظہار ناراضگی ترک کر دیئے

آل انڈیا مسلم لیگ اور اس کے ممبروں کے اس طرز عمل کو دیکھتے ہوئے احراریوں کے ایک پرانے ساتھی۔ قدیم رفیق اور ہم جلیس جو خلافت ایجی ٹیشن کے دنوں میں ان لوگوں کے ساتھ برسوں کام کر چکے تھے انہوں نے ملکی حالات کی نزاکت پر نگاہ ڈالتے ہوئے اخباروں میں اپیل کی اور ان لوگوں کو مجبتانہ اور مخلصانہ مشورہ دیا کہ یہ اپنی ہٹ چھوڑ کر اسی نازک وقت میں مسلم سواد اعظم کا ساتھ دیں مگر ان پر اپنے پرانے رفیق اور مخلص ساتھی کی درد مندانہ اپیل کا بھی شمہ بھر اثر نہ ہوا حالانکہ اس وقت قوم مسلم بڑے خطرہ میں جا پڑی تھی۔ انہی دنوں کا واقعہ ہے کہ بقول اخبار انقلاب

کانگرس کی لیگ کو ختم کرنیکی دھمکی

پنڈت جواہر لال نہرو سے پوچھا گیا کہ اگر کانگرس نے عبوری حکومت بنائی اور مسلم لیگ نے اس سے تعاون نہ کیا اور کوئی اقدام عمل شروع کر دیا تو کیا اس کا مطلب یہ نہ ہوگا کہ لیگ کو پامال کرکے کانگرس کو استعمال کیا جا رہا ہے اس کے جواب میں پنڈت نہرو صاحب نے فرمایا۔

" اگر کوئی لیگ براہ راست اقدام شروع کر دے گی تو ظاہر ہے کہ حکومت کو اس کا سامنا کرنا ہوگا اگر حکومت طاقتور ہوگی تو لیگ ختم ہو جائے گی اور اگر کمزور ہوگی تو خود فنا ہو جائے گی "

(انقلاب ۱۹ اگست سنہ ۴۶ء صد ۲)

یہ وہ وقت تھا جب ہندو کانگرس سارے ملک پر قبضہ کرکے مسلمانوں کو ختم کرنے پر تلی بیٹھی تھی ایسے نازک وقت میں مسلم لیگ نے پیش آمدہ خطرات کو بھانپتے ہوئے ایک بار پھر تمام مسلم جماعتوں۔ احرار، خاکسار وغیرہ سے اپیل کی وہ اس مرحلہ پر اپنی روش پر نظر ثانی کرتے ہوئے مسلمانان ہند کی جد و جہد سے تعاون کریں مسلم لیگ نے یہ

اپیل بمبئی کے ایک اہم تاریخی اجلاس میں کی اس اپیل کا ذکر کرتے ہوئے ملک لال دین صاحب قیصر نے لکھا تھا :-

ملک لال دین صاحب قیصر کی دردمندانہ اپیل :-

"لیگ کونسل نے اپنے اجلاس بمبئی میں تین روز تک غور و بحث کے بعد جو فیصلے کئے ان سے ظاہر ہے۔ کہ حکومت برطانیہ کے نمائندوں کی وعدہ خلافی اور کانگرس حکومت کے نمائندوں کی کوشش محض یہ رہی کہ ہر حال میں صرف کانگرس کو خوش اور مطمئن کریں کانگرسی لیڈروں نے ہندوستان کی آزادی کو محض اس لئے کشمکش میں ڈال دیا کہ مسلم لیگ کیلئے صرف یہی ایک راستہ رہ گیا تھا جس پر چلنے کا اس نے ارادہ کیا یعنی ڈائریکٹ ایکشن کا فیصلہ کر کے اسے عملی جامہ پہنانے کے لئے تیاری شروع کر دی گئی اس سلسلے کا ابتدائی قدم یہ تھا کہ تمام لیگی لیڈروں اور کارکنوں نے اپنے خطابات واپس کر دیئے غرض اب مسلم لیگ اور قائدِ اعظم کی طرف سے مسلمانوں کے اہم قومی حقوق کی خاطر مجاہدانہ سعی و کوشش کا اعلان ہو چکا ہے اور جس طریق عمل کو کانگرس یا اس کے ساتھی گروہ اب تک اپنا ایک امتیازی نشان سمجھتے تھے اس کا علم لیگ نے بھی بلند کر دیا ہے بلکہ اس موقعہ پر مجلس احرار کے معزز رہنماؤں اور کارکنوں اور خاکساروں اور ان کے علامہ مشرقی نیز تمام دوسری چھوٹی چھوٹی اسلامی جماعتوں سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ بھی بلا توقف لیگ کی حمایت کا اعلان کر دینا چاہیے لیگ آج زیادہ سے زیادہ اسلامی عناصر کی نمائندہ ہے لیکن قومی حقوق کے لئے جہاد کی جو منزل سامنے آئی ہے اس میں ہر عنصر کی امداد و اعانت

زیادہ سے زیادہ ضروری ہے دوسرے نیشنلسٹوں، مجلس احرار اور خاکساروں کے مقتدر لیڈر بارہا اعلان کرچکے ہیں کہ مسلم لیگ جب بھی حکومت برطانیہ کے خلاف کوئی موثر قدم اٹھائے گی تو ہم اس کا ساتھ دیں گے آج وہ وقت آگیا ہے اور ان پر یہی واجب نہیں کہ لیگ کی امداد کریں بلکہ اس جہاد میں انہیں علمداری کا فرض انجام دینا چاہئیے اس لئے کہ یہ جہاد محض لیگ کا نہیں اور نہ لیگ کی خاطر ہے بلکہ ملت اسلامیہ کا جہاد ہے اور ملت اسلامیہ کے لئے ہی ہے جن لوگوں کو اپنی ہمت، عمل اور ایثار پر فخر رہا ہے وہ آج ملت اسلامیہ کے کام نہیں آئیں گے تو کب آئیں گے"

(انقلاب ۲ اگست ۱۹۴۶ء صد ۶)

کتنی پراثر۔ خلوص میں ڈوبی ہوئی مدلل اور معقولیت پر مبنی اپیل تھی مگر آہ یہی اپیل جس نے دوسروں کو گرما دیا اثر ان پر مطلقاً اثر انداز نہ ہوسکی۔ کیونکہ مجلس احرار کے گھرے رازداں اور معتبر جناب آغا شورش کاشمیری کے انکشاف کے مطابق سردار پٹیل کا چھتیس ہزار کی مالیت کا چیک زعمائے قوم کی درد بھری اپیلوں کا اثر قبول کرنے میں بڑی سختی سے سدِ راہ بنا ہوا تھا۔

قائد اعظم کی دردمندانہ اپیل

اس واقعہ کے تخمیناً ایک ماہ بعد عید کے دن خود قائد اعظم نے بھی تیسری بار قوم کے منفرق اور منتشر اجزا کو (جن میں احرار، خاکسار، نیشنلسٹ وغیرہ شامل تھے) بڑے دردمندانہ انداز میں اپیل کی اور انہیں ایک مرکز پر جمع ہوکر مخالف طاقتوں سے عہدہ برآ ہونے کی خاطر اتحاد اور یک جہتی کا ثبوت دینے کے لئے ابھارا۔ اور ان کو اس نازک وقت میں مسلم لیگ کے جھنڈے تلے جمع ہوکر متحدہ محاذ پیش کرنے کی دعوت

دی جس کی تفصیل اخبار انقلاب میں بایں الفاظ شائع ہوئی :-

"بمبئی ۳۰ اگست :- مسٹر محمد علی جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے عید الفطر کے موقعہ پر مسلمانوں کے اجتماع عظیم سے خطاب کرتے ہوئے غیر لیگی مسلمانوں۔ جمعیت العلماء خاکسار اور نیشنلسٹ مسلمانوں سے اپیل کی کہ وہ اسلام کے تحفظ کی خاطر مسلم لیگ کے جھنڈے تلے جمع ہو جائیں کیونکہ مسلمانوں کے مخالفین یہ سمجھ رہے ہیں کہ مسلمان موجودہ حالت کا مقابلہ کرنے کے لئے اچھی طرح منظم نہیں۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ ان لوگوں کے دل میں کسی غلط فہمی کی گنجائش نہ رہنے دیں قائد اعظم نے اپنی تقریر میں وزارتی مشن کی آمد سے لیکر آج تک کے سیاسی حالات پر سیر حاصل تبصرہ کیا ہے اور فرمایا ہے

"آج اسلامیان ہند کے لئے نہایت مسرت اور شادمانی کا دن ہے لیکن ہم اس حقیقت سے آنکھیں بند نہیں رکھ سکتے کہ ہمارے مطلع سیاست پر تاریک بادل منڈلا رہے ہیں برطانوی حکومت نے مسلمانوں سے جو شرانگیز اور شرمناک بدعہدی کی ہے اس سے مسلمانوں کو سخت صدمہ پہنچا ہے اس برطانوی حکومت نے اگست سنہ ۴۰ء میں یہ پختہ وعدہ کیا تھا کہ جب تک ہندوستان کی دو بڑی جماعتوں اور ملک کی قومی زندگی کے مقتدر عناصر میں مفاہمت نہیں ہوگا اس وقت تک انتقال اقتدار کی کاروائی پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچائی جائے گی اور نئے آئین کی ترتیب کے لئے اس وقت تک کوئی مشینری قائم نہیں کی جائے گی جب تک ہندوؤں اور مسلمانوں میں کامل مفاہمت نہیں ہو جائے گی۔ آج برطانوی حکومت نے اس کو پرزے پرزے کر دیا جو مسلم لیگ اور اسلامیان ہند کے لئے بہت بڑے صدمے کا مترادف ہے لیکن مجھے یقین ہے کہ کوئی چیز ہمیں خائف نہیں کر سکے گی۔

ورنہ ہمارا عزم متزلزل کیا جا سکے گا۔ قائد اعظم نے اس کے بعد وائسرائے کے نشری اعلان (۲۴ اگست) کا ذکر کیا جس کے ذریعے مرکز میں عارضی حکومت کے قیام کا اعلان کیا گیا تھا۔ قائد اعظم نے فرمایا جب بعض لوگوں نے ریڈیو پر سنا تو وہ اس سے بہت متاثر ہوئے لیکن اس کی اشاعت کے بعد اس پر ٹھنڈے دل سے غور کیا گیا تو یہ ایک فضول اعلان ثابت ہوا اس میں شک نہیں کہ وائسرائے کا اعلان نہایت ہی عیارانہ الفاظ کا مجموعہ تھا۔ قائد اعظم نے مزید فرمایا۔ "آج کانگرس خوش ہے کہ اسے دلی مراد حاصل ہو گئی وہ اس پر نازاں ہے کہ وہ اپنی چالبازی سے وائسرائے سے مسلم لیگ کو نظر انداز کرانے میں کامیاب ہو گئی ہے لیکن میں بھی خوش ہوں کہ اگر برطانوی حکومت کانگرس کے تفاخر کی تسکین کرنے پر خوشی محسوس کر رہی ہے تو ہمیں بھی کانگرس کو بتا دینا ہو گا کہ ہم اس صورت حال کا مقابلہ کرنے کو تیار ہیں قائد اعظم نے فرمایا یہ تمام کارروائی نہایت پر اسرار معلوم ہوتی ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب کچھ ایک طے شدہ سازش کے مطابق ہوا" (انقلاب ۲ ستمبر ۱۹۴۶ء ص ۶)

یہ اپیل بھی صدا بصحرا ثابت ہوئی

قائد اعظم کی اس اپیل کا قوم پر بڑا ہی خوشگوار اثر ہوا اور ملت کے مختلف عناصر جو لیگ سے ہمیشہ دور دور رہا کرتے تھے اس سے متاثر ہوئے۔ لیکن افسوس مجلس احرار اسلام کی طرف سے اسے بھی پایہ استحقار سے ٹھکرا دیا گیا بلکہ ستم بالائے ستم یہ کہ مجلس کے لیڈر اتحاد کی یہ اپیل سنتے ہی اخلاق و شرافت کی بلندیوں سے اتر آئے اور جوش خطابت کے کمالات دکھاتے ہوئے اشتعال انگیزی کی انتہا کر دی۔ جس وقت قائد اعظم نے اپیل کی۔ اس وقت آل انڈیا مجلس احرار کے صدر شیخ حسام الدین تھے مگر اس اپیل کے سنتے ہی احرار نے انہیں تو سبکدوش کر دیا اور ان کی جگہ اپنے امیر شریعت سید عطاء اللہ بخاری کو صدر چنا اور ۲ دن بیرون باغ

دہلی دروازہ لاہور میں پبلک جلسہ منعقد کر کے انہیں اس اپیل کا جواب دینے کے لئے کھڑا کیا آپ نے اس جلسہ میں کیا کچھ کہا اس کی مختصر روداد اخبار انقلاب کے مندرجہ ذیل اقتباس میں پڑھیے اس جلسہ کی کاروائی جن عنوانوں کے ماتحت دی گئی وہ بھی ہم من وعن نقل کر رہے ہیں ملاحظہ ہو

"جلسہ عام میں سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی تقریر"

"مسٹر جناح تائب ہو کر احرار میں شامل ہو جائیں"

"احرار دیندار ہیں وہ بے دینوں سے تعاون نہیں کر سکتے"

"لاہور ۱۲ ستمبر ۱۹۴۶ء کل رات کے ۹ ۱/۲ بجے باغ بیرون دہلی دروازہ میں مجلس احرار لاہور کے زیر اہتمام ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے تقریر کی آپ نے قائد اعظم محمد علی جناح کی اس اپیل کا جواب دیا جو آپ نے پیغام عید کے موقعہ پر کی تھی اور جس میں تمام نیشنلسٹ مسلمان جماعتوں سے مسلم لیگ میں شامل ہو جانے کی استدعا کی تھی شاہ صاحب نے فرمایا مجلس احرار دینداروں کی جماعت ہے ہم دینداروں کے ساتھ ہی مل سکتے ہیں ہم ان لوگوں کے ساتھ کبھی ایک میز پر نہیں بیٹھ سکتے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو گالیاں دیتے ہیں اور اپنے کتوں اور بلیوں کو صحابہ کرام علیہم اور حضرت عائشہ صدیقہ (الصادق اللہ علیہا) کے ناموں سے پکارتے ہیں ہم ان لوگوں کے ساتھ کبھی نہیں مل سکتے جن کی زندگیاں ہماری کی ساری غیر اسلامی ہیں ہمارا ان لوگوں کے ساتھ کوئی اتحاد نہیں ہو سکتا۔ جو صبح کو کچھ اور شام کو کچھ اور فیصلہ کرتے ہیں۔ اور رات گذرنے پر نئے سرے سے سوچنا شروع کر دیتے ہیں۔ آپ نے کہا کہ مسلم لیگ کے اکابر ہمیں مسلم لیگ میں شرکت کی دعوت دیتے ہیں ہم انہیں اور دوسرے تمام مسلم لیگیوں کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ برے عقیدے سے تائب ہو کر مجلس احرار میں شامل ہو جائیں۔ الخ"

(انقلاب ۱۴ ستمبر ۴۶ء صہ ۶)

اس مسلم کش پالیسی اور انسانیت سوز روش نے قائد اعظم اور مسلمانان ہند کی آنکھیں کھول دیں اور وہ ان کے اصلاح احوال سے بالکل مایوس ہو گئے مگر اس کا ایک اچھا نتیجہ بھی برآمد ہوا اور وہ یہ کہ مجلس احرار کے جنرل سیکرٹری مسٹر مظہر علی اظہر نے مجلس احرار کی ابتدائی رکنیت تک سے استعفیٰ دیدیا۔ ان "فدایان دین وملت" کی "غدائیت" اور "قوم پروری" کا بھانڈا عین چوراہے میں پھوڑ دیا۔

مسٹر مظہر علی کی مجلس احرار سے مستعفی ہونیکی وجوہات :-

مسٹر مظہر علی نے اپنے استعفاء کی وجہ پر روشنی ڈالتے ہوئے ایک حقیقت افروز بیان میں ملت کو بتایا کہ:-

"ماہ جون کے وسط میں میں نے کانگرس کے اس رویے کے خلاف احتجاج کیا تھا کانگرس نے مجلس احرار اور دوسری مسلم جماعتوں سے یہ وعدہ کیا تھا کہ مسلمانوں کو عبوری مدت میں آئندہ مرکزی وزارت اور مجلس آئین ساز میں ۴۵ فیصدی نمائندگی دی جائے گی۔ مگر وہ اس وعدہ سے منحرف ہو رہی ہے اس لئے آزاد خیال جماعتوں کو اپنی پوزیشن پر نظر ثانی کرنی پڑے گی میں نے صوبوں کے گروپ وار آئین بنانے کے سلسلہ میں بھی کانگرس کے اس رویہ پر نکتہ چینی کی تھی۔ ہر دو موضوعات پر میرا بیان جماعتی فیصلوں کے مطابق تھا اور ان کی تائید و تکمیل کیلئے تھا لیکن بجائے اس کے کہ ۴۵ فیصدی نیابت کا فارمولا مرتب کرنے والے مجھ سے راضی ہوتے مجھ پر ہی نکتہ چینی کرنے لگے اس پر ستم ظریفی یہ کہ الٹا ایک قرارداد منظور کر کے میری زبان بند کر دی چنانچہ اس کے بعد میں کامل سات ہفتے خاموش رہا اور حالات کا جائزہ لینے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ مجلس

احرار میں کانگرس نوازی کا رجحان مدت سے چلا آرہا ہے اور جس نے جماعت کو ہر مرحلے پر نقصان پہنچایا ہے آج زوروں پر ہے اور ۴۵ فیصدی کے حامی کسی مقام پر ٹھہرنے کے لئے تیار نہیں بلکہ ہندوستان کی قسمت ہندوؤں کے سپرد کر کے مسلمانان ہند کو ان کے رحم و کرم پر چھوڑ دینے کے لئے بضد ہیں"

(انقلاب ۹ ستمبر سنہ ۴۱ء ص۱)

المختصر احراری زعماء کی ان چیرہ دستیوں کو دیکھ کر جہاں قائد اعظم نے ان کو منہ لگانا چھوڑ دیا وہاں جمہور مسلمانوں نے بھی سمجھ لیا کہ ان حضرات کی ہر تحریک اور ہنگامے کی غرض و غایت مسلم قوم کو کانگرس کے آستانہ پر جھکانا ہے۔

احرار کی قربانیاں خود غرضی پر مبنی تھیں

چنانچہ برکت علی صاحب سالک نے "مجلس احرار کی سابقہ قربانیوں میں خود غرضی کا راز مضمر تھا" کے عنوان سے لکھا:-

"اس میں کلام نہیں کہ مجلس احرار کے محترم بزرگوں نے ماضی میں ملت اسلامیہ کیلئے وہ عظیم الشان قربانیاں کیں جو ان کی شایان شان تھیں ...... آہ آج ہماری آنکھ کے سامنے کچھ ایسے مناظر لائے جا رہے ہیں جن کے بیان سے کلیجہ منہ کو آتا ہے آج مجلس احرار کے بزرگوں کا جو قدم اٹھتا ہے وہ ہماری بیخ کنی کیلئے اٹھتا ہے ان کی ہر وہ سعی جو عمل میں لائی جاتی ہے وہ امت مرحومہ کے استیصال کے لئے مخصوص ہوتی ہے ہر وہ تیر جو ان کے ترکش سے نکلتا ہے محمدؐ کے نام لیواؤں ہی کے سینوں میں پیوست ہوتا ہے ان کی ہر تحریر سے ملت دشمنی اور اسلام کشی کے اسباب مہیا کرنے کا کام لیا جاتا ہے اور انہی حالات کی بنا پر آج رہ رہ کر ہمارے دلوں میں یہ خیالات پیدا ہو رہے ہیں کہ مجلس احرار

کے بزرگوں کی سابقہ قربانیوں میں خود غرضی اور ذاتی منفعت کا راز پوشیدہ تھا ہو سکتا ہے کہ میرے ہندو دوستوں کو اس سے اختلاف ہو مگر اس کا کیا علاج کہ آج ملت اسلامیہ کے جائز حقوق پر غاصبانہ قبضہ کرنے کی ناپاک کوشش کی جاتی ہے مگر ان کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی۔ فرزندان توحید کو پھر غلامی میں دھکیلنے کے منصوبے باندھے جاتے ہیں تو یہی ہی خواہان ملت .... (پڑھا نہیں گیا ناقل) اے ارب کعبہ کے پرستاروں کو حرف غلط کی طرح مٹانے میں کوشاں نظر آتے ہیں۔ یتیم و بے کس بچوں کی دلدوز چیخیں ان کو دعوت عمل دیتی نظر آتی ہیں مگر ان کے لئے ان کی اس آہ و فغاں میں کوئی کشش نہیں ہوتی معصوم اور بے گناہ بیواؤں کے دل سوز نالے عرش عظیم کے کنگروں میں ارتعاش پیدا کرتے دکھائی دیتے ہیں مگر ان کو طنزیہ قہقہوں کے سوا کچھ نہیں سوجھتا۔ ہندو کانگرس اور انگریزوں کی ملی بھگت، ان کو اسلامیان ہند سے اشتراک پر مجبور نہ کر سکی اور یہی ان کا موجودہ رویہ ہی با بانگ دہل پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ ان کی سابقہ سرفروشیوں اور قربانیوں میں جذبہ ملک و ملت نہ تھا بلکہ ذاتی نفع اندوزی کا سودا۔

ہمیں حکومت الہیہ۔ غلبہ اسلام اور قرآنی حکومت کے مسلسل تکرار سے باور کرانے کی کوشش کی جا رہی ہے کہ ہندوستان کی سرزمین میں اگر کوئی جماعت اسلام کی سربلندی اور سرفرازی کی خواہاں ہے تو وہ صرف مجلس احرار۔ تمام ہندوستان میں قرآنی احکام اور نظام الہیہ کی ترویج چاہتا ہے۔

اگر ان تہی دامان دعاوی میں حقیقت کا شائبہ بھی موجود ہوتا تو آج مجلس احرار کے رک اغیار کے کیمپ میں نظر نہ آتے بلکہ ملت اسلامیہ کے دوش بدوش میدان عمل میں کام کرتے دکھائی دیتے۔ الخ" (زمیندار ۲۸ فروری ۱۹۴۷ء صفحہ ۳)

زمیندار کا دوسرا مضمون

اسی اخبار نے مندرجہ ذیل مضمون بھی شائع کیا تھا جس میں لکھا تھا۔

"مجلس احرار اسلام جو اپنے آپ کو سرفروش مسلم جماعتوں کی صف اول میں شامل کرنے کی دعویدار بنتی ہے اور اپنی سرفروشیوں اور جانبازیوں کے ڈھنڈورے دنیا بھر میں پیٹتی پھرتی ہے آج عبرتناک موت کی نیند کیوں سو گئی آج اس کی آواز نہ مرکزی اسمبلی میں سنی جاتی ہے نہ صوبجاتی اسمبلیوں میں۔ پھر کہاں گئی مجلس احرار۔ ظاہر ہے کہ یہ قاعدہ اپنی جگہ ثابت ہے کہ قربانیاں دینے کا کوئی بلند مقصد ہونا چاہیے لہذا یا تو یہ کہا جائے کہ مجلس احرار نے آج تک کوئی قربانی ہی نہیں دی صرف زبانی دعوے ہیں۔ یا اگر بقول مجلس اس نے کوئی قربانی دی ہے تو اس کے سامنے کوئی مقصد ہی نہ تھا اور نہ اب ہے مجلس احرار اسلام نے ہمیشہ مسلمانوں کو ہی اسلام اور اکابر اسلام اور خدا رسول کے واسطے دیکر قربانیوں کے لئے بلایا مسلمان ان مقدس ناموں کو سنتے ہی مست ہو کر جھومنے لگتا اور ان مقدس ناموں کی عزت و ناموس پر جان و مال و ہر چیز کی قربانیاں دینے کیلئے والہانہ دوڑتا اور زیادہ سے زیادہ قربانیاں دیتا۔ ذرا مجلس احرار کا محاسبہ کیجئے کہ ان قربانیوں سے مجلس کا مقصد کیا تھا اور کیا حاصل ہوا۔ اگر حاصل نہیں ہوا تو مسلمانوں کی قربانیاں اور خون رائیگاں نہیں گئے۔ دنیا پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ مجلس کے سامنے صرف ایک مقصد تھا کہ مسلمانوں کو صرف کانگرس کے آستانہ کفر و شرک پر جھکا دیا جائے لیکن مسلمانوں نے لعنت کے اس بار گراں کو نہ اٹھایا اور نہ اٹھائیں گے انشاءاللہ ہاں مسلمانوں کی قربانیوں کا خون مجلس احرار کے سر پر ہے اور رہتی دنیا تک مجلس کے سر رہے گا۔ الخ"

(زمیندار ۳۱ جنوری ۴۷ء صفحہ ۲)

اگر [illegible] مجلس احرار کی منافرت انگیز سرگرمیوں کا یہ نہایت مختصر سا خاکہ ہے

جس کے لفظ لفظ پر واقعات کی ناقابل تردید شہادت ثبت ہے مگر اس کے برعکس سابق احراری زعماء کا کہنا ہے کہ۔

"تاریخ حریت اسے کبھی فراموش نہیں کر سکتی کہ مجلس احرار اسلام نے ہمیشہ انگریزی حکومت سے ٹکر لی اور درحقیقت پاکستان اگر بنا ہے تو ان کی مجاہدانہ کوششوں نے۔ لیگ کو ان لوگوں کے ایثار کے صدقے میں پاکستان ملا ہے مسلمان قوم ان کے احسان کے بوجھ تلے دبی ہوئی ہے۔"

(آزاد ۱۳ جولائی ۱۹۵۱ء صفحہ ۲)

تقسیم ملک کے وقت

احرار کی پراسرار خاموشی

تقسیم ملک کے وقت احرار کو قوم کی خدمت کیلئے بلایا گیا :-

۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان معرض وجود میں آیا اور اس کے ساتھ ہی مسلمانان ہند پر ایک نئی قیامت ٹوٹ پڑی یہ وہ وقت تھا جبکہ مسلمان مشرقی پنجاب سے بڑی بیدردی کے ساتھ نکالے جا رہے تھے ان کے خون سے ہولی کھیلی جا رہی تھی ان کے اموال و املاک کو لوٹا کھسوٹا جا رہا تھا اور جلایا جا رہا تھا۔ ان کے اہل و عیال کو اغوا یا موت کی نیند سلایا جا رہا تھا اس وقت بے بس اور مظلوم مسلمانوں نے قوم کی دردانگیز تباہی اور بربادی کا واسطہ دیکر مجلس احرار

کو امداد کے لئے بلایا مگر وہ زبانیں جو کانگرس کی ہم نوائی میں شعلہ بیانیوں کا ہر لمحہ ایک نیا ریکارڈ قائم کرتی تھیں بالکل گنگ ہوگئیں اور لبوں پر پراسرار خاموشی طاری ہوگئی چنانچہ "حکومت الہیہ کے دعویدار کہاں ہیں" اس عنوان کے ماتحت ایڈیٹر زمیندار نے لکھا تھا کہ

"کانگرس و ہندو مہاسبھا کے دعویداروں کو حکومت ہندوستان تفویض ہوئی (گو موجودہ بد نظمی و تباہی کے مقابل یہ حکومت نااہل ثابت ہو چکی ہے) اور مسلمانان مسلم لیگ کو پاکستان ملا مگر حکومت الہیہ کے دعویداروں (احراریوں ۔ ناقل) نے باوجود مسلمان ہونے کے حکومت پاکستان کی تفویض کو تو سیاسی غلطی سے تعبیر کیا ۔ اور حکومت ہندوستان کی مسلم کشی ۔ مسلمانوں کی قتل و غارتگری تباہی و بربادی ۔ خانہ ویرانی پر اظہار افسوس کرنے کی بجائے ان مظالم خونچکاں کو بھی حصول پاکستان کے عمل و اسباب پر مبنی سمجھ کر خاموشی اختیار کرلی ۔ خیر ہمیں سردست ان امور پر بحث کرنا مقصود نہیں بلکہ حکومت الہیہ کے ان دعویداروں سے اس وقت دو ایک باتیں دریافت کرنا ہیں

(۱) اگر وہ مسلمان ہیں شریعت اسلام سے واقف ہیں اگر ان حقوق اسلام کا ان کو علم ہے جس سے عہدہ برآ ہونے کا بحیثیت مسلمان ان پر حق پہنچتا ہے تو وہ جواب دیں ۔ شریعت اسلام اگر دشمنان اسلام کی بے عصمتی ۔ شیر خوار اور معصوم بچوں اور بے گناہ عورتوں اور بوڑھوں کا قتل تمام قرآن مجید کی بے حرمتی ۔ مساجد کا انہدام اگر واقعہ میں ظلم ناروا تھے ۔ تو دشمنان اسلام کے ان مظالم خونچکاں اور حکومت ہندوستان کی اس مسلم کشی پر تمام احرار اسلام اور ان کے امیر شریعت جو کل تک آتش بیانی میں یکتائے روزگار مانے جاتے تھے جو سیاست کے زعم میں ہر موقعہ پر گورنمنٹ برطانیہ کی دفعہ ۱۴۴ کی خلاف ورزی کرنے بلکہ ڈوگرہ راج کو ختم کرنے اور خدمت اسلام کی آڑ میں قادیان میں احمدیوں سے خم ٹھونک کر مقابلہ کرنے میں ید طولی رکھتے ہیں آج ان کی آتش بیانی کیوں سرد پڑ گئی ہے زبان کیوں گنگ ہو چکی ہے

ان کی غیرت اسلامی کیا ہوئی کہ آج تک مسلمانوں کے لئے نہ سہی اسلام کے لئے ہی کوئی عملی قدم اٹھانا تو درکنار اظہار افسوس ہی کرتے اگر وہ دشمنان اسلام کے مظالم خون چکاں اور حکومت ہندوستان کی مسلم کشی پر خاموشی کو ترجیح دیتے ہیں تو یقیناً" ان کی یہ خاموشی حقوق و فرائض اسلامی کے خلاف ہی نہیں بلکہ مداہنت سے تعبیر کی جاتی ہے کیونکہ "کل مومن اخوۃ" کے مصداق وہ مسلمان ہی نہیں جن کو مسلمانوں سے ہمدردی نہیں اب بھی وقت ہے کہ قفل خاموشی کو توڑ کر اپنی اخوت اسلامی و محبت کا ثبوت دیں۔"

(زمیندار ۳ نومبر ۱۹۴۷ء صد ۳)

لیکن چونکہ ان لوگوں کے دلوں میں ملت اسلامیہ کے لئے نہ کوئی درد تھا نہ ہمدردی۔ اس لئے یہ لوگ قفل خاموشی توڑ کر اپنی اخوت اسلامی و محبت کا ثبوت دینے سے آخر تک گریزاں رہے ہی نہیں بلکہ یہ ہر اس مفید تحریک اسلامی سے بھی الگ تھلگ رہے جو قوم و ملت کی بھلائی کے لئے جاری کی جاتی رہی یہی وجہ ہے کہ قوم ان لوگوں سے متنفر و بیزار ہو گئی اور قومی زندگی کے کسی شعبہ میں بھی ان کے لئے کوئی جگہ نہیں رہی جیسا کہ اخبار زمیندار میں شائع شدہ مندرجہ ذیل کھلی چٹھی سے ظاہر ہے۔

شیخ غلام محی الدین کی کھلی چٹھی

شیخ غلام محی الدین صاحب امرتسری کی طرف سے میاں اختر علی صاحب کے نام ایک اہم مکتوب شائع ہوا جس میں یہ لکھا تھا"........

حضرت مولانا! آپ پر یہ حقیقت واضح ہے کہ احرار نے جو رکیک حملے اور مغلظات اس نام نہاد آرٹیکل میں استعمال کی ہیں وہ کوئی نئی بات نہیں بلکہ سرخ پوش و احراری ہمیشہ سے ایسا کرتے چلے آئے ہیں مسٹر گاندھی کے الیکشن میں پنجاب اسمبلی کے

تمام انتخابات میں اور مسلم لیگ کی عمومی تحریک میں اسی فطرت کے زیر اثر کچھ نہیں لیتے رہے مگر اس کا نتیجہ یہی ہوا کہ مسلمانوں نے متفقہ طور پر انہیں نظر انداز کر دیا۔ اب قومی زندگی کے کسی شعبہ میں ان کے لئے کوئی جگہ نہیں۔ اس سے بڑھ کر اور سزا کسی جماعت کہلانے والی قوم کو کیا مل سکتی ہے۔ احرار کے سب و شتم سے حضرت قائد اعظم کی ذات بابرکات بھی محفوظ نہ رہ سکی جب امرتسر میں مسلمانوں کی بہو بیٹیوں پر اشک آور گیس پھینکی گئی اور لاٹھی چارج کیا گیا تو متفقہ رائے عامہ کے خلاف احرار نے عورتوں کی شان میں نازیبا الفاظ لکھے اور خضری پولیس کو حق بجانب قرار دیا مجھے توقع ہے کہ حضرت مولانا ظفر علی خاں اور آپ اور زمیندار احرار کی کسی خرافات کو خاطر میں نہیں لائیں گے بلکہ میری تجویز تو یہ ہے کہ آئندہ کسی تحریر میں احرار کا نام بھی نہ لیا جائے۔"

(زمیندار ۴ر فروری ۱۹۴۸ء صہ ۳)

ان لوگوں کے فضول ہنگامے اور بے کار شورشیں اور نام نہاد قربانیوں کے متعلق اور بھی بہت سے مضامین نقل کئے جا سکتے ہیں۔ مگر جگہ کی قلت اور طوالت کے خوف سے مزید نقل سے ہم معذور ہیں مگر ہاں اس بارہ میں ہم ان کے سب سے بڑے سرغنہ اور پرجوش لیڈر اور صدر آل انڈیا مجلس احرار اسلام کا ایک مختصر فقرہ درج کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ جس نے احرار کی اگلی اور پچھلی تمام قربانیوں کی حقیقت کا پردہ ہی چاک کر دیا ہے

مولوی حبیب الرحمٰن کا اقبالی بیان

صدر آل انڈیا مجلس احرار اسلام نے اقرار کیا تھا کہ

"ہماری ایماندارانہ رائے ہے کہ کانگرس سے علیحدہ ہو کر ہم نے جس قدر تحریکوں میں حصہ لیا ہے ان تمام میں بیکار وقت ضائع کیا اور فضول ہنگامے کرتے رہے۔"

(زمیندار ۱۷ جون سنہ ۳۶ء)

صدر مجلس احرار کے اس اقبالی بیان کے ہوتے ہوئے اب ان کی نام نہاد قربانیوں کا کشف راز کرنے کے لئے کچھ مزید لکھنا اور نقل کرنا محض تحصیل حاصل ہے۔

زعمائے احرار کا

پاکستان میں داخلہ

پاکستان بننے سے قبل مفکر احرار مولوی حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی فرمایا کرتے تھے کہ جس وقت بھی ملک کو آزادی نصیب ہوئی اس وقت قائد اعظم اور مسلم لیگی لیڈروں پر مقدمہ چلایا جائے گا اور دوسرے احراری لیڈروں کا اعلان عام تھا کہ احرار کا وطن لیگی سرمایہ دار کا پاکستان نہیں۔ (خطبات احرار صفحہ ۹۹)

احرار اس پاکستان کو "پلیدستان" سمجھتے ہیں :-

مگر جب مہا سبھائی۔ اکالی سیوک سنگھی۔ کانگرسی اور ان کے حاشیہ برداروں کی انتھک مخالفت کے باوجود پاکستان منصۂ شہود میں آگیا۔ اور مسلمانوں کی مراد بر آئی۔ مجلس احرار کے بڑے بڑے لیڈروں کو اس خطۂ پاک میں پناہ گزین ہونا پڑا ان اصحاب کا پاکستان کے مسلمانوں نے کس رنگ میں استقبال کیا گیا؟ اس کا جواب ماسٹر تاج دین صاحب انصاری کے قلم سے سنئے :-

ماسٹر تاج دین انصاری کا اقبالی بیان

"ذرا تصور تو کیجئے کہ کن امنگوں اور ولولوں سے ہم نے واہگہ کے اس پار قدم رکھا ہوگا مگر جونہی ہم نے آزاد کے دروازے پر قدم رکھا چاروں طرف سے اپنوں نے بیگانہ وار چلانا شروع کیا۔ غدار غدار جب اس طرح ہمارا استقبال ہوا تو ہم ٹھٹک کر رہ گئے۔"

("آزاد" ۲۶ دسمبر ۵۰ء)

"پاکستان کی تشکیل کے بعد کا زمانہ یاد کرو۔ ہمارا جینا مشکل تھا ہمیں غدار کے نام سے پکارا جاتا تھا۔"

("آزاد" کانفرنس نمبر)

اخبار زمیندار نے لدھیانوی مولوی کو ٹوکا

اس موقعہ پر قائد اعظم اور دوسرے مسلم لیگی اکابر کی یہ فراخ حوصلگی اور وسعت قلبی یاد رہے گی کہ انہوں نے ہندوستان سے آنے والے کسی احراری لیڈر پر قدغن نہیں لگائی تھی کہ مولوی حبیب الرحمن صاحب کے داخلے پر بھی قطعاً کوئی مزاحمت نہیں کی بایں ہمہ یہ حقیقت اپنی جگہ قائم ہے کہ عوام کی طرف سے اس پر ضرور احتجاج ہوا چنانچہ... ایڈیٹر زمیندار نے بعنوان "مسلمان کے غریب خانے میں" لکھا تھا کہ

"ہمیں یہ سنکر حیرت ہوئی کہ مولوی حبیب الرحمن لدھیانوی اور مفتی محمد نعیم اپنے کنبوں کے ساتھ لاہور پہنچ گئے ملت اسلامیہ ان غلامانِ گریز پا کی واپسی پر خوش ہوگی اور ان کا خیر مقدم کرے گی کیونکہ مسلمان کا غریب خانہ ہر بلا کیلئے حاضر ہے۔ مگر ہمیں دونوں بزرگوں کی اصول پسندی اور "وفاداری بشرط استواری" سے اس لغزش کی توقع نہ تھی دونوں کانگریس کے مقلد ہیں پاکستان کی مخالفت کرتے رہے [illegible] راج کے لیے ہر شب

تہجد کے نوافل سے فجر کے فرائض تک دعا کرتے رہے اب خدا نے ان کی دعا قبول کر لی لدھیانہ کانگرس راج کے حلقہ میں آگیا تو خود پاکستان میں تشریف لے آئے منتخ کے ساتھ تلملنے کا یہ نرالا تماشا زمانہ نے شاید ہی دیکھا ہو۔ شاید انہیں گھبراہٹ میں اپنا عقیدہ یاد نہیں رہا ورنہ اول تو لدھیانہ میں ہی لدھیانہ کی یادگار بن کر رہ جاتے تاکہ آخری جگہ بھی اس حکومت کے حلقے میں ملتی جس کی تمنا میں سب کچھ بھول چکے تھے یا پناہ گزینوں کے کیمپ میں رہنے ماسٹر تاج دین اور غازی محمود دھرمپالی کی طرح مظلوموں کی خدمت کرتے اگر یہ بھی نہ ہو سکتا تو یہ کہتے ہوئے دہلی کی طرف دوڑ اٹھتے ؎

میں تو مروں گا یار کی دیوار کے تلے!

مجنوں کو تھا جنوں جو بیاباں میں رہ گیا!

یہ کیا "اپنوں" کی حکومت سے بھاگ کر "بیگانوں" کی حکمرانی میں آ گئے ہم مولوی صاحب اور مفتی صاحب کی خدمت میں گذارش کرتے ہیں کہ آپ جس پاکستان کو کوسنے دیا کرتے تھے اگر وہ بھی نہ ہوتا۔ تو پھر اپنی کانگرس کے پنجے سے بھاگ کر کہاں جاتے؟

(زمیندار ۱۷ ستمبر ۱۹۴۷ء صـ ۳)

سابق صدر مجلس احرار کی ہجرت بھارتی

مولوی حبیب الرحمن لدھیانوی تو اس طور کی طنز و طعن برداشت نہ کر سکنے پر دوبارہ بھارت کی طرف چلے گئے مگر دوسرے تمام احراری لیڈر پاکستان میں مقیم ہو گئے

مملکت پاکستان

کیخلاف ریشہ دوانیاں

مجلس احرار اسلام کے پاکستان میں جاگزین ہونے پر بانی پاکستان اور ملک کے حکمران طبقہ کی طرف سے کوئی پابندی نہیں عاید کی گئی تھی اور اب ان کے لئے زریں موقعہ تھا کہ وہ ایک وفادار اور آزاد مسلم شہری بن کر سرزمین پاکستان میں زندگی بسر کریں اور ملک کی ترقی و خوشحالی کے لئے عوام اور حکومت سے دلی تعاون کریں مگر افسوس البیانہ ہو سکا اور ملت جو بیرونی مشکلات کے طوفانوں میں مبتلا تھی ایک اندرونی مصیبت سے بھی دوچار ہو گئی اور ملک ان کی ریشہ دوانیوں کا آماجگاہ بننے لگا اس مرحلے پر ملک کے بہی خواہوں نے ایک بار پھر مجلس احرار کو اپنے رویہ پر نظر ثانی کی اپیل کی ۔

غلام نبی ایم اے کا انتباہ

"مسلمانوں کی اس سے بڑھکر اور کیا بدقسمتی ہو گی کہ ان میں جسقدر "باعمل اور فعال" جماعتیں تھیں یا تو دشمن کے ہاتھوں میں کھیل کر مسلمانوں کی بربادی کے سامان کرتی رہیں یا اپنی حماقت اور کوتاہ نظری

کا شکار ہو کر مسلم عوام میں بددلی اور انتشار کے بیج بوتی رہیں لیکن وہ جماعت جسے بے عملی کا طعنہ دیا جاتا تھا، جسے انگریز کا ایجنٹ اور نامعلوم کیا کیا کچھ کہا جاتا تھا وہی مسلمان قوم کے آڑے آئی ان کے برعکس ہماری حریت پسند جماعتیں مسلمانوں کی تباہی کے سامان مکمل کر کے یا تو میدان سے بھاگ گئیں اور یا چند لچر پوچ دلائل کا لبادہ اوڑھ کر کچھ اس طرح سو گئیں کہ ان کے جاگنے کی تمام توقعات ایک خواب موہوم بن کر رہ گئیں اب جبکہ پاکستان بن چکا ہے دشمن اپنی تباہ کاریاں دکھلا چکا ہے اور حالات کچھ سازگار نظر آنے لگے ہیں۔ ان جماعتوں نے عوام میں ہی ہر دلعزیز بننے اور مقبولیت حاصل کرنے کے لئے پر پرزے نکالنے شروع کر دیے ہیں اگرچہ حقائق کی بنا پر ان لوگوں کی نیت پر شک کرنے کا پورا حق حاصل ہے لیکن پھر بھی ہم خدائے بزرگ و برتر سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ان لوگوں کو راہ راست دکھائے لیکن اگر ان لوگوں نے افتراق بین المسلمین کا اپنا مشغلہ اختیار کیا تو قوم انہیں جو سزا دے وہ مناسب ہوگی اس لئے ایسی تمام جماعتوں کو میدان عمل میں آنے سے پہلے اپنے رویہ کی اصلاح کر لینی چاہیے۔"

(زمیندار ۲۰ ستمبر ۴۷ء ص۲)

مگر ان مخلصانہ الفاظ کا ان لوگوں پر کوئی اثر نہ ہوا اور انہوں نے جہاں فرقہ وارانہ منافرت کو ہوا دینے والی تحریروں کا سلسلہ جاری رکھا وہاں مملکت پاکستان میں رہنے بسنے والے عوام میں پاکستان کے خلاف بددلی، خوف اور ہراس پیدا کر کے اسکو ضعف پہنچانے کی کوشش بھی جاری رکھیں پبلک میں خوف و ہراس پیدا کرنے والی باتیں تو یہ آتے ہی کرنے لگ گئے تھے مگر جب ان کی مخفی ریشہ دوانیاں قدرے نمایاں ہو گئیں تو اس وقت اخباروں نے بھی چھاپنا شروع کیا اور قوم اور صاحب اقتدار اصحاب کو ان کی خفیہ سرگرمیوں، زہریلے منصوبوں اور خطرناک ریشہ دوانیوں سے خبردار کرنے لگے اور دوں کا تو کیا ذکر خود اپنے لگے

پرانے رفیق ایڈیٹر زمیندار نے اس قسم کے متعدد مضامین، شذرے، آرٹیکل اور رپورٹیں شائع کیں جو ان مخفی ریشہ دوانیوں کے معرات کی آئینہ دار تھیں۔ جیسا کہ ذیل کے چند ایک اقتباسات سے عیاں ہے۔

منافق گروہ کی نشاندھی

"علاوہ ازیں ملت اسلامیہ میں دو ایک منافق گروہ بھی نہ صرف قومی انتشار پھیلا رہے ہیں بلکہ حکومت پاکستان کی ناطاقتی بے بسی اور تہی دستی کا پروپیگنڈا بھی کر رہے ہیں ان حالات کے ہوتے ہوئے اغلب ہے کہ دشمنان اسلام کے حوصلے اور بھی بڑھ جائیں اور مسلمانوں کے دلوں پر دشمنوں کا خوف وہراس اور بھی چھا جائے۔"

(زمیندار ۲۰ ستمبر ۴۸ء صفحہ ۱)

پھر ایک اور مضمون بعنوان "احرار اور کانگرسیوں کی تخریبی سرگرمیاں" "مسلمان خبردار رہیں" اسی زمیندار نے لکھا تھا

زمیندار کا مضمون

"یہ ایک الم ناک حقیقت ہے کہ احراری اور کانگرسی دولت خداداد پاکستان کو بدنام کرنے اور مسلمانوں میں انتشار پیدا کرنے کی ناپاک کوشش کر رہے ہیں فرزندان اسلام کو احراریوں اور کانگرسیوں کی تخریبی سرگرمیوں سے خبردار رہنا چاہئے اور ان کے شرانگیز پروپیگنڈے کا شکار نہ ہونا چاہیے بندگان توحید اس وقت انتہائی نازک اور پرآشوب دور سے گذر رہے ہیں اعدائے پاکستان مملکت پاکستان کی بنیادوں کو کمزور کرنے کے درپے ہیں اور انہوں نے پاکستان گورنمنٹ کے خلاف منظم پروپیگنڈا جاری کر رکھا ہے لیکن مسلمانوں کو دشمنان اسلام کی تخریبی سرگرمیوں سے ہراساں نہ ہونا چاہئے بلکہ صورت حال کا مردانہ وار مقابلہ کرنا چاہئے ازبسکہ ہمارا نصب العین حق و صداقت پر مبنی ہے اس لئے ہماری کامیابی یقینی ہے ضرورت صرف

تنظیم، استقلال اور ایمان محکم کی ہے۔" (زمیندار ۲۰ ستمبر ۴۷ء صفحہ ۶)

پروفیسر صلاح الدین ایم اے

پروفیسر صلاح الدین ایم اے نے لکھا اور زمیندار نے شائع کیا تھا کہ:-

"اس وقت وہ ففتھ کالم غدار جو اپنے آپ کو مسلمان کہہ رہے ہیں اور خفیہ طور پر غیر مسلموں کی دولت کے سراب میں مست ہو رہے ہیں ان کا خاص انتظام کیا جائے اور ان کا موجودہ اقتدار چھین لیا جائے اور انہیں فوراً نظر بند کر دیا جائے یا حراست میں لے لیا جائے۔"

(زمیندار ۲۲ ستمبر ۴۷ء نمبر ۳)

ایڈیٹر زمیندار

پھر ایڈیٹر زمیندار نے "غداروں کے توبہ نامے" کے زیر عنوان لکھا تھا کہ:-

"مغربی پنجاب میں اب بھی ایسے مسلمان موجود ہیں جو ہمیشہ کانگرس کے ایجنٹ بنے رہے ہیں اور آج بھی اپنی عقربی فطرت کا مظاہرہ کر رہے ہیں یہ لوگ اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے پاکستان کے خلاف ہراس انگیز افواہیں پھیلاتے رہے ہیں حکومت مغربی پنجاب کو ان بغلی گھونسوں کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے .... حکومت پاکستان کو بھی وطن کا دامن ان شرمناک دھبوں سے صاف کرنا چاہیئے ورنہ یہ چھپے ہوئے سانپ ملک میں ایسا زہر پھیلائیں گے جس کے لئے کوئی تریاق میسر نہ آسکے گا۔"

(زمیندار ۱۲ نومبر ۴۷ء صفحہ ۳)

ایضاً

"اس وقت ہمارے ضلع میں ایک خطرناک عنصر خفیہ ریشہ دوانیوں میں مصروف ہے اور دشمن کا ففتھ کالم بنا ہوا ہے چنانچہ اس سلسلہ میں "احرار" اور "یونینسٹ" پاکستان کو بدنام کرنے اور نقصان پہنچانے میں نمایاں حصہ لے رہے ہیں

اور بے سروپا جھوٹی خبریں اور غلط افواہیں اس خوبصورتی سے گھڑ کر تمام علاقے میں نشر کی جاتی ہیں کہ الاماں! ان لوگوں نے تہیہ کر لیا ہے کہ جس طرح ہو سکے۔ حکومت کو رسوا کر کے عوام میں اس کا وقار ختم کیا جائے۔"

(زمیندار ۱۰ دسمبر ۴۷ء صفحہ ۳)

پھر اسی اخبار زمیندار نے زیر عنوان "سیالکوٹ میں پاکستان کے خلاف پروپیگنڈا" "حکام شہر فوری توجہ کریں" ذیل کا مضمون شائع کیا تھا

"سیالکوٹ (ڈاک سے) شہر کے باہر ریلوے سٹیشن کے متصل آزاد جنرل ہوٹل نام کا ایک ہوٹل ہے جس کا مالک ایک پرانا متعصب احراری کارکن ہے اس ہوٹل میں احراری کارکن اور پست ذہنیت کے لوگ اکثر جمع ہوتے ہیں اور یہاں بیٹھ کر پاکستان کے خلاف سخت ناقابل برداشت اور مکروہ پروپیگنڈا کرتے رہتے ہیں یہ لوگ آنے والے مہاجرین کو پاکستان کی بے بنیاد خرابیاں اور فرضی نقائص بتا بتا کر متنفر کرنے کی کوشش کرتے ہیں ہوٹل میں وقتاً فوقتاً میٹنگیں بھی ہوتی رہتی ہیں جن میں اسی طرح زہر اگلا جاتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کو حکومت ہندوستان کی طرف سے اب بھی پروپیگنڈے کے لئے اجرت ملتی ہے حکام سیالکوٹ کو اس فتنہ کی جلد سے جلد سرکوبی کرنی چاہئیے۔"

(زمیندار ۷ جنوری ۱۹۴۸ء صفحہ ۶)

عنایت اللہ بخاری کی گرفتاری

پھر اسی اخبار نے زیر عنوان "سید عنایت اللہ شاہ بخاری کی گرفتاری" یہ خبر شائع کی تھی۔

"گجرات ۱۰۔ ۲۳ اکتوبر۔ ملک محمد اسلم صاحب سب انسپکٹر انچارج تھانہ گجرات نے گجرات کے مشہور احراری مولوی سید عنایت اللہ شاہ بخاری خطیب جامع مسجد کو زیر دفعہ

۴ گرفتار کیا ہے مولوی صاحب پر الزام یہ ہے کہ انہوں نے مسجد میں مسلمانوں کے سامنے ایسی تقریر کی جس میں مسلمانوں کو حکومت پاکستان کے خلاف بھڑکایا گیا تھا اور انہیں حکومت کے خلاف بغاوت کرنے کی تلقین کی گئی تھی۔"

(زمیندار ۵ نومبر ۴۷ء ص ۵)

زیر عنوان "پاکستان میں ففتھ کالم کی سرگرمیاں" "زمیندار" نے شائع کیا تھا۔

پاکستان میں ففتھ کالم کی سرگرمیاں

"لاہور – ۱۴ نومبر ایک مقامی اخبار میں پچھلے دنوں یہ خوفناک انکشاف کیا گیا تھا۔ کہ مس مرود لا جب پاکستان میں دورہ کرتی ہوئی لاہور آئی تو اس نے یہاں کے بعض احراری کارکنوں سے مقامی ہندو مہاسبھائی اخبار کے دفتر میں جہاں اس مہاسبھائی ایجنٹ کے ایک کاتب رہتے ہیں مشورے کئے اور ان کارکنوں کو پاکستان میں ایک پروپیگنڈا کرنے کے لئے آلہ کار بنایا گیا جس سے باشندگان پاکستان میں بے چینی اور خوف وہراس پھیلے اور اپنے رہنماؤں اور حکام سے بدگمان اور بدظن رہیں اور اس سلسلہ میں معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ شیخ حسام الدین احراری لیڈر اور کامریڈ مبارک ساغر بھی ان میٹنگوں میں شرکت کرتے رہے ہیں اور کامریڈ مبارک ساغر کو تو مس مذکورہ امرتسر اور جالندھر وغیرہ اپنے ساتھ دورہ کرا کر کانگرسی لیڈروں سے ملاقاتیں کرا چکی ہے یہ امر قابل ذکر ہے کہ احراری اور سوشلسٹ پچھلے دنوں پاکستان کی حفاظت و وفاداری کا عہد مولانا ظفر علی خان کی رہنمائی میں کر چکے ہیں ایسے حالات میں ان لوگوں کے پاکستان کے دشمنوں سے ساز باز کرنا حد درجہ حیرت ناک ہے اور ناقابل معافی ہے ہندو مہاسبھائی اخبار کے مالک کی بلڈنگ میں بظاہر خدام المہاجرین کا دفتر بنایا گیا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ

"پاکستان کے منافق دشمنوں کی پناہ گاہ ہے حکومت کو چاہیے کہ اس اڈے کا فوراً خاتمہ کر دے"

(نامہ نگار)

(زمیندار ۹ نومبر ۱۹۴۷ء صفحہ ۵)

جب چاروں طرف سے گورنمنٹ کو اس قسم کی وارننگ اور اطلاعات ملیں اور پاکستان کی مخالف جماعتوں کی معاندانہ سرگرمیوں کا پتہ چلا تو بقول ایڈیٹر زمیندار اس نے مشتبہ آدمیوں کو سیفٹی ایکٹ کے ماتحت نظر بند کرنا شروع کر دیا۔ صرف گورنمنٹ پنجاب نے ہی صوبہ سرحد کی سرکار نے بھی ایسے لوگوں پر کڑی نگرانی شروع کر دی جس کی وجہ سے دوسروں کی طرح احراری بھی خوفزدہ ہوئے جیسا کہ ذیل کے شذرہ سے ظاہر ہے جو ایڈیٹر زمیندار نے بعنوان "غداری کا انسداد" لکھا تھا:۔

"حکومت مغربی پنجاب مشکوک افراد کو نظر بند کر رہی ہے یہ کاروائی محض احتیاطی قسم کی ہے لیکن ضرورت اس سلسلہ میں ذرا زیادہ تحقیقات کی ہے ہمیں بتایا گیا ہے کہ ایسے لوگ بھی ہیں جو فوج میں بے چینی پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن بظاہر پاکستان کی اطاعت و وفاداری کی راگنیاں چھیڑتے رہتے ہیں سپاہیوں سے یہ کہا جاتا ہے کہ پاکستان کا نظام حکمرانی چونکہ ابھی اسلامی اصول پر قائم نہیں ہوا لہذا اس کے فوجی مجاہدین نہیں کہلا سکتے یہ پروپیگنڈا منافرت انگیزی نہیں ہے خلاف واقعہ بھی ہے ابھی پاکستان کا دستور مرتب نہیں ہوا اپنے دستور کی تکمیل تک پرانے آئین ہی کو مجبوراً اپنانا پڑا ہے۔ حکومت مغربی پنجاب نے جو اعلان شائع کیا ہے حکومت کو ایسے لوگوں کے خلاف شدید کاروائی کرنی چاہیے فوج پاکستان کی جان ہے اگر جان ہی بے چین رہی تو جسم کی حالت کیا ہو گی۔

(زمیندار ۲ اکتوبر ۱۹۴۸ء صفحہ ۳)

احراری سرغنوں کی نظربندی

اور جن لوگوں کو گورنمنٹ پاکستان نے نظربند کیا ان میں احرار کے مشہور سرغنہ شیخ حسام الدین صاحب بھی تھے جن کے متعلق اخبار زمیندار نے مندرجہ ذیل لفظوں میں یہ اطلاع شائع کی تھی۔

"شیخ حسام الدین کی گرفتاری"

"حکومت مغربی پنجاب نے شیخ حسام الدین کو زیر دفعہ ۳ پبلک سیفٹی ایکٹ نظربند کر دیا ہے سرکاری حلقوں کا بیان ہے کہ شیخ صاحب کی سرگرمیاں پاکستان کے لئے ضرر رساں تھی"

(زمیندار یکم اکتوبر ۴۸ء صہ ۳)

پھر انہی کے دوست اخبار "زمیندار" نے یہ بھی بتایا تھا کہ اکیلے شیخ حسام الدین ہی نہیں بلکہ ان کے ساتھ سید مخدوم شاہ ہنوری بھی تھے۔

(زمیندار ۲، اکتوبر ۴۸ء)

اسی واقعہ کے متعلق بعد میں خود ایڈیٹر آزاد نے بھی تسلیم کیا تھا کہ:۔

"آج سے دو سال پیشتر جب افتخار حسین خاں ممدوٹ کی وزارت نے احرار کے دو معزز رفیقوں کو اسی قسم کے (غداری و سازش کے ناقل) شک کی بنا پر گرفتار کیا تھا"

(آزاد ۱۶ مارچ ۵۱ء صہ ۳)

اور پھر ایڈیٹر زمیندار نے ۸ اکتوبر کے پرچہ میں یہ خبر بھی شائع کی تھی کہ:۔

"سیالکوٹ ۶، اکتوبر سیالکوٹ کے مشہور احراری لیڈر شیخ عبدالکریم کو خلاف پاکستان سرگرمیوں کی بنا پر پبلک سیفٹی آرڈیننس کے تحت گرفتار کر لیا گیا"

(زمیندار ۸، اکتوبر ۴۸ء)

اسی طور کے اور بھی کئی حوالے نقل کئے جا سکتے ہیں مگر بخوف طوالت انہی پہ اکتفا

کرتے ہوئے اب ہم یہ بتاتے ہیں کہ جب اس قسم کی پکڑ دھکڑ شروع ہوئی اور اس وقت کی مدوٹ گورنمنٹ نے ان کی شرارتوں کے سدباب کرنے کا منصوبہ بنایا۔ تب یہ لوگ یکدم بوکھلا گئے اور انہیں خطرہ پیدا ہو گیا کہیں ہمارا سارا تانا بانا ہی نہ ادھیڑ کر رکھ دیا جائے اس لئے انہوں نے حکومت کو مغالطہ میں ڈالنے کے لئے جھٹ پٹ مجلس عاملہ کا اجلاس بلا کر خالی خولی اور نمائشی ریزولیوشن پاس کر کے گورنمنٹ اور پریس میں بھیج دیئے۔ تاکہ تاکہ آئی چلائی ہو جائے اور انہیں مملکت پاکستان کے خلاف ریشہ دوانیاں کرنے کے لئے اور ڈھیل مل جائے جیسا کہ اخبار زمیندار کے مندرجہ ذیل اقتباس سے ظاہر ہے۔

"مولوی تاج دین انصاری صدر مجلس احرار اسلام پاکستان نے وزیر اعظم پاکستان خان لیاقت علی صاحب اور خواجہ شہاب الدین وزیر داخلہ کو اور وزیر اعظم مغربی پنجاب کو ذیل کا برقیہ روانہ کیا ہے:۔

مجلس احرار اسلام کی مجلس عاملہ کے متفقہ فیصلہ کے مطابق میں اپنی جماعت کی خدمات حکومت پاکستان کے سپرد کرتا ہوں مہربانی کر کے پنجاب اور سرحد کی حکومتوں کو یہ ہدایات جاری کر دیں کہ مجلس احرار اسلام کو خواہ مخواہ خوفزدہ اور گرفتار نہ کیا جائے جب تک کسی کارکن کے متعلق کافی وجوہ نہ ہوں اس کے خلاف کوئی کاروائی نہ کریں اور ہمیں موقعہ دیا جائے کہ ہم پاکستان کی سربلندی اور استحکام کے لئے اپنی نقد جان بھی قربان کرنے سے دریغ نہیں کریں گے

(از زمیندار ۷ اکتوبر ۱۹۴۸ء صہ ۲)

مگر گورنمنٹ کوئی بچی گولیاں کھیلی ہوئی نہ تھی وہ ان کے دلی منصوبوں کو بھانپ چکی تھی یہی وجہ تھی کہ اس نے ان لوگوں کی اس قسم کی کیا ہوتی ظاہرداری اور نمائشی اطاعت وفرمانبرداری کے ڈھونگ کو پرکاہ برابر بھی وقعت نہ دی بلکہ جس وقت احراری سرغنہ شیخ حسام الدین

مجلس عاملہ کے اجلاس سے فارغ ہو کر گھر جا رہے تھے گورنمنٹ کے احکام کے ماتحت انہیں راستہ میں ہی گرفتار کر لیا گیا اور اس وقت ان کی اور ان کے حامیوں کی چیخ و پکار کا کوئی نتیجہ نہ نکلا جیسا کہ "زمیندار" نے بھی ان کی گرفتاری کا ذکر کرتے ہوئے لکھا تھا کہ

"ہمارے لئے حیرت انگیز امر یہ ہے کہ شیخ صاحب کو اس وقت پاکستان کا مخالف سمجھ کر نظر بند کیا گیا ہے جب وہ مرکزی مجلس احرار کی عاملہ کے اجلاس سے فارغ ہو کر آ رہے تھے اور اجلاس میں پاکستان کی غیر مشروط اطاعت و وفاداری کی قرارداد منظور کی گئی تھی (الخ":

(زمیندار یکم اکتوبر ۴۸ء صد ۲)

زعمائے احرار کا پبلک میں اظہارِ اطاعت

اس کے بعد جب ان لوگوں نے دیکھا کہ ہمارے اس قسم کے ریزولیوشن بھی اکارت گئے تب انہوں نے دار الخلافہ پنجاب (لاہور) میں ایک پبلک جلسہ کر کے اور اس میں اپنے امیر شریعت کو کھڑا کر کے ایک بار پھر گورنمنٹ اور ساتھ ہی پبلک کو بھی اپنی وفاشعاری و اطاعت کا یقین دلانے کی سعی ناکام کی۔ قیام پاکستان کے بعد غالباً یہ پہلا پبلک جلسہ تھا جو احرار نے منعقد کیا اور یہ بھی اغلباً پہلا موقع تھا۔ جبکہ ایک لمبے عرصہ کی عزلت گزینی و خاموشی کے بعد مولوی عطاء اللہ بخاری نے پبلک کے سامنے آکر اپنی اور اپنے ساتھیوں کی معصومیت اور بے گناہی کا اظہار کر کے اور اپنی اطاعت و وفاشعاری کا یقین دلانے کے ساتھ ہی ادھر ادھر کی بہت سی باتیں بنا کر اور اپنی چرب زبانی سے دوسروں کو مسحور کرتے ہوئے یہاں تک بھی کہہ ڈالا کہ مجلس احرار کا جو رکن پاکستان کے خلاف ہو میں خود اس کو گولی مار دینے کے لئے تیار ہوں۔ جیسا کہ ایڈیٹر زمیندار نے بعنوان "احرار کی رفتار" لکھا تھا۔

"مجلس احرار پاکستان کی عاملہ نے ایک قرارداد منظور کی جس میں پاکستان کی غیر مشروط

اطاعت و وفاداری کا اظہار کیا اپنی خدمات پاکستان کی حفاظت کے لئے وقف کر دینے کا اعلان کر دیا اس "اقرار باللسان" کو "تصدیق بالقلب" تک پہنچانے کے لئے لاہور مجلس احرار کا ایک عظیم الشان جلسہ ہوا جس میں احرار کے سب سے بڑے لیڈر مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری نے تقریر کی اس تقریر میں پاکستان کی اطاعت و وفاداری کا اظہار۔ فداکاری و جاں نثاری کے عزائم تک کیا گیا شاہ صاحب نے یہاں تک فرمایا کہ مجلس احرار کا جو رکن پاکستان کے خلاف ہو میں خود اس کو گولی مار دینے کے لئے تیار ہوں۔ شیخ حسام الدین اور سید مخدوم شاہ بنوری کے متعلق بھی انہوں نے یہی کہا کہ ان پر اگر پاکستان سے غداری کا الزام درست ہو تو ان کو گولی مار دی جائے تو مجھے مسرت ہوگی ...... شاہ صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ جب انگریز کا راج تھا تو میں امام حسینؓ کی تقلید میں برسر جنگ تھا۔ پاکستان قائم ہو چکا ہے تو میں نے امام حسنؓ کی پیروی اختیار کر لی اب امن و صلح کے لئے کسی ممکن قربانی سے دریغ نہیں کرونگا شاہ صاحب نے اعلان کیا کہ مجلس احرار اپنی تمام سرگرمیاں دفاع پاکستان کی راہ پر ڈال رہی ہے اور کسی کام میں حصہ نہیں لے گی یہاں تک کہ انتخابات میں بھی حصہ نہیں لیا جائے گا۔ اگرچہ جلسہ میں قرارداد تعزیت (قائد اعظم ناقل) پیش نہ ہونے کے باعث عوام کے شکوک میں بہت بڑی تخفیف نہیں ہوئی لیکن شاہ صاحب نے جو کچھ کہا اس سے احرار کے آئندہ پروگرام اور طریق کار کی پوری طرح وضاحت ہوتی ہے۔

(زمیندار ۱۷ اکتوبر ۱۹۴۸ء صفحہ ۲)

احرار کی نمائشی فرمانبرداری سے گورنمنٹ متاثر نہ ہوئی :-

مگر ان لوگوں کی اس قسم کی فقرہ بازی۔ لچھے دار تقریر اور ظاہری فرمانبرداری کا اقرار اور امن و صلح کاری کے نمائشی وعدے وعید حکومت پر مطلقاً کوئی اثر نہ ڈال سکے اور صدوٹ گورنمنٹ نے احرار نظر بندوں کو بالکل رہا نہ کیا۔ بلکہ پہلے سے زیادہ ہوشیار ہو کر ان کی نگرانی میں اور بھی مستعدی

کا اظہار کیا کیونکہ وہ جانتی تھی کہ ان لوگوں کا اس قسم کی تقریریں کرنا ان کے خلوص اور صفائی قلب کی دلیل نہیں کیونکہ یہ جو کچھ بھی کہا جارہا تھا محض اپنی چمڑی بچانے کے لئے کہا جارہا تھا بلکہ احرار کے اس جلسہ کی کارروائی کا حال سنکر عوام الناس کی طرح وہ بھی اس خیال پر اور پختہ ہوگئی کہ ان لوگوں کے دل تا حال صاف نہیں ہوئے بلکہ ان میں ابھی تک وہی پرانا بغض۔ کینہ حسد۔ غصہ۔ نفرت اور حقارت کا جذبہ موجود ہے جو قیام پاکستان سے قبل قائد اعظم مسلم لیگ اور خود پاکستان کے خلاف ان کے اندر پوری شدت سے موجود تھا ورنہ یہ کیسے ممکن تھا کہ بھرے مجمع میں دوسرے کے اصرار پر بھی انہوں نے جھوٹے منہ قائد اعظم کی وفات پر تعزیت کی قرارداد پیش نہ کردائی اس جلسہ میں قرارداد تعزیت پیش کرنا ہی اس امر کی دلیل محکم ہے کہ ان لوگوں کے دل اس وقت تک نفرت سے لبریز تھے اور ان کے قلوب میں قطعاً کوئی تبدیلی پیدا نہ ہوئی تھی۔ پہلے اگر یہ لوگ قائد اعظم اور آپ کے ساتھیوں کو کھلے بندوں برا بھلا سمجھتے تھے آپ کو یزید اور آپ کے ساتھیوں کو فوج یزید کہا کرتے تھے تو اب ان کے امیر شریعت نے یہاں اپنے پرانے مقولہ کو اور رنگ میں ادا کردیا کہ میں انگریزی عہد میں امام حسین کی تقلید میں برسر جنگ تھا[۲]۔ بخاری صاحب کس سے برسر جنگ تھے؟ ہر ایک جانتا ہے قائد اعظم اور آپ کے جانباز ساتھیوں سے ہی برسر جنگ تھے اور اسی مناسبت سے آپ کو اور آپ کے رفقاء کو یزید اور فوج یزید کہا جاتا تھا۔ اب پاکستان بن جانے کے بعد ایسے کھلے کھلے الفاظ میں دل کی بات کہنے کی جرأت تو نہ رہی تھی اس لئے اپنے اندرونہ کو اس رنگ میں ظاہر کردیا اور یہ بات ان کی دلی کیفیت کو بخوبی عیاں کر رہی ہے۔

اور بخاری صاحب کا یہ کہنا کہ اب جبکہ پاکستان بن چکا ہے میں نے امام حسن کی پیروی اختیار کرلی ہے۔ درست نہیں کیونکہ حصول پاکستان کی جنگ کے بعد اگر انہوں نے حضرت

[۲]۔ اب امام حسن کی پیروی اختیار کرلی ہے۔

حسنؓ کی واقعی پیروی اختیار کر لی تھی تو ایسی حالت میں انہیں چاہئے تھا کہ وہ ان کے ساتھی مسلم لیگ سے اپنا الگ نظام الگ انجمن - الگ نام اور الگ سٹیج نہ رکھتے بلکہ کاملۃً مسلم لیگ سے ہم آہنگ ہوتے ہوئے اسی میں مدغم ہو جاتے اور اسی کے قانون - قاعدوں اور پروگرام کے پابند ہو کر ملک کے لئے کوئی تعمیری کام کر کے دکھاتے۔ سیدنا حضرت امام حسنؓ نے ذوقت سے اکھڑے صلح کر کے اپنی جمعیت سے دستبرداری اختیار کی ہے جب یہ فتوے بخاری صاحب منہ سے نکال رہے تھے اس وقت تک باوجود قوم کے اصرار کے بھی الگ تنظیم - الگ نظام - الگ جتھہ بندی کے ساتھ چمٹے ہوئے تھے ایسی حالت میں حضرت امام حسن کی پیروی کا دعوی کرنا دوسروں کو بے وقوف بنانا نہیں تو اور کیا ہے بہرحال ان لوگوں کا اس قسم کے ریزولیشن پاس کرنا - جلسے منعقد کرنا اور گورنمنٹ اور پبلک کو اس قسم کی لچھے دار تقریروں سے لبھا کر اپنے ڈھب پر لانے کی کوشش کرنا عبث ثابت ہوا - اور بخاری صاحب کی چیخ پکار اور دھواں دھار تقریر اور بڑھ بڑھ کر باتیں بنانا اور دوسروں کو مرعوب و متاثر کرنا قطعی طور پر بیکار گیا ان کی فقرہ بازی سے نہ محدوث گورنمنٹ نے کوئی اثر قبول کیا اور نہ ہی بقول "زمیندار" "عوام کے شکوک میں بہت بڑی تخفیف ہوئی"

باقی رہا بخاری صاحب کا یہ اعلان کہ اب "مجلس احرار اپنی تمام سرگرمیاں دفاع پاکستان کی راہ پر ڈال رہی ہے اور کسی کام میں حصہ نہیں لیگی - کبھی شرمندہ معنی نہ ہوا۔

دفاع پاکستان کا نعرہ محض ڈھونگ تھا

اس میں شک نہیں کہ احراریوں نے گورنمنٹ کی کڑی نگرانی سے بچنے کے لئے دفاع پاکستان کا ڈھونگ ضرور رچایا اور عام معمولی دفاعی سرگرمیوں میں حصہ لینے کے لئے اپنے رضاکاروں کو تحریک کی اور فرسٹ ایڈ اے آر - پی اور نیشنل والنٹیرز کور میں حصہ لینے کے لئے کہا گیا

مگر یہ تمام سرگرمیاں دفاعِ پاکستان کی خاطر نہ تھیں بلکہ محض اپنی تنظیم اور جتھہ بندی کو اور بھی منظم و مضبوط اور مستحکم بنانے کی غرض سے تھیں دفاعِ وطن کے لئے ضروری تھا کہ ملک میں خوف اور ہراس پیدا نہ کیا جاتا۔ مملکت کو ہر قسم کی فرقہ وارانہ کشمکش تلخی اور انتشار سے بچا کر اہل پاکستان میں اتحاد و اتفاق کی روح پھونکی جاتی مگر جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں یہ لوگ پاکستان میں آتے ہی خوف و ہراس بددلی اور انتشار پیدا کرنے میں لگ گئے اور جب اخبارات نے شور مچایا۔ گورنمنٹ نے انہیں ٹوکا۔ ان کی کڑی نگرانی شروع کی اور ان کی نظر بندی کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ تب انہوں نے پینترا بدلا اور اپنی سابقہ روش بدل کر فرقہ وارانہ تلخی پھیلا کر کے ملک میں باہمی منافرت اور بے چینی و خلفشار پھیلانا شروع کر دیا بخاری صاحب نے یہ تو ٹھیک کہا کہ آئندہ انتخابات میں حصہ نہیں لیا جائے گا۔ مگر اس لئے نہیں کہ یہ قوم کی خاطر ایثار سے کام لینا چاہتے تھے بلکہ اس لئے اور محض اس لئے کہ الیکشن کے موقعہ پر قوم نے ان کو جھوٹے منہ بھی ووٹ دینے کی حامی نہیں بھری تھی بھلا یہ ممکن تھا کہ جو لوگ اپنی ملت فروشیوں اور قومی غداریوں کی بدولت قوم کی نگاہ سے گر چکے تھے اس کے دل میں ان کی کوئی وقعت نہ رہی تھی اس کے نزدیک یہ انتشار پسند اور قیام پاکستان کے دلی مخالف تھے ایسی حالت میں انتخابات کے موقعہ پر وہ کیسے ووٹ دیتی اور اپنے ووٹوں سے انہیں کونسل اور اسمبلی کی نشستوں پر بٹھانے کی خواہاں ہوتی اور خود یہ بھی جانتے تھے کہ انہیں کسی حال میں بھی قوم سے ووٹ نہیں مل سکتے اسی لئے ان کے امیر شریعت نے اپنے ایثار یا بے نیازی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہہ ڈالا۔ ہم آئندہ انتخابات میں حصہ نہیں لیں گے۔

احرار صرف مخالف ہیں کہ مملکت میں انتشار پیدا کرنا چاہتے تھے۔

اس طرح ان کا یہ کہنا بھی درست نہ تھا کہ ہم آئندہ اور کسی کام میں حصہ نہیں لیں گے

حالانکہ یہ شروع سے ہی اپنے دلوں میں اس خواہش کو لئے بیٹھے تھے کہ وہ مسلم لیگ کے ہم آہنگ ہونے کی بجائے حزب مخالف بن کر رہیں گے اور اپنی تیزی طراری سے جہاں صاحب اقتدار اصحاب کو پریشان کرتے رہے ہیں وہاں عام پبلک کو بھی ہراساں کرتے رہیں گے۔

عوام و خواص کی نگاہ میں احرار مبغوض مردود اور غدار ٹھہرے

خود ماسٹر تاج الدین نے کہا تھا کہ :۔

" آپ کو معلوم ہے کہ ہم سیاست میں حزب مخالفت کی حیثیت سے رہنا چاہتے تھے مگر بڑے لوگوں نے فرمایا کہ ہم ایسا نہیں چاہتے حالات اس کی اجازت نہیں دیتے ہم نے بات سمجھانے کی کوشش کی۔ دلائل سے بات کی پتھر کھائے۔ اور اچھی خاصی پٹائی کے باوجود خندہ پیشانی سے آپ کو سمجھاتے رہے جب یہ سمجھا کہ آپ نے سمجھنا ہی نہیں تو بحالت مجبوری ہتھیار ڈال دیئے "

(آزاد ۲۶ دسمبر ۵۰ء)

" کیا یہ واقعہ نہیں کہ حزب مخالف کی آواز آج ان گوشوں سے بلند نہیں کی جاتی جن کو غدار یا دشمن پاکستان کہہ کر ٹھکرا دیا جاتا تھا۔ بلکہ یہ صدا ایوان حکومت کے باضابطہ اور بے ضابطہ دیوانوں اور خفیہ کمروں کی چھتوں سے ٹکراتی ہوئی تمام فضاؤں میں .... سرمیلی بنتی غزاتی ہے "

(آزاد ۶ نومبر ۵۰ء صفحہ ۳)

" آج مسلم لیگ کے بعض مخلص اور دیرینہ خادم جن کو پنجاب مسلم لیگ کے ستون کہا جاتا ہے مسلم لیگ سے ناراض ہو کر اپنے رہنماؤں کے بارے میں ایسی باتیں کہتے سنے گئے ہیں جنہیں اگر ہمارے جیسے بدنام اور معتوب لوگ زبان پر لاتے تو ایک قیامت برپا ہو جاتی ..... جب میدان سیاست میں ایک سچی بات کہنے پر اسے (مجلس احرار) ڈانٹ کر خاموش کر دیا

گیا تھا۔" (آزاد ۱۳ اکتوبر ۵۰ء صفحہ ۳)

"آج سے تین سال پیشتر شیخ حسام الدین جنرل سیکرٹری مجلس احرار پاکستان نے رہنمایانِ مسلم لیگ کو مخاطب کرتے ہوئے باغ بیرون دہلی دروازہ کے عظیم الشان جلسہ میں یہ مشورہ دیا تھا کہ ہر ایک صحت مند حزب مخالف کی ضرورت اور موجودگی پر ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں احرار رہنما کے اس اصولی اور صحیح مشورہ سے مسلم لیگ کیمپ کی قہر آلود جبیں پر بہت زیادہ شکن پڑ گئے تھے۔ احرار کو مطعون کیا گیا۔ انہیں شک و شبہ کی نگاہوں سے دیکھا گیا اور ہمارے معزز اراکین کو جیل کی ہوا کھانا پڑی" (آزاد ۱۳ اکتوبر ۵۰ء صفحہ ۳)

"پاکستان کے ابتدائی دور میں اگر مجلس احرار اسلام اس ضد پہ اڑ جاتی کہ حزب مخالف کا مطالبہ جائز مطالبہ ہے اور ہم اسے منوا کر رہیں گے تو کیا نتیجہ نکلتا مسلم لیگ کے ہی معزز اراکین جو اس وقت برسر اقتدار تھے ہم پر غداری کا الزام لگا کر ہماری کھال کھنچوا دیتے اور ہم بے موت مر جاتے۔" (ایضاً)

"تاریخ کا یہ کتنا عبرتناک باب ہے کہ عطاء اللہ شاہ بخاری اور اس کے رفیقانِ کار آج مطرود اور ٹھکرائے ہوئے ہیں جس نے اپنے سرمایہ حیات کو تج کر وقت کے رنگ و رخ کو سنوارا۔ آج وہ ملت اسلامیہ کا مبغوض ہے"

(آزاد ۲۰ مارچ ۵۱ء صفحہ ۲)

"آج پاکستان میں ان آزادی پسند لوگوں کو (مراد احراری ہیں ناقل) جنہوں نے انگریز جیسے جابر و قاہر آقا کی اسلام دشمن کے خلاف جنگ کی۔ کھلا غدار کہا جاتا ہے"

(آزاد)

اس طرح کے اور بھی بہت سے اقتباس یہاں نقل کئے جا سکتے ہیں مگر یہ جاننے کے لئے کہ

ان لوگوں نے مسلم لیگ، مسلم اکثریت اور مسلم حکومت کے مصالح سے ہم آہنگ ہونے کی بجائے شروع دن سے ہی اپنے آپ کو حزب مخالف کی پوزیشن میں ظاہر کرنا چاہا اور اس کے لئے بے چین رہے اور اسی کی خاطر آج تک کوشاں بھی رہے جس کی وجہ سے صاحب اقتدار اصحاب، قوم اور لیڈران قوم کی نگاہوں میں بقول خود یہ لوگ بدنام، معتوب، ملعون، مطرود، مبغوض، غدار، ٹھکرائے ہوئے اور "دشمن پاکستان" ٹھہرے اور انہی کی تحریروں کی رو سے ان کی "اچھی خاصی پٹائی" بھی ہوئی۔ انہیں "ڈانٹ ڈپٹ" کر خاموش بھی کرا دیا گیا۔ حتیٰ کہ ان پہ "پتھراؤ" بھی ہوا "جیل کی ہوا" بھی کھانا پڑی۔ کیوں؟ اس لئے اور محض اس لئے کہ نئی نئی اسلامی سلطنت کے مصالح سے ہم آہنگ ہونے کی بجائے ڈیڑھ اینٹ کی الگ مسجد بنا کر اس کی مخالفت کرنا ہی انہیں مطلوب و محبوب تھا اور اس کے لئے یہ دن رات سرگرداں اور غلطاں و پیچاں رہتے تھے بس بخاری صاحب کا یہ کہنا کہ ہم اور کسی کام میں حصہ نہیں لیں گے یہاں تک کہ انتخابات میں بھی حصہ نہیں لیا جائے گا۔ صحیح نہ تھا کیا جن لوگوں کو پاکستان میں دن رات حزب مخالف بن کر رہنے کا چاؤ تھا، تمنا تھی اور جس کے لئے وہ برابر متواتر کوشاں رہے ان کے متعلق کوئی باور کر سکتا تھا کہ یہ اور کسی کام میں حصہ نہیں لیں گے یہی وجہ ہے کہ گورنمنٹ نے ان کی کسی بات پر اعتبار نہیں کیا۔ اور ان پر متواتر ملت اور مملکت کی طرف سے اس بات کے لئے دباؤ ڈالا جاتا رہا کہ اپنی منافرانہ روش بدل دیں۔ ریشہ دوانیوں سے باز آ جائیں، مخالفت چھوڑ دیں سیاست سے دستبردار ہو جائیں اور حزب مخالف بننے کی خواہش ترک کر دیں۔

حکومت کی کڑی نگرانی سے بچنے کیلئے احرار نے پینترا بدلا؟

مگر باوجود قوم اور ذی اقتدار اصحاب کی خواہش اور دباؤ کے بھی یہ لوگ، اپنی الگ مسجد کو علی حالہ

قائم و برقرار رکھنے پر مصر رہے حتیٰ کہ اس طرح ایک سال اور بھی گذر گیا مگر جب انہیں محسوس ہوا کہ مدوٹ گورنمنٹ انہیں اس حال میں نہیں رہنے دیگی تب انہوں نے حکومت کی کڑی نگرانی اور گرفت سے بچنے کے لئے ایک اور پینترا ایدلا ۔ اور مجبور و بے بس ہو کر گورنمنٹ کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے اور آئیندہ سیاست سے دستبرداری کا اقرار کرتے ہوئے مجمع عام میں اپنی الگ تنظیم اور جھنڈا اور رضاکارانہ نظام کو ہمیشہ کے لئے توڑ دینے کا اعلان کر دیا جیسا کہ انہی لوگوں کے مندرجہ ذیل اتیالی بیانوں سے ظاہر ہے یہ اس لئے بھی کیا تاکہ گورنمنٹ باور کرے کہ احراری تنظیم مسلم لیگ میں مدغم کر دی گئی ہے مگر یہ نرا تعالعل اور دھوکا تھا جیسا کہ آگے چل کر انہی کے اقبالی بیان سے بتایا جائے گا ۔

سید نور الحسن بخاری نے لکھا تھا ۔

۱ ۔ وطن عزیز کے استخلاص و استقلال کے بعد مجلس احرار نے محسوس کیا کہ ایک تبلیغی جماعت مین حالات میں مجبوراً سیاست سے الگ رہنی تھی وہ حالات بدل گئے ہیں لہٰذا اس نے لاہور کے گلی کوچوں میں اپنے مجاہدانہ رضاکاروں کی منظم اور مسلح مارچ اور لاہور کے شاہی قلعہ کے سایہ میں قومی نمائش کے بعد دہلی دروازہ کے باہر کانفرنس کے آخری اجلاس میں اعلان کر دیا کہ مجلس آج سیاست سے یکسر دستکش ہوتی ہے ۔"

(آزاد لاہور ۳۰ اپریل ۱۹۵۱ء صہ)

۲ ۔ نئی مملکت کے بقاء اور پیش افتادہ الجھے ہوئے مسائل نے ہمیں مجبور کر دیا کہ ہم مسلم لیگ کی اس غلط خواہش کا احترام کریں اور ہتھیار ڈال دیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہم نے جب مسلم لیگ کے سامنے ہتھیار ڈالے تو ہم نے تمام اثاثہ حکومت اور مسلم لیگ کے سپرد کر دیا ہزار ہا مخلص بہادر اور آزمودہ کار قومی رضاکاروں میں بھرتی کرا دیئے ۔" (آزاد)

(۳) اسی طرح مولوی احمد علی امیر خدام الدین نے بھی بیان کیا تھا کہ "ملک کے تقسیم ہو جانے کے بعد احرار نے سیاست میں مسلم لیگ ہی کے ہاتھ میں ملک کی باگ ڈور دے دی (۱) اور ایثار کرکے (۲) سیاسی میدان میں کام کرنے کے لئے احرار رضا کاروں کی جو تنظیم تھی اسے توڑ دیا اور اسی دہلی دروازہ (لاہور) کے میدان میں ایک بہت بڑے اجلاس میں امیر شریعت۔ مجاہد اعظم حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری نے اپنے رضا کاروں کو فرمایا تھا میں انہیں حکم دیتا ہوں کہ تم سب سیاسی خدمات انجام دینے کے لئے مسلم لیگ کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو جاؤ۔"

(آزاد لاہور ۵ جون ۱۹۵۱ء صفحہ ۴)

(۴) "تقسیم وطن کے بعد ارباب اقتدار کے احرار اور حالات کی ناساعدگی نے مجلس احرار کو ملکی سیاست سے دستکشی پر مجبور کر دیا مگر یہ دست کشی کوئی نیک فال نہ تھی بلکہ یہ ایک سیاسی حادثہ تھا کیونکہ مجلس احرار بہترین اور مخلص دوست اور ایماندار اور شریف دشمن ہے۔"

(آزاد ۱۲ دسمبر ۱۹۵۲ء صفحہ ۲)

احرار کا اپنی تنظیم کو توڑنا طوعاً نہیں بلکہ کرہاً تھا

الغرض احرار نے جو کچھ بھی کیا قوم اور مملکت کے مفاد کی خاطر نہیں کیا اپنی مرضی اور خاموشی سے نہیں کیا اور نہ ایثار سے کام لیتے ہوئے کیا جیسا مولوی احمد علی صاحب وغیرہ نے ظاہر کیا ہے بلکہ انتہائی مجبوری اور دباؤ کے ماتحت کیا گیا۔ مولوی صاحب کا یہ کہنا تو محض ان کی خوش فہمی ہے کہ احرار نے سیاست میں مسلم لیگ کے ہاتھ میں ملک کی باگ ڈور دے کر ایثار سے کام لیا۔ احرار کے پاس ملک کی باگ ڈور تھی ہی کب جو انہوں نے مسلم لیگ کے حوالہ کر دی ایسی بے بسی مجبوری اور بے چارگی کی حالت میں "ایثار" کے اظہار کا کوئی موقعہ بھی تھا؟

احرار کی یہ قلابازی ایک گہری چال تھی :-

احرار کی اس عاقبت نا اندیش قلابازی اور ایکٹنگ کی تہہ میں یقینی طور پر گہری چال ۔ دفع الوقتی ۔ مداہنت اور نفاق کارفرما تھا ۔ اگرچہ یہ لوگ دل سے قطعاً نہیں چاہتے تھے کہ اپنا قدیم مسلک بدل ڈالیں سیاست سے دستبردار ہوجائیں اور اپنے رضاکارانہ نظام کو لیگی نظام میں مدغم کردیں اور سیاسی ورکروں کو مسلم لیگ میں بھرتی کروا کر اس کو تقویت پہنچائیں اور یہ جو کچھ بھی ہم نے کہا ہے حقیقت پر مبنی ہے اور اس کی تائید میں ہم انہی کے تصدیقی بیان نقل کئے دیتے ہیں جن کے پڑھنے سے معلوم ہوجائے گا کہ ان لوگوں نے ۱۹۴۹ء میں ایسا کچھ کرکے دل کی تبدیلی کا ثبوت نہیں دیا تھا بلکہ محض پینترا بدلا تھا اور ایک خطرناک گہری چال چلی تھی اور گورنمنٹ اور مسلم عوام کو مغالطہ میں ڈالکر اپنے دلی منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے کے لئے صرف راستہ بدلا تھا اور اپنی باریک در باریک اور پُرفریب و پیچ در پیچ چالوں سے مسلم لیگ اور پاکستان کو کمزور کرکے اپنا دلی مقصد حاصل کرنے کے لئے محض ایک ڈھونگ رچایا تھا ۔ اور مسلم لیگ کے مقابلہ میں جنگ کا صرف رخ بدلا تھا نہ کہ تبدیلیٔ قلب کا ثبوت دینے کے لئے ہمیشہ کے لئے اس کے آگے ہتھیار ڈالے تھے

احرار نے پینترا بدل کر دل کی صفائی کا ثبوت نہیں دیا تھا بلکہ فوت حاکمہ کو دھوکا دیا تھا :-

جس کے ثبوت میں خود انہی کی اقبالی شہادت پیش کی جاتی ہے

"قیام پاکستان کے بعد جب ملک کے استحکام اور سالمیت نے (احرار سے) یہ مطالبہ کیا کہ انہیں سیاست سے الگ ہونا چاہئے تو انہوں نے یہ زہر کا پیالہ پینا ہی گوارا کرلیا وہ جماعت جس نے جدوجہد آزادی کے لئے ہر ممکن قربانی پیش کی تھی یوں یکایک میدان سے واپس ہوئی کہ چشم بصیرت ششدر رہ گئی یہ ایک ایسی روح فرسا بات تھی کہ جسے حیرانی

سے سنا اور دیکھا گیا۔ لیکن فیصلہ میں کوئی غلطی نہ تھی میدان جنگ میں فوجوں کو کبھی کبھی پسپائی کا حکم بھی دیا جاتا ہے لیکن جنگ ختم نہیں ہو جاتی اور مقصد دفن نہیں ہو جاتا۔

(آزاد ۳۰ اپریل ۵۱ء ص۷)

دیکھ لیجئے یہ لوگ خود اقراری ہیں کہ ہم نے ۴۹ء میں احراری رضاکاروں کا نظام توڑ کر۔ احرار ورکروں کو مسلم لیگ کا ممبر بنا کر سیاست سے دستبرداری کا اعلان کرکے تبدیلی دل کا ثبوت نہیں دیا تھا بلکہ اس دستبرداری کو "زہر کا پیالہ" سمجھ کر اسے بہ جبر و اکراہ حلق سے تیر کیا تھا نہ کہ بخوشی و رضامندی کے ساتھ یہ میدان جنگ سے واپسی محض ایک چال تھی مسلم لیگ اور احرار کے مابین اس وقت ان کے نزدیک جنگ کی حالت موجود تھی اس وقت کا اجتماع اور ڈھونگ محض ایک پسپائی تھی اس ڈھونگ سے جنگ ختم کرنا مقصود نہ تھا۔

دراصل پاکستان بننے کے وقت احرار بوجہ اپنی ملت فروشیوں اور قومی غداریوں کے قوم کی نگاہ میں بقول خود معلون۔ مردود۔ مطرود۔ مبغوض ہونے کے ساتھ ہی بے حد کمزور بھی ہو چکے تھے جیسا کہ انہیں خود بھی تسلیم ہے کہ "قیام پاکستان کے فوراً بعد ہم احرار بے حد کمزور ہو گئے تھے"۔

(آزاد ۴ نومبر ۵۰ء ص۲)

اور برسر اقتدار طبقہ کی نظروں میں بھی بدنام۔ معتوب اور مقہور ہو چکے تھے اور قدم قدم پر انہیں روکا ٹوکا۔ ڈانٹا۔ ڈپٹا اور دھتکارا جاتا تھا اور یہ قطعاً اس قابل نہ رہے تھے کہ اپنے کھوئے ہوئے وقار کو بحال کرنے کے لئے ملک میں کوئی تحریک جاری کر سکتے۔ جیسا کہ مولوی مودودی صاحب نے بھی اپنے تحقیقاتی عدالت والے بیان میں لکھا تھا کہ:-

مودودی صاحب کا بیان

"حقیقت یہ ہے کہ احرار اپنی سابقہ کانگرسیت کی وجہ سے مسلمانوں میں سخت غیر مقبول ہو چکے تھے اور ان کی

حیثیت ہرگز نہ رہی تھی کہ اپنے بل بوتے پر اس ملک میں کوئی عام تحریک برپا کر سکتے :

(بیان عدالت مودودی صاحب صفحہ ۲۱-۲۰)

ان حالات میں مجلس احرار کو ایک توانیسے زبردست سہارا کی ضرورت تھی جو ان کے خفیہ منصوبے کی تکمیل میں ان کا پشتیبان ہو اور دوسرے ایسے دلکش نعرہ کی ضرورت تھی جس کی آڑ میں وہ ملک کے عوامی حلقوں پر نہایت کامیابی کے ساتھ چھا جائیں اور ان کی عقیدتوں کا رخ اپنی طرف پھیر کر انہیں اپنے مقاصد کے لئے بآسانی استعمال کر سکیں چنانچہ یہ سہارا مسلم لیگ نے دیا اور نعرہ کے لئے "تحفظ ختم نبوت" اور "ردِ مرزائیت" کے الفاظ ایجاد ہوئے جس کی تفصیل اگلے باب میں آ رہی ہے۔

ردِ مرزائیت کی آڑ میں

پاکستان کیخلاف منظم تحریک

قائد اعظم کی وفات کے بعد معمارِ پاکستان کی زندگی میں احرار کو یہ موقعہ نہ مل سکا کہ وہ کوئی منظم تحریک جاری کر سکیں مگر جونہی قائد اعظم مرحوم نے آنکھیں بند کیں ان کی امیدوں کے غنچے کھل گئے اس کا کسی قدر تذکرہ پہلے ہو چکا ہے برسر اقتدار طبقہ کو مغالطہ میں ڈالنے اور حلیم عوام کے دل اپنی مٹھی میں لینے کے لئے جگہ جگہ دفاعی کانفرنسوں کا ڈھونگ رچایا اور اپنے لئے راہ صاف کی اور اس میں جہاں مملکت سے دکھاوے کی وفاداری اور لیگ سے دوستی اور اس کے لئے نام نہاد "ایثار" کا مظاہرہ کیا۔ وہاں تبلیغ کے نام سے "حصارِ احمدیت" پر دوبارہ گولہ باری کرنے کے لئے بھی سبیل ڈھونڈ نکالی اور یہی مناسب سمجھا کہ پاکستان کو کمزور لیگ کو کھوکھلا اور احمدیت کو تباہ و برباد اسی طرح کیا جا سکتا ہے کہ مسلم لیگ میں گھس کر اس کے ممبروں کے دل و دماغ میں اپنے افکار و خیالات جاگزین کرکے اور انہیں اپنے رنگ میں رنگین کرکے اپنا مدعائے دلی حاصل کیا جاوے صرف اسی پر اکتفا نہ ہو بلکہ خود مسلم لیگ پر قبضہ جما کر اور اگر داؤ بھر جائے اور موقعہ ملے تو زمامِ سلطنت بھی ہاتھ میں لینے سے گریز نہ کیا جائے۔

مسلم لیگ پر قبضہ جمانے کی مزوّرانہ چالیں اس قسم کا داؤ کھیلنے کے لئے ان کا یہ پہلا موقعہ نہ تھا بلکہ اس سے پیشتر یہ کم از کم دو بار

اس قسم کی مزدورانہ چال چل چکے تھے مگر ملت اسلامیہ کی خوش قسمتی تھی کہ بابائے ملت نے ان کی گندی ذہنیت اور نیتوں کا فساد بھانپ لیا۔ اس لئے ان کے سامنے ان کی کچھ پیش نہ گئی۔

یہ کوئی فرضی بات نہیں خود ان کے ڈکٹیٹر نے اس گہری چال کا بڑے فخریہ انداز میں ذکر کیا ہے چوہدری افضل حق لکھتے ہیں۔

"احرار سرمایہ دار جماعتوں میں جاتے ہیں تو وہاں اپنا رنگ جماتے ہیں۔ ہم جمیعت اتحاد کی طرح نکلتے نہیں بلکہ نکال دیئے جاتے ہیں۔ ہم دوسروں کی ہاں میں ہاں نہیں ملاتے بلکہ اپنے مسلک کو آگے بڑھاتے ہیں اور دوسروں کی بساط پر اپنے پاؤں پھیلاتے ہیں کوئی جماعت یہ برداشت نہیں کرتی کہ کوئی اور جماعت اپنے مسلک کی نشرو اشاعت کر کے دوسروں کے خوابوں کو پریشان کر دے پس برسر اقتدار جماعت ایسا قانون و قاعدہ بنا دیتی ہے کہ جس کی بنا پر جماعت احرار کا بنا اور برسر اقتدار آنا ممکن ہو جائے اول سرمایہ دارانہ نظام میں گھس کر کامیاب حملہ کیا مشکل ہے باوجود اس کے ہم نے لیگ میں دو دفعہ گھسنے کی کوشش کی تاکہ اس پر قبضہ جما لیں۔ دونوں دفعہ قاعدے اور قانون بنا دیئے گئے تاکہ ہم بیکار ہو جائیں۔"

(خطبات احرار صفحہ ۹۵)

قائداعظم کے جیتے جی تو انہیں پھر اس قسم کی چال چلنے کی جرأت نہ ہوئی مگر آپ کے انتقال فرماتے ہی ان لوگوں کو اپنا پرانا داؤ کھیلنے کا موقعہ مل گیا اور انہوں نے ایک تیرے دو شکار مارنے کا منصوبہ باندھا ایک تو یہ کہ مسلم لیگ میں گھس کر اس کے ممبروں کو اپنا ہم خیال و ہم رنگ بنا کر انہی کے ہاتھوں مسلم لیگ کے کاموں کو پامال کیا جائے اور ان کو ساتھ ملا کر انہی کے تعاون اور اشتراک سے احمدیت کو موت کے گھاٹ اتارا جاوے۔

احرار احمدیت کو تباہ و برباد کرنے کے لئے مذموم سے مذموم ذریعہ بھی استعمال کرنے پر آمادہ تھے :-

دوسرے اگر موقعہ مل جاوے تو لگے ہاتھوں مسلم لیگ پر قابض ہونے کے ساتھ ہی زمام سلطنت بھی ہاتھوں میں لے کر "حکومت احراریہ" جس کا دوسرا نام "حکومت الٰہیہ" رکھا گیا تھا قائم کرکے اپنا دیرینہ خواب بھی دنیا کو پورا کرکے دکھلا دیا جائے

"بس! یہ ہے ان کا وہ بہاعتی مقصد جس کے حصول کے لئے انہوں نے پینترا بدلا اور یہ لوگ خود اقراری ہیں کہ جو کچھ بھی کیا گیا ایک سوچی سمجھی سکیم کے تحت کیا گیا اور اس تیقید میں کوئی غلطی نہ تھی"

(آزاد ۳۰ اپریل ۵۱ء)

بلکہ حصول مقصد کے لئے انہوں نے اسے نہایت ضروری سمجھا اور مقصد کو حاصل کرنے کی خاطر حقیر سے حقیر بلکہ اخلاق انسانیت اور دینداری سے گرے ہوئے وسیلوں سے کام لینے میں بھی انہوں نے کسی قسم کی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کی یہ خیال کسی بدظنی پر محمول نہ کیا جائے کیونکہ خود یہی لوگ بتا چکے ہیں کہ ہم اپنے مقصد کی خاطر ہر جائز اور ناجائز وسیلے کام میں لانے سے پرہیز نہیں کریں گے بلکہ حصول مقصد کے لئے گندے سے گندے کام سے بھی گریز نہ ہوگا۔ خلاف شریعت کاموں سے بھی اعراض نہیں کریں گے۔ احمدیت کے مٹانے کی خاطر ہم اپنے دشمنوں کے کتے پالیں گے ان کے سور چرائیں گے۔ اپنی دلی غرض پوری کرنے کے لئے ضرورت پڑنے پر ان کے آگے گڑگڑانا پڑے تب بھی مضائقہ نہیں سمجھیں گے الغرض ہر ایک طریقہ اچھا ہو یا برا۔ استعمال میں لا کر اس مقصد کو حاصل کریں گے چنانچہ ان کے امیر شریعت نے مسلم لیگیوں کو مخاطب کرتے ہوئے برملا کہا تھا کہ تم احمدیت کے خلاف ہمارا ساتھ دو میں

تمہارے لئے کتے پالوں گا اور تمہارے سؤر چراؤں گا۔ آپ کے اصل الفاظ یہ ہیں۔

امیر شریعت کتے پلنے اور سؤر چرانے پر آمادہ ہو گئے :-

(۱) "میں تمہارے کتے پالنے کو تیار ہوں میں تمہارے لئے سؤر چراؤں گا"

(آزاد ۱۸ فروری ۱۹۵۳ء)

تحفظ ناموس رسول تو محض ملمع سازی اور دوسروں کو بہلانے کی خاطر ہے جس کی اصل حقیقت یہی ہے کہ تم احمدیت کو فنا کرنے میں ہماری امداد کرو ہم اس کے بدلے تمہاری ذلیل سے ذلیل خدمت انجام دینے کے لئے بھی حاضر ہیں۔

ایک دوسرے موقعہ پر تو گویا یہ بات اس سے بھی زیادہ صاف اور واشگاف لفظوں میں اپنا مدعائے دلی کہہ ہی ڈالا کہ

(۲) "قادیانیت کو ختم کرانے کے لئے میں ہر کام کرنے کو تیار ہوں خواہ اس کے لئے مجھے سؤر ہی کیوں نہ چرانے پڑیں"

(اخبار تسنیم ۱۷ فروری ۵۳ء صفحہ ۶)

ان فقروں کو پڑھکر اس امر کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ احرار کے امیر شریعت کے سینہ پر کینہ میں جماعت احمدیہ کے خلاف کس قدر شدت سے آتش انتقام شعلہ زن ہے جو انہیں آل رسول ہونے پر بھی کتے پالنے پر آمادہ کر رہی ہے امیر شریعت ہونے کے باوجود سؤر چرانے پر اکسا رہی ہے اسی طرح مسلم لیگی صاحب اقتدار کو مخاطب کرتے ہوئے یہ بھی کہا کہ "ہمیں تو آپ لوگوں سے کبھی بات تک کرنا گوارا نہ تھا۔ احمدیت کو مٹانے کے لئے ہمیں تمہارے آستانوں پر جانا پڑے۔ تمہارے آگے جھکنا پڑے۔ گڑگڑانا پڑے۔ الغرض تمہاری امداد حاصل کرنے کے لئے ہمیں ہر ایک اچھا یا برا طریقہ کام میں لانا پڑے ہمیں اس میں تامل تک باقی نہ ہوگا۔ آپ کے اصل الفاظ یہ ہیں :-

ا

بخاری صاحب کو مقصد براری کے لئے لیگیوں کے سامنے مجبوراً جھکنا اور ان کے آستانہ پر گڑگڑانا پڑا :-

(۳) "اگر آقائے نامدار مسلم کا نام درمیان میں نہ ہوتا تو ہم کبھی آپ سے بات نہ کرتے اور آج اس کملی والے کے طفیل تمہارے آستانوں پر جانا پڑتا ہے تمہارے سامنے جھکنا پڑتا ہے یاد رکھو کہ محمدؐ کے ناموس کے بچانے کے لئے ہم تمہارے سامنے جھک جائیں گے ایک ایک مسلمان تمہارے آستانوں پر جھک جائے گا گڑگڑائے گا تا آنکہ ہر طریقہ استعمال کرکے تمہاری مدد حاصل کرے گا"

(زمیندار ۱۲ اگست ۵۲ء صـ ۲)

اسی پر ہی اکتفا نہیں اس سے بھی دو قدم آگے بڑھ کر ان لوگوں نے مسلم لیگی عمائدین کو فاسق و فاجر بناتے ہوئے بھی حصول مقصد کے لئے ان کی امداد حاصل کرنے میں قطعاً "ہچکچاہٹ" محسوس نہ کی۔ ایڈیٹر اخبار آزاد نے احرار کی ترجمانی کرتے ہوئے صاف اور واضح لفظوں میں لکھ دیا تھا کہ :-

حقیر سے حقیر وسیلہ اختیار کرنے سے پرہیز نہیں کریں گے :-

(۴) اگر ہمیں اپنے مقصد کے لئے حقیر سے حقیر وسیلہ بھی اختیار کرنا پڑا۔ تو ہم اس سے گریز نہ کریں گے یہاں معاملہ فسق اور کفر کا ہے اس لئے ہم فسق کو گلے لگا کر کفر کو کیفر کردار تک پہنچائیں گے۔۔۔۔ اس لئے ہم کمتر وسیلہ اختیار کرکے اس (مقصد) کو حاصل کریں گے"

(آزاد ۳۱ جنوری ۵۱ء)

یہ قول جہاں ان کی اخلاقی اور دینی حالت کا آئینہ دار ہے وہاں اس بات کا بھی مظہر ہے کہ ان لوگوں کو احمدیت سے تو ذاتی بغض اور عناد تھا ہی۔ مسلم لیگ۔ اس کے ممبروں عہدہ داروں اور بڑے بڑے عمائدین سے بھی قلبی نفرت تھی اور وہ ان کی نظروں میں احمدیوں

کی طرح کھلے کھلے کافر۔ مرتد زندیق نہ بھی ہوں مگر فاسق۔ فاجر۔ گمراہ۔ بے دین لامذہب ملحد۔ غیر اسلامی زندگی بسر کرنے والے اور قابل نفرت ضرور تھے جن کے ساتھ تعاون کرنا بھی ان کی "دینداری" نے کبھی پسند نہیں کیا تھا جیسا کہ ابتدائی صفحات میں بتایا جا چکا ہے کہ قائد اعظم کی دعوت عام کے جواب میں ان کے امیر شریعت یہ فقرہ زبان پر لائے بغیر نہ رہ سکے

" مجلس احرار دینداروں کی جماعت ہے ہم دینداروں کے ساتھ مل سکتے ہیں۔ ہم ان لوگوں کے ساتھ کبھی ایک میز پر نہیں بیٹھ سکتے .... ہم ان لوگوں کے ساتھ کبھی نہیں مل سکتے۔ جن کی زندگیاں ساری کی ساری غیر اسلامی ہیں "

مظہر علی اظہر کا بیان

اسی رنگ کا ایک بیان مسٹر مظہر علی اظہر نے بھی دیا تھا جس میں تحقیقاتی عدالت کے ہر دو فاضل ججوں کے قول کے مطابق انہوں نے کہا تھا۔ کہ "مسلم لیگ فرقہ پاکستان کا ایک سٹنٹ ہے اور وہ نہ تو مسٹر جناح کو قائد اعظم تسلیم کرتے ہیں اور نہ مسلم لیگ کو مسلمانوں کی جماعت مانتے ہیں کیونکہ مسٹر جناح کی زندگی غیر اسلامی ہے"

(اخبار ملت لاہور ۲۸ اپریل ۴۶ء صفحہ ۱)

اب ضرورت پڑنے پر انہی لوگوں سے برضا و رغبت تعاون کیا جنہیں یہ لوگ عام طور پر فاسق فاجر۔ بے دین اور لامذہب کہا کرتے تھے اور ان سے اشتراک اور تعاون کسی حال میں بھی گوارا نہ ہوتا تھا ایسا کیوں ہوا اس لئے اور محض اس لئے کہ وقتی طور پر چھوٹے دشمن کو ساتھ ملا کر بڑے دشمن کا قلع قمع کیا جائے اور اس کے بعد موقعہ ملتے ہی چھوٹے دشمن کا بھی کانٹا باسانی نکال کر چین کی بنسری بجائی جائے۔

ایک ضروری سوال

ممکن ہے اس جگہ کوئی یہ سوال کر بیٹھے کہ احرار نے مسلم لیگ سے تعاون کرکے احمدیہ جماعت کے خلاف محاذ بنانے کی بجائے

جماعت احمدیہ کو ساتھ ملا کر مسلم لیگ سے نبرد آزما ہونا کیوں پسند کیا جبکہ وہ مسلم لیگ سے
ہی تازہ تازہ شکست کھا کر ذلت و رسوائی کے گڑھے میں چپ سادھے پڑے تھے۔

سوال کا مختصر جواب

تو اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ احرار اس بات کو اچھی طرح سمجھتے
تھے کہ جماعت احمدیہ اپنے مسلک کے خلاف ملک کی قوت
حاکمہ سے نبرد آزمائی قطعاً پسند نہیں کر سکتی اسی طرح وہ اس قماش کے لوگوں سے بھی کسی
حال میں تعاون کرنے پر آمادہ و تیار نہیں ہو سکتی۔ جو ملک کے امن و امان کو ہر وقت خطرہ میں
ڈالنے کے خواہاں ہیں چونکہ جماعت احمدیہ ان لوگوں کی سرشت۔ ذہنیت اور رگ پٹھوں
سے بخوبی واقف و آگاہ تھی اس لئے اسی کا ان کے بھرّے میں آنا قطعی ناممکن اور محال تھا یہی وجہ
ہے کہ ان لوگوں نے اسی کو اپنے لئے مفید سمجھا کہ وہ مسلم لیگ سے اظہار دوستی کرکے اور مسلم
لیگی عوام سے رابطہ بڑھا کر ان پر اپنا اثر ڈالیں اور ان کا تعاون حاصل کرکے اپنے دلی منصوبوں
کو عملی شکل دیں کیونکہ وہ یہ بات اچھی طرح سمجھتے تھے کہ جماعت احمدیہ کے جھروں کی بجائے
اس بھولی بھالی قوم کو اپنے اثر میں آسانی کے ساتھ لایا جا سکتا ہے جو بار بار زخم کھا کر بھی
عیار دشمن کے بھرّے میں آکر اس کا اثر قبول کرنے کو تیار ہو جاتی ہے چونکہ قوم کے مزاج اور
ذہن سے احراری خوب واقف ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ اپنے بھولے پن اور سادگی کی بدولت
بھولنے اور بار بار دھوکہ کھا جانے کی عادی ہو چکی ہے لہذا اس کی افتاد طبیعت کو ملحوظ رکھتے
ہوئے اس سے ضرور فائدہ اٹھانا چاہئے یہ کوئی فرضی باتیں نہیں اس بھولی بھالی فریب عیاری
کا شکار ہو جانے والی قوم کے اس مزاج اور عادت کا ذکر خود احرار نے بھی کیا ہے۔
چنانچہ ایڈیٹر آزاد نے لکھا تھا کہ :-

احرار نے مسلم قوم کے بھولے پن سے ہمیشہ ہی ناجائز فائدہ اٹھایا اور اسے شدید نقصان پہنچایا

اسلامی اصولوں سے عملاً دوری کے باوجود مسلمانانِ پاکستان میں غیر شعوری طور پر مذہبی جذبہ موجود ہے انہیں ہر سمجھدار انسان اسلام کے نام پر اپنے مطلب کے لئے سانچہ میں جب چاہے ڈھال سکتا ہے

بدقسمتی سے ہماری قوم میں بھولے پن اور دھوکا کھا جانے کا نقص بدرجہ اتم موجود ہے۔ اکثر جماعتوں اور مختلف گروہوں نے (صاف نام کیوں نہیں لیتے کہ یہ کانگرسی اور احراری تھے۔ ناقل) مسلمانوں کے جذبات سے کھیل کر اپنا کام نکالا اور بھولی بھالی قوم کو بری طرح دھوکا دیکر زخم پر زخم لگائے مگر یہ قوم کچھ دنوں کے بعد پھر بھول گئی کہ اس سے کیا فریب اور خطرناک دھوکا کیا گیا ہے۔ زیادہ عرصہ گذرنے نہیں پاتا کہ قوم تازہ دم ہو کر پھر چاروں طرف آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتی اور کسی فریب خوردگی کے لئے آمادہ و تیار نظر آتی ہے۔ پرانے شکاری پھر نئے جال لے کر آموجود ہوتے ہیں۔ فریقین کی جادوگری قوم کے دل و دماغ پر مسلط ہو جاتی ہے اور بدقسمت قوم ٹھوکر پر ٹھوکر کھاتی چلی جا رہی ہے۔"

(آزاد یکم دسمبر ۵۰ء ص ۳)

یہ ہے ہماری قوم کی افتادِ طبیعت۔ جس سے احراری بخوبی واقف ہونے کے باعث عرصہ دراز سے اسے بار بار چرکے لگا کر زخم ہرے کرنے سے نئے روپ میں نمودار ہو کر اسے اپنے ہمرنگِ زمین جال میں پھانس لیتے ہیں اور وہ بھی بار بار اپنی سادگی۔ اخلاص اور بھولے پن کی وجہ سے ان کے پھندے میں آکر ہر بار نقصان پر نقصان اٹھانے کو آمادہ و تیار ہو جاتی ہے اس دفعہ احرار قوم کے سامنے جس روپ میں آئے وہ دفاع کانفرنس کا ڈھونگ اور "رد مرزائیت" کا حربہ تھا جو پہلے بھی یہ لوگ آزما چکے ہیں اور اس آزمودہ حربہ کے ذریعہ قوم کو اپنی مٹھی میں لے کر کافی سے زیادہ نقصان پہنچا چکے ہیں۔ انہوں نے سمجھا کہ اس

دفعہ بھی مذہب کے نام پر مرمٹنے اور اپنے آپ کو اس پر نچھاور کر دینے والی قوم اسی کارگر حربہ کے ذریعہ قابو میں لائی جاسکے گی چنانچہ احراریوں اسی حربہ کو کام میں لائے اور ایک دفعہ پھر اپنی عیاری و چالاکی سے قوم کو تباہی و بربادی کے گڑھے میں دھکیل کر زخمی اور لہو لہان کر کے اسے ترقی کی راہ سے دور اور کہیں دور پھینک دیا۔ حالانکہ اس سے پہلے قوم کے ایک غمگسار

"ردِ مرزائیت" احرار نے جلبِ منفعت اور حصولِ اقتدار کا ذریعہ بنا رکھا ہے

ہمدرد نے جو خود احراریوں کے گھر کا بھیدی محرم راز اور ان کا معتمد خاص تھا اپنی قوم کو بڑی دردمندی سے ان کے اس حربہ (ردِ مرزائیت) کی اصل حقیقت سے آگاہ کر دیا تھا جو سراسر ان کی ذاتی منفعت اور حصول اقتدار کا ذریعہ بنا ہوا تھا جو اقتدار حاصل کرنے اور قوم کی جیبیں خالی کرنے کے لئے بارہا استعمال میں لایا گیا۔ اس کے متعلق خدائے جبار و قہار کی قسم کھا کر سچ سچ بیان کر چکا تھا جیسا کہ اس کے حلفیہ بیان سے ظاہر ہے جو اخبار زمیندار ۲، ۲۶ اگست سنہ میں شائع ہو کر ہر خاص و عام کے علم میں آچکا تھا

گھر کے بھیدی سیفی کاشمیری سابق سیکرٹری مجلس احرار اسلام لاہور کا حلفی بیان :-

میں ان مسلمانوں کی خدمت میں جن کے دل میں خدائے قہار و جبار اور اس کے برگزیدہ رسول سرورِ کائنات حضرت محمدؐ عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات کی محبت کا جذبہ ہے اپنے ذاتی تجربہ کی بناء پر جو کچھ مجھ کو احرار کے سرکردہ لیڈروں کی معیت۔ احرار کے دفتر مرکزی میں ایک لمبے عرصہ کی رہائش اور ہمارے احرار کی پرائیویٹ مجالس کی کارروائی سننے کے بعد حاصل ہوا تھا۔ خدائے وحدہٗ لاشریک کی قسم کھا کر جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتی کا کام ہے قطعی اور یقینی طور پر کہتا ہوں کہ مجلس احرار کی مرزائیت یا قادیانیت کے خلاف تمامتر جدوجہد اور قادیان کے خلاف یہ سب پروپیگنڈا محض

مسلمانوں سے چندہ وصول کرنے اور کونسل کی ممبری کے لئے ان سے ووٹ حاصل کرنے کے لئے سوچے۔ احرار کے لیڈر اس حقیقت کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ مسلمان اپنے جذبۂ ایمان کے باعث اسلام کے نام پر مر مٹنے کے لئے تیار ہے پس مسلمانوں میں اپنی ساکھ بٹھانے، اور ان سے چندہ وصول کرنے کا بہترین ذریعہ یہی ہے کہ تبلیغ اسلام اور تردید "قادیانیت" کو بہانہ بنایا جائے اس طریق سے ایک طرف تو ان سے چندہ وصول کیا جائے اور دوسری طرف ان سے وعدہ لیا جاوے کہ وہ ہر آئندہ کونسل کے انتخاب میں ووٹ احرار کے نمائندے کو دیں گے چنانچہ یہی وجہ ہے کہ احرار اپنی تبلیغی کانفرنس صرف انہی مقامات پر منعقد کرتے ہیں جہاں سے احراری نمائندہ آئندہ انتخاب میں کھڑا ہو رہا ہو۔ لیکن جہاں سے ان کا نمائندہ کھڑا نہ ہو رہا ہو وہاں پر تبلیغی کانفرنس منعقد نہیں کرتے ان کانفرنسوں کے لیکچراروں کی آخری تان یہاں آکر ٹوٹتی ہے کہ کونسل میں اپنا نمائندہ اس کو بناؤ جو احراری ہو۔ میرا یہ بیان محض ایک خیال یا نتیجہ نہیں جو واقعات سے اخذ کیا گیا ہو۔ بلکہ میں نے خود احرار کے بڑے بڑے لیڈروں کو بار بار یہ کہتے سنا ہے کہ حصول مقصد کے لئے قادیانیوں کے خلاف پروپیگنڈا ایک ایسا ہتھیار ہمارے ہاتھ میں ہے جس سے ہم تمام مخالفتوں کو دور کر سکتے ہیں اور ہر قسم کی مالی یا انتخابی مشکل اس سے حل ہو سکتی ہے۔"

(منقول از الفضل ۳۰ اگست ۳۶ء)

چنانچہ اس دفعہ بھی احراریوں نے اپنے کھوئے ہوئے وقار کو بحال کرنے اور قوم کی جیب پر ڈاکہ ڈالنے اور اس بھولی بھالی قوم کو ایک بار پھر گرار چرکہ لگانے کی غرض سے یہی آزمودہ حربہ استعمال کیا۔

پاکستان میں آکر پھر اسی حربہ کو استعمال میں لایا گیا | چنانچہ اسی تجویز کے ماتحت سب

سے پہلے فروری ۴۸ء میں انہوں نے لاہور میں دفاع کانفرنس کے نام سے ایک جلسہ منعقد کیا جس کے

"آخری اجلاس میں یہ اعلان کر دیا کہ مجلس آج سیاسیات سے یکسر علیحدگی اختیار کرتی ہے اور اپنی تمام سرگرمیاں فتنہ مرزائیت کے سدباب پر مرکوز کرتی ہے۔"

(آزاد ۳۰ اپریل ۵۱ء صک)

یہ ڈھونگ کامیاب نہ ہوا

مگر عجیب بات یہ ہے کہ ان کے اس نمائشی ڈھونگ سے نہ تو گورنمنٹ چنداں متاثر ہوئی اور نہ عوام نے کوئی خاص دلچسپی لی اور انہیں بعد میں کہنا پڑا کہ:۔

احرار کا اقبالی بیان

"لاہور میں آل پاکستان دفاع کانفرنس منعقد ہوئی۔ اس دن کے بعد مجلس نے تبلیغ کا کام شروع کر دیا .... جن حالات میں کام شروع ہوا وہ بہت حوصلہ شکن تھے قدم قدم پر کانٹے۔ مرزائیوں نے اس انداز میں پروپیگنڈا شروع کر دیا کہ پرانے غدار ملت کو بہکانے آئے ہیں یہ حربہ کافی سود مند تھا .... شروع شروع میں عوام نے کان پھیر لئے کہ یہ احرار لیڈر اپنی لیڈری کی دکان چمکانے کے لئے قوم کو مذہبی مناظروں میں بھی الجھانا چاہتے ہیں"

(آزاد ۴ مئی ۵۱ء صہ)

اس میں کلام نہیں کہ احراری اس کانفرنس کے بعد گورنمنٹ کو مغالطہ میں ڈال کر اس کی کڑی اور شدید نگرانی سے بچ گئے مگر تاہم ان کی عزتیں و فرقہ وارانہ کارروائیوں پر مسلسل نوٹس لیا جاتا رہا اور انہیں بار بار رد کا ڈر لگا بھی جاتا رہا بالخصوص ان کے ناقوس خصوصی اخبار "آزاد" کو تو آئے دن نوٹس موصول ہوتے رہے اور وارننگ کی جھنکار رہی اور

تپنہ دباز پرسس ہوتی رہی۔ گو پہلے کی نسبت گورنمنٹ کا دبدبہ نرم ہو گیا تھا۔

لیگ میں اختلاف باہمی کیوجہ سے ممدوٹ گورنمنٹ کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی

جس کے باعث ان کی مغالطہ دہی کے علاوہ یہ بھی تھا کہ خود گورنمنٹ کی توجہ بعض دیگر امور کی طرف مبذول ہو چکی تھی اور اس کی وجہ سے وہ ان تخریبی عناصر کی شرانگیزیوں پر کماحقہ توجہ قائم نہ رکھ سکی ان دیگر امور سے خود احراری بھی واقف ہو چکے تھے اور انہیں بھی ملک کی افق سیاست پر اختلاف باہمی نا اتفاقی اور پھوٹ کے کالے کالے بادلوں کی چھوٹی چھوٹی ٹکڑیاں منڈلاتی نظر آ گئی تھیں اور یہ اس امر کے متوقع اور منتظر تھے کہ یہ ٹکڑیاں جلد ہی مہیب اور ہمہ گیر شکل اختیار کرنے والی ہیں اس لئے یہ طالع آزما احراری سورما موقع کے منتظر رہے حتیٰ کہ ان کا نخل امید جلد ہی بار آور ہوا اور دنیا نے سن لیا کہ پنجاب کی مسلم لیگ اور اس کے معزز اراکین باہمی اختلاف۔ نا اتفاقی اور پھوٹ کا شکار ہو کر حصول اقتدار کی خاطر ایک دوسرے کو گرانے کے لئے میدان کارزار میں نکل رہے ہیں

(انا للہ وانا الیہ راجعون)

قائد اعظم کی وفات پر احرار وغیرہ کو طالع آزمائی کا موقعہ مل گیا۔

پنجاب کے مسلم لیگیوں میں اختلافات تو قائد اعظم کی زندگی میں ہی رونما ہو چکے تھے مگر مرحوم کی عظیم المرتبت شخصیت اس برائی کو تیز و تند شکل اختیار کرنے میں مانع رہی مگر جب آپ دلدغالی سے راہی عالم جاودانی ہو گئے۔ تب یکدم یہ اختلاف پھوٹ پڑے اور ان دشمن عناصر کو موقع دیدیا۔ کہ وہ جہاں [illegible] اور سہمے بیٹھے ہیں پبلک میں آکر طالع آزمائی کر دیکھیں۔ چنانچہ جماعت اسلامی۔ خاکسار۔ اسلام لیگ۔ کمیونسٹ اور احرار کیلمنٹ اپنی اپنی کمین گاہوں سے باہر نکل آئے اور ہر ایک نے اپنی قسمت آزمائی کے لئے

اپنا اپنا پانسہ پبلک کے سامنے پھینک دیا جن میں احرار سب سے پیش پیش تھے کیونکہ اس وقت جس شخص کے ہاتھ میں ان لوگوں کی باگ ڈور تھی وہ لدھیانہ کے ماسٹر تاج دین تھے جن کے متعلق چوہدری افضل حق لکھ گئے ہیں کہ

"ماسٹر تاج الدین انصاری ہماری جماعت میں بڑے جوڑ توڑ کے آدمی ہیں وہ سوکھی مٹی سے محل تعمیر کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔" (تاریخ احرار صفحہ ۱۳۰)

حکمران پارٹی میں پھوٹ پڑنے سے احرار کو جوڑ توڑ اور مدعائے دلی حاصل کرنے کا موقع مل گیا :-

حکمران طبقہ میں پھوٹ کیا پڑی - جوڑ توڑ کرنے والوں کے لئے "بلی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹ پڑا" ایسے لوگوں کو اور کیا چاہیے تھا لیگیوں کے اختلاف نے ان کے گھروں میں گھی کے چراغ جلا دیئے۔ خوشی کے مارے ان کی باچھیں کھل گئیں ان کے دل فرط مسرت سے ناچنے لگے نوجوان مسلم لیگیوں کی عاقبت نااندیشی کے باعث ان کے دلوں سے قوت حاکمہ مسلم لیگ اور گورنمنٹ پاکستان کا رعب جاتا رہا اور جہاں انہوں نے مسلم لیگ میں گھس کر اور لیگیوں کے اختلافات باہمی سے واقف ہو کر اپنی ریشہ دوانیوں اور وسیلہ کاریوں سے انہیں اور بھی بڑھایا اور ان کو ایک دوسرے سے ایسا پھاڑ دیا کہ وہ پھر کبھی سر جوڑ کر ایک جگہ بیٹھ ہی نہ سکیں وہاں احراریوں کے سربراہ اور اس کے ساتھیوں نے ایسے جوڑ توڑ سے بھی کام لیا کہ ممبران لیگ دوسرے کو گرانے اور اپنے جتھہ کو مضبوط بنانے کے لئے ان لوگوں کی امداد و اعانت کے خواہاں بنا دیئے گئے۔ آہ! لیگی نوجوانوں سے یہ ایسی اندوہناک کمزوری کا اظہار ہوا جس کی بدولت نہ صرف ان کا عزو وقار جاتا رہا۔ اور ان کی یک جہتی مضبوطی اور قوت کا بھرم کھل گیا بلکہ ان کا رعب اور دبدبہ بھی لیگ کے مخالف عناصر کے دلوں سے یکسر اٹھ گیا اور یہ ایسا الم ناک حادثہ تھا

کہ اس پر جس قدر بھی رنج اور تاسف کا اظہار کیا جائے کم ہے اسے ہماری قیاس آرائی پر محمول نہ کیا جائے بلکہ یہ ایک حقیقت ہے چنانچہ احراریوں کے "بڑے جوڑ توڑ کے آدمی" ماسٹر تاج الدین صاحب نے بھی زعمائے لیگ کی اس کمزوری کا ذکر کیا ہے۔

لیگی زعماء کی کمزوری پر احرار کے سربراہ کا طنز و طعن

"مسلم لیگ کے رہنما اور کارکن گھر کے چار دن کونے کھدرے ہیں۔ اور ہم فقیروں کو بلاتے ہیں احرار والو آجاؤ! مسلم لیگ ختم ہو گئی اب اس میں رکھا ہی کیا ہے ابھی ہم کچھ نہیں کہہ سکتے ابھی ہم کچھ نہیں کہہ پاتے کہ دوسرے کونے سے آواز آتی ہے ادھر مت جانا یہ ہوس پرستوں اور بے ایمانوں کی ٹولی ہے۔ آنا ہے تو ادھر آؤ۔ یہ ٹولی دوسری ٹولی پر کیچڑ اچھالتی ہے اور چھینٹے پھینکتی ہے ہم غریب لوگ بیچ میں کھڑے مچھلی بازار کی آوازیں سن رہے ہیں اور اگر کچھ عرض کرنے کی جرات بھی کرتے ہیں تو صرف یہ کہتے ہیں کہ آپ سب رلنے کو ہیں۔ ہمیں اپنا موقف معلوم ہے ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ دیجئے یہ نہ ہوگا کہ آپ جب چاہیں اور جدھر چاہیں ہانکتے پھریں۔ اور ہر سال آپ ایک نیا تقاضا لے کر تشریف لائیں اور پھر ہمیں منانے کی کوشش کریں۔" (آزاد ۲۶ دسمبر ۵۰ء ص ۲)

دیکھ لیجئے! ان الفاظ سے کس قدر نفرت و حقارت مترشح ہے یہ نتیجہ ہے باہمی پھوٹ اور انشقاق کا۔ جس سے دشمن کو ایسی توہین آمیز باتیں کہنے کا آسانی سے موقع مل گیا۔ بہرحال اس وقت جو کچھ بھی احراری کہہ سکے وہ کہہ ڈالا مگر یاں ان کے سربراہ کا یہ کہنا قطعاً درست نہیں کہ اس وقت دونوں پارٹیاں اپنی اپنی مدد کے لئے پکار رہی تھیں۔ ممدوٹ پارٹی سے تو احرار خار کھائے بیٹھے تھے اور ان کی شکل

دیکھنے کے بھی روادار نہ تھے۔ کیوں کہ وہ سمجھتے تھے کہ پاکستان بن جانے کے بعد ہماری جوگت بنی اور قدم قدم پر احرار کو جس طرح ٹوکا ڈانٹا اور ڈپٹا گیا اور ان کے ارمانوں کا خون کیا گیا۔ اور انہیں حزب مخالف بننے کی تمنا تک پوری نہ کرنے دی۔ وہ اسی ممدوٹ گروپ کی بدولت ہوا۔ اور اسی برسر اقتدار گروپ کی وجہ سے ہی یہ معتوب، مقہور، مردود اور مبغوض بنے اور غدار کہلاتے۔ اور انہیں کیسے دباؤ اور کڑی نگرانیوں کے باعث انہیں اپنی تنظیم توڑنی پڑی، سیاست سے دست برداری اختیار کرنا پڑی۔ اپنے مقام سے نیچے اترنا پڑا۔ اور مسلم لیگ کا دبیل بن کر رہنا پڑا۔ وہ بھلا ایسے لوگوں کی طرف کس طرح متوجہ ہو سکتے تھے۔ اور خود ممدوٹ گروپ کے لوگ جنہوں نے احرار کو کبھی منہ بھی نہ لگایا تھا۔ اور نہ ان کو کبھی کوئی اہمیت دی تھی۔ ان کے متعلق تو خیال بھی دل میں نہیں لایا جا سکتا۔ کہ کبھی انہوں نے بھی احراریوں کو فریق مخالف کا مقابلہ کرنے کے لئے بلایا ہو۔

احرار سے دولتانہ گروپ طالب امداد ہوا نہ کہ ممدوٹ پارٹی

اس بارہ میں ایڈیٹر ملت کا لکھنا ہی درست معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان لوگوں کو دعوت اتحاد دینے والے اور ان کی امداد کے خواہاں میاں ممتاز محمد دولتانہ اور ان کا گروپ تھا۔ جو اس وقت ممدوٹ پارٹی کو شکست دے کر خود برسر اقتدار آنے کا خواہشمند تھا۔ جیسا کہ لکھا ہے:۔

"ادھر بدقسمتی سے مسلم لیگ میں بعض اقتدار پسند لوگ بھی گھس آئے تھے۔ جن کی قیادت کے فرائض میاں ممتاز محمد خاں دولتانہ نے ادا کئے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ خان ممدوٹ کی موجودگی میں پنجاب میں کسی اور لیڈر کی دال نہیں گل سکتی۔ تو

انہوں نے غیر لیگی عناصر سے پینگیں بڑھانا شروع کر دیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہی (احراری) لوگ جو دہلی دروازے کے سامنے سرکلر روڈ پر جوتے چٹخاتے پھرتے تھے۔ یکایک اہمیت اختیار کرنے لگے۔" (ملت لاہور ۸۔ جولائی ۵۳ء صـ ۳)

پس مجلس احرار کے سربراہ کا یہ کہنا قطعاً صحیح نہیں کہ مسلم لیگ کی دونوں پارٹیاں انہیں اپنی اپنی امداد کے لئے بلا رہی تھیں۔ درست یہی ہے کہ دولتانہ گروپ نے انہیں پکارا۔ اور یہ لوگ (جو مدت سے ایسے موقعہ زرین کے منتظر تھے) اس کے ادنیٰ اشارے پر ہی اس کی اعانت و امداد کے لئے اپنی خدمات پیش کرتے ہوئے ان کی طرف بڑی تیزی سے لپکے۔ کیونکہ یہی تو چیز تھی جس کی بنا پر انہیں آگے بڑھنے اور دلی مقصد حاصل کرنے کا موقع مل سکتا تھا۔ پس مسلم لیگ کے ایک

مسلم لیگ کے نئے گروپ سے گٹھ جوڑ احرار کے لئے مفید ثابت ہوا

نئے مگر اچھے خاصے مضبوط اور طاقتور گروہ سے گٹھ جوڑ ان کے دلی منصوبے پورا کرنے کے لئے بے حد مفید ثابت ہوا۔ اور احراریوں نے مسلم لیگ میں گھس کر اقتدار کے خواہشمند مسلم لیگیوں سے خوب خوب ہی محبت کی پینگیں بڑھائیں اور ان سے رابطہ قائم کر کے اور آنے والے الیکشن میں انہیں کامیاب بنانے کے وعدے کر کے نہ صرف ان کا دل ہی اپنی مٹھی میں لے لیا۔ بلکہ اپنی تخریبی سرگرمیوں کو بلا روک ٹوک اور بغیر کسی دغدغہ اور رکاوٹ کے جاری رکھنے کے لئے ان کی ہمدردیاں بھی حاصل کر لیں۔ چنانچہ اس بحث اور رپٹ کے بعد ان کے لئے ضروری ہو گیا کہ احرار اپنے سربراہ کی زیر ہدایت جہاں اندرونی طور پر ریشہ دوانیاں کر کے لیگی حلقوں کی ضرورت و اہمیت کا خیال پیدا کرنے کی کوششوں میں مصروف

رہیں وہ اپنا کھویا ہوا اثر و وقار عام پبلک میں بحال کرنے کے لئے اپنے نام نہاد تبلیغی سرگرمیوں کو تیز سے تیز تر کرتے چلے جائیں۔

اب چوں کہ حکومت کی گرفت ڈھیلی ہو چکی تھی۔ بلکہ درون پردہ ہمت افزائی ہونے لگی تھی۔ اس لئے ان کی تخریبی کارروائیوں میں شدت پیدا ہونے لگی تھی۔ اور یہ لوگ منافرت و اشتعال اور انتشار و خلفشار پھیلا کر اس نوزائیدہ مملکت کو ضعیف و مضمحل کرنے میں پہلے سے زیادہ مشغول ہو گئے۔

پنجاب مسلم لیگ میں نا اتفاقی کا بیج پھوٹ نکلنے کے بعد انہوں نے خاص دار الخلافہ پنجاب میں ایک اور عام نہاد تبلیغی کانفرنس کا انعقاد ضروری خیال کیا جو غالباً اوائل جنوری ۱۹۴۹ء میں ہوئی۔ اس میں بھی وہی کچھ کہا گیا جو پہلے کہا جا چکا تھا۔ یعنی سیاست سے وقتی دستبرداری۔ حکومت سے نمائشی وفاداری لیگ میں شمولیت اور احمدیت کے خلاف۔ اس کے عمائد کے خلاف۔ گفتنی و ناگفتنی بہت سی غلط۔ بے بنیاد اور کذب و افترا پر مبنی باتیں کہہ کر احمدیت کے خلاف طبائع میں اشتعال پیدا کیا۔ چوں کہ اس کے چند روز بعد پنجاب کے مسلم لیگی لیڈروں کی باہمی کشمکش مخالفت اور مخاصمت انتہا کو پہنچ گئی۔ اور اس کی وجہ سے حکومت کے کاروبار میں بھی خلل پیدا ہونے لگا۔ اس لئے یہ افسوس ناک صورت حال

گورنر جنرل نے ممدوٹ وزارت توڑ کر گورنری راج قائم کر دیا

دیکھ کر گورنر جنرل پاکستان نے اپنے اختیار خصوصی سے کام لیتے ہوئے پنجاب کی وزارت اور کونسل توڑ کر اس کی جگہ گورنری راج قائم کر دیا۔ تاکہ انتظامی مشینری میں جو خرابی پیدا ہو گئی تھی وہ دور ہو جائے اور اس کے ساتھ

ہی یہ اعلان بھی کر دیا ۔ کہ پنجاب کونسل کے نئے انتخابات ہونے پر نئی وزارت بنے گی ۔ اور اسی کے ہاتھ میں زمام حکومت دی جائے گی ۔ مگر نئی گورنمنٹ قائم ہونے سے پہلے صدر مسلم لیگ نے زور دے کر یہ منوا لیا تھا ۔ کہ عبوری دور میں وزراء کی جگہ بعض لیگی اصحاب بطور مشیر کریں گے ۔ جیسا کہ تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ میں بتایا گیا ہے ۔ کہ :-

عبوری دور میں بعض لیگی احباب مشیر مقرر ہو گئے

" ممدوٹ وزارت کی برطرفی کے بعد جن دنوں دفعہ ۹۲ الف نافذ تھی ۔ میاں عبد الباری نے مسلم لیگ کے بعض رہنماؤں کو گورنر کے مشیر کی حیثیت سے نامزد کیا ۔ اسی طرح صوبائی حکومت کی ذمہ واری اگرچہ گورنر پر تھی ۔ جو گورنر جنرل کی جانب سے برسر پیکار تھے ۔ تاہم وہ اس طریق کار پر کام کر رہے تھے ۔ جس پر عوامی وزارت کے برسر اقتدار ہونے کے زمانہ میں کیا جاتا ہے ۔ اس اعتبار سے مشیروں کی وہی پوزیشن تھی جو وزیروں کی ہوا کرتی ہے ۔ امن و قانون اور نظم و ضبط کے مشیر ملک محمد انور تھے ۔ جو اس عہدے پر ۴ ۔ نومبر ۴۹ء سے ۲۴ ۔ جولائی ۵۰ء تک فائز رہے "

(رپورٹ تحقیقاتی عدالت منقول از ملت ۲۷ ۔ اپریل ۵۴ء صـ۶)

گورنری راج کے بعد لاہور میں احرار کانفرنس

ممدوٹ حکومت ٹوٹ جانے اور گورنری راج قائم ہو جانے کے بعد احراریوں نے اکتوبر ۴۹ء میں خاص لاہور میں ایک اور تبلیغی کانفرنس منعقد کی جس میں کئی ایک احراری لیڈروں نے احمدیت کے خلاف تقریریں کیں ۔ مگر چونکہ ہمارے

پاس آزاد کے وہ پرچے نہیں رہے۔ جن میں اس اجتماع کی روئیداد شائع ہوئی تھی اس لئے ان تقریروں میں سے صرف سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی ایک گمراہ کن اور اشتعال انگیز تقریر کے دو مختصر سے اقتباس جو عملہ "الفضل" نے محفوظ کر لئے۔ نمونۃً ذیل میں درج کرتے ہیں۔ انہی سے امیر شریعت اور دیگر گلہ بان احرار لیڈروں کی مغالطہ دہ، اشتعال انگیز ....

....

....

.... تقریروں کا بآسانی کے ساتھ اندازہ لگایا جا سکے گا۔ احرار کے امیر شریعت نے ۲۶ اکتوبر ۴۹ء کو تبلیغی کانفرنس میں جو تقریر کی اور جسے ان کے سہ روزہ اخبار آزاد نے خود شائع کیا۔ اس کے دو اقتباس ذیل میں ملاحظہ ہوں۔ اس تقریر میں "قادیانی سٹیٹ" کے متعلق فرضی اور من گھڑت افسانے تصنیف کرتے ہوئے اور اپنے سامعین کو دہشت زدہ اور خوف و ہراس میں مبتلا کر کے احمدیوں سے دور اور متنفر کرنے کی یوں کوشش کی ہے۔

بخاری صاحب کی منافرت انگیز اور کذب و افترا پر مبنی تقاریر

"مگر یہاں کیا معاملہ ہے۔ وزارت خارجہ ان (احمدیوں) کے سپرد (۱) کلیدی آسامیوں پر مرزائی (۲) افواج کے تین بریگیڈیر مرزائی (۳) اور ہوائی فوج کے پائلٹوں میں اسی فی صد مرزائی۔ کیا یہ کوئی سازش تو نہیں ہو رہی۔ آپ کو یاد نہیں، مجھ پر جب مقدمہ چلایا تھا۔ تو ہم نے عدالت میں ثابت کیا تھا کہ مرزائی قادیاں میں اپنی سٹیٹ (ریاست) بنانا چاہتے تھے۔

ہم نے ان کے چھپے ہوئے اسٹامپ پکڑوائے۔ ان کی عدالت قتل وغیرہ کی سزاؤں کے فتوے جاری کرنے لگی تھی۔"

یہ ہے احراریوں کی تبلیغی کانفرنس میں تبلیغی تقریر کا نمونہ جو تحفظ ختم نبوت کی خاطر کی گئی۔ ایک طرف اس قسم کی تقریریں رکھیئے اور دوسری طرف جماعت احرار کا وہ متفقہ فیصلہ جس کے متعلق خود سید عطاء اللہ شاہ بخاری یہ اعلان فرما چکے ہیں کہ :-

"میں جماعت احرار کا فیصلہ دہرا دینا چاہتا ہوں کہ احرار اب تبلیغی جماعت ہے۔ اس کا ملکی الیکشن یا سیاست سے کوئی تعلق نہیں۔ مرزائیت کی تردید اور ختم نبوت کا بیان یہ ہمارا فرض تھا۔ ہم نے اپنے فرض کو چھوڑ کر سیاست کے کانٹوں کو ہاتھ میں لیا۔ خدا نے ہمیں سزا دی۔ اور الحمد للہ اب ہم سیاست سے تائب ہو چکے ہیں۔ اور پھر اپنے اصل مقام پر آ گئے ہیں۔"

(آزاد ۱۴ ار اپریل ۱۹۵۱ء صفحہ ۵)

اس بیان کو پڑھنے کے بعد بتایئے۔ کیا سیاست سے دستبرداری اور تائب ہونے کا اعلان کرکے پھر سیاست کے کانٹوں کو ہاتھ میں لینا اور دوسروں کے پھٹے میں ٹانگ اڑانا ان کے لئے جائز تھا۔ کیا اس قسم کی بے بنیاد کذب و افترا پر مبنی تقریر کرنے والے تبلیغی جماعت کہلانے کے مستحق ہو سکتے ہیں۔ احرار کے امیر شریعت نے اپنی تبلیغی تقریر میں جو کچھ بھی کہا اس میں کوئی ایک بات بھی تو سچائی پر مبنی نہیں۔ پھر کیا ایسے دروغ بے فروغ کو "تبلیغ" قرار دینا۔ دنیا کو دھوکا دینا نہیں ؟۔

احرار کے امیر شریعت نے اپنی تقریر میں چھ امور بیان فرمائے ہیں۔ مگر یہ سب کے سب غلط۔ بے بنیاد جھوٹ پر مبنی ہیں۔ اگر ہمارا یہ قول درست نہیں تو کوئی انہیں صحیح ثابت کر کے دکھائے تو سہی کہ آنریبل چوہدری سر ظفر اللہ خاں کے علاوہ اور بھی پاکستان میں "کلیدی آسامیوں پر مرزائی" فائز ہیں۔ یا "پاکستانی فوج میں تین بریگیڈیر ہیں"۔ یا ہوائی فوج کے پائلٹوں میں اسّی فیصدی مرزائی ہیں۔ جس طرح یہ تینوں باتیں خلاف واقعہ۔ بے اصل اور بے بنیاد ہیں۔ اسی طرح اور یقیناً اسی طرح ان کا یہ قول بھی کذب صریح اور دروغ بیفروغ ہے کہ "مرزائی قادیاں میں اپنی سٹیٹ بنانا چاہتے تھے۔" "ہم نے ان کے چھپے ہوئے اسٹامپ پکڑوائے" "ان کی عدالت قتل وغیرہ کی سزاؤں کے فتوے جاری کرنے لگی تھی"

ہم حیران ہیں کہ اس قسم کی افتراء پردازی اور بہتان طرازی کے مرتکب کے حق میں کس بنا پر یہ کہا جاتا رہا ہے۔ کہ

امیر شریعت کے متعلق احرار کا ادعاء

"ہمارا سالہاسال کا تجربہ ہے کہ حضرت شاہ صاحب زیادہ فرمائیں یا کم۔ انہوں نے کبھی غلط بات نہیں کہی۔ بے مقصد کبھی نہیں فرمایا۔ ہمیشہ حق کے اظہار کے لئے اپنی زبان کھولی۔ سب سے بڑی بات ہے کہ موجودہ دور میں پروپیگنڈے کا کبھی سہارا نہیں لیا۔ اور نہ اعصابی جنگ کی قسم کے بیانات سے کبھی کام لیا ہے۔ آپ حق چاہتے ہیں۔ حق بولتے ہیں۔ اور حق پر عمل کرتے ہیں۔"

(آزاد ۲۷ر اپریل ۵۱ء ص)

تعجب ہے۔ کہ "سالہا سال کے تجربہ" پر مبنی بیان (حضرت شاہ صاحب کی اس تقریر اور اس کے بعد کی مفتریات پر مبنی تقریروں پر جو صفحات آئندہ میں کثرت سے نقل کی جائیں گی) منطبق کیوں نہیں ہوتا۔ کیا مندرجہ بالا اقتباس میں احمدیوں کے متعلق جو کچھ کہا گیا ہے وہ "حق" ہے۔ اگر انہوں نے کبھی غلط بات نہیں کہی تو کیا وجہ ہے۔ کہ اس جگہ چھ میں سے چھ ہی باتیں غلط نکلیں۔ ہم حیران ہیں کہ اس قسم کی فتنہ انگیز تقریریں کرنے والے کے متعلق یہ کس طرح کہا جا سکتا ہے۔ کہ:-

"انہوں نے موجودہ دور کے پروپیگنڈے کا سہارا نہیں لیا" اور "نہ اعصابی جنگ کی قسم کے بیانات سے کام لیا ہے"

کیا احمدیوں کی طرف غلط باتیں منسوب کر کے اپنے مخاطبین کو خوف و ہراس کا شکار بنانا موجودہ دور کے پروپیگنڈے کا سہارا نہیں ہے۔ کیا ان کے سامنے شام کے خونی انقلاب کا ذکر کر کے یہ بتانا کہ کیا تم نے کرنل حسین زعیمی کا انجام نہیں دیکھا۔ اعصابی جنگ کی قسم کے بیانات سے کام لینا نہیں؟ یہی نہیں ان کے "حضرت شاہ صاحب" اور ان کے رفقاء، تو شروع دن سے (جب سے یہ پاکستان میں پناہ گزین ہوئے) اسی قسم کی باتیں صاحب اقتدار کے کانوں میں ڈالتے رہے اور انہیں احمدیوں کے خلاف بھڑکاتے رہے۔ مگر جب دیکھا کہ ان کے ہاں ان کی دال نہیں گلتی۔ تب عوام میں ہر کرا اعصابی جنگ کی قسم کے بیانات دینے شروع کر دیئے۔ اور فرضی باتیں بنا بنا کر عام پبلک کو احمدیوں کے خلاف ابھارنے اور مشتعل کرنے کی سعی نامحمود کی گئی۔ یہ ہمارے

منہ کی باتیں نہیں بلکہ ایسی حقیقت ہے جسے یہ خود بھی تسلیم کر چکے ہیں۔ آگے چل کر ہم اس قسم کے بہت سے اقبالی بیان نقل کریں گے۔ مگر فی الحال صرف دو پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔ احراریوں کے چوٹی کے لیڈر شیخ حسام الدین نے ایک موقعہ پر اپنی تقریر میں کہا تھا۔ کہ:۔

شیخ حسام الدین کا اقبالی بیان

"ہم نے تو قیام پاکستان کے فوراً بعد مرزائیوں کے ارادوں کو بھانپ لیا تھا۔ اور ان کی مکاریوں، عیاریوں، اور سازشوں کو دیکھکر آواز اٹھائی تھی...... لیکن حالات کی نزاکت کا واسطہ دے کر ہمیں خاموش کرا دیا گیا۔" (زمیندار ۱۷ر نومبر ۵۲ء صفحہ ۲)

ماسٹر تاج الدین کا واضح اقبالی بیان

اس کے علاوہ ان کے سربراہ ماسٹر تاج الدین انصاری نے لاہور میں تقریر کرتے ہوئے یہی بات زیادہ وضاحت کے ساتھ بتا دی تھی۔ کہ:۔

"مجلس احرار اسلام نے بر وقت حکومت کو متنبہ کیا۔ مگر کیا کیا جاتا۔ حکومت بیچاری رنگڑ دلوں کے ہاتھ میں تھی۔ انہوں نے ہماری ایک نہ سنی۔ اور الٹا ہمیں چپ کرانے کی دھمکی دی۔ ہم چیختے چلاتے رہ گئے۔" (آزاد ۱۴ر دسمبر ۵۲ء صفحہ ۱)

پس یہ لوگ اندر ہی اندر جماعت احمدیہ کے خلاف ریشہ دوانیاں کرتے رہے حاکموں کے پاس جا جا کر ہمارے خلاف ان کے کان بھرتے رہے۔ سلسلہ احمدیہ کے متعلق فرضی افسانے گھڑ گھڑ کر انہیں سناتے اور بھڑکاتے رہے۔ مگر اس وقت جو اصحاب برسر اقتدار تھے مثلاً قائد اعظم، خان لیاقت علی خاں صاحب نواب ممدوٹ وغیرہ وغیرہ۔ وہ احرار کے ایک تبلیسانہ پروپیگنڈے سے

ایک لمحہ کے لئے بھی متاثر نہ ہوئے۔ بلکہ ہر بار انہوں نے احرار کو ڈانٹ ڈپٹ کر چپ کرا دیا۔ یہی وجہ ہے کہ حکام بالا دست سے مایوس ہو کر انہوں نے اپنی اس آتش انتقام کو ٹھنڈا کرنے کے لئے جوان کے سینوں میں احمدیت کے خلاف بہت دیر سے شعلہ زن تھی۔ اس قسم کی باتیں سنا سنا کر عوام کو ہراساں کرنا شروع کیا۔ صرف خوفزدہ اور ہراساں ہی نہیں بلکہ انہیں مشتعل کرنے کی بھی بھرپور کوشش کی۔ جس کے متعلق بخاری صاحب کی اس تقریر کا ایک اور اقتباس نقل کیا جاتا ہے:۔

بخاری صاحب کی اشتعال انگیز تقریر اخبار "آزاد" کا ایڈیٹر اس حصہ تقریر پر سرخی جماتا ہے۔ "شمشیر برہنہ کی صدا" اور اس کے تحت میں لکھتا ہے۔

"آپ نے ابر بہار کی طرح گرج کر کہا خدا کی عبادت، رسول کی اطاعت اور انگریز کی بغاوت یہ میرا ایمان ہے ایسا ہی تھا۔ ایسا ہی ہوں۔ اور آپ سے بھی کہوں گا کہ ایسے ہی ہو جاؤ۔ خدا کو جو دل میں آئے کہو۔ مگر محمدؐ کے لئے سوچ لینا یہ معاملہ عقل و خرد کا نہیں عشق کا ہے۔ پھر یہ نہیں دیکھا جائے گا کہ قانون کیا کہتا ہے پھر جو ہونا ہوگا وہ ہو جائے گا۔ اور جو ہوگا وہ دیکھا جائے گا۔"

(بحوالہ آزاد منقول از الفضل ۱۸ر نومبر ۴۹ء)

ملاحظہ فرمائیے۔ کس قدر صاف اور واضح لفظوں میں عوام الناس کو احمدیوں کے خلاف بھڑکاتے ہوئے انہیں قانون ہاتھ میں لینے کے لئے اکسایا گیا ہے۔ اور یہ کہکر ان کی پیٹھ ٹھونکی گئی ہے کہ وہ عقل خرد سے نہیں بلکہ عشق سے کام لے کر قانون کو ہاتھ میں لے لیں۔ "پھر جو ہونا ہوگا وہ ہو جائے گا۔ اور جو ہوگا وہ

دیکھا جائے گا۔"

یہی نہیں۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے ایک تبلیغی کانفرنس میں جو ۲۰ تا ۲۲ اپریل ۱۹۵۰ء میں منعقد ہوئی تھی بالکل عریاں لفظوں میں یہاں تک کہہ دیا:۔

"اگر مرزا غلام احمد میری (مقرر کی) زندگی میں نبی ہونے کا دعویٰ کرتے تو میں (مقرر) اسے اپنے ہاتھوں سے ہلاک کرنا اپنا فرض سمجھتا۔"

(نوائے وقت ۱۳ دسمبر ۱۹۵۳ء صک)

پاکستان میں اب ایسے ہندو، آریہ یا عیسائی تو رہے نہیں جو شاتم رسول بننے کی جرأت کرتے اور جن کے متعلق احرار اس قسم کی باتیں زبان پر لاتے۔ اس لئے انہوں نے یہ حربہ احمدیوں کے خلاف استعمال کیا۔ اور لوگوں کو یہ کہکر بھڑکانا شروع کر دیا کہ احمدی حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ اس لئے یہ مسلمان نہیں۔ زندیق ہیں۔ کافر ہیں۔ اور مرتد ہیں۔ اور اس لئے بھی قابل تعزیر ہیں کہ وہ بانیٔ سلسلہ احمدیہ کو صرف نبی ہی نہیں۔ بلکہ (نعوذ باللہ من ذالک) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بہتر اور برتر قرار دیتے ہیں۔ جیسا کہ تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ میں فاضل ججوں نے بھی احرار کی اس لغو اور باطل داستان اور شرمناک چال بازی کا اس طرح ذکر فرمایا ہے

احرار کی فتنہ پردازی و نار دا ظلم کی تصدیق تحقیقاتی عدالت نے بھی کی ہے

"یہ احرار اس قدر ہشیار تھے کہ انہوں نے یہ بھانپ لیا کہ

مسلمان کے جذبات رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شان میں حقیقی یا مفروضہ گستاخی پر جس آسانی اور تلخی سے بھڑکتے اور ان کا غصہ جوش میں آتا ہے اور کسی بات پر نہیں آتا۔ اس لئے انہوں نے یہ کہنا شروع کیا کہ ان کی سرگرمیاں رسول اکرم کی نبوت کے تحفظ اور ان حملوں کو رد کرنے کے لئے وقف ہیں۔ جو احمدیوں نے آنحضرت کے ناموس پر اپنے اس نظریے کی اشاعت سے کئے ہیں۔ کہ رسول اکرم آخری نبی تھے۔ اور ایک نبی اور بھی آیا ہے۔ جس کا دعویٰ تھا کہ وہ حضور کے برابر ہی نہیں بلکہ آپ سے برتر تھا۔ یہ چال کارگر ثابت ہوئی۔ (خود)"

(منقول از اخبار ملت لاہور ۲۶-۱۷ اپریل ۵۴ء صفحہ ۱۰)

دفاع کانفرنس لاہور میں امیر شریعت لاہور کی یہ تقریر ایسی اشتعال انگیز و فتنہ خیز تھی کہ جس پر حکومت کو فوری توجہ کرنی چاہیئے تھی۔ اور اس کے لئے جماعت

اخبار الفضل کا بروقت انتباہ

احمدیہ کے آرگن "الفضل" نے بروقت انتباہ بھی کیا اور پاکستان کے بہی خواہوں اور حکام بالا دست کو ان لفظوں میں توجہ بھی دلائی کہ "شاہ صاحب کی تقریر کے الفاظ کا مطلب اس تقریر کے سیاق و سباق کے جو کھلے ہیں جو ہے ہر غبی سے غبی انسان بھی سمجھ سکتا ہے۔ کیا حکومت میں کوئی ایسا ذمہ دار شخص ہے جو ان الفاظ کا مطلب نہ سمجھ سکتا ہو۔ پھر ان الفاظ کا مطلب کیا واضح نہیں ہے۔ پھر یہ نہیں دیکھا جائے گا کہ قانون کیا کہتا ہے، پھر جو ہونا ہوگا وہ ہو جائے گا اور جو ہوگا وہ دیکھا جائے گا۔" ہم پاکستان میں قیام امن کے ذمہ دار حکام اور پاکستان کے بہی خواہ مسلمانوں کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ وہ جناب عطاء اللہ شاہ بخاری کی اس تقریر کے سیاق و سباق میں ان الفاظ کو رکھکر غور کریں کہ شاہ صاحب پاکستان میں

کیا انارکی کی تلقین فرما رہے ہیں۔ اور کس طرح عوام کو قانون اپنے ہاتھ میں لینے کے لئے اشتعال انگیزی کر رہے ہیں۔ اور ان سے کیا توقع رکھتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔ ہم کو اپنے جان و مال کا قطعاً خوف نہیں۔۔۔۔۔۔۔ ہم تو پہلے ہی اپنی دانست میں سب کچھ خدا تعالیٰ کی راہ میں دے چکے ہیں۔ ہمارا اپنا ہی باقی کیا؟ نہ ہماری جان اپنی ہے نہ مال۔ لیکن ہم انسانیت کے نام پر ہی نہیں بلکہ پاکستان کے امن و امان کے نام پر بھی، خواہان پاکستان سے اپیل کرتے ہیں۔ کہ آخر یہ ظلم کب تک۔ یہ فتنہ طرازی تا کجے؟"

(الفضل ۱۸ر نومبر ۵۲ء ص۴)

الفضل کے احتجاج پر گورنمنٹ پنجاب نے کوئی نوٹس نہ لیا۔

مگر ہمیں افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ "الفضل" کے اس احتجاج پر بھی گورنمنٹ پنجاب نے کوئی توجہ نہ کی۔ اسی طرح کسی مسلم لیگی لیڈر کو بھی توفیق نہ ملی کہ وہ اس قسم کے دلآزار، منافرت آمیز اور ملک کے امن و امان کو درہم برہم کرنے والی تقریروں کا سلسلہ رکوانے کے لئے آواز ہی بلند کرتا۔ اس میں شک نہیں کہ حکومت کی انتظامی مشینری نے اس قسم کی شر انگیز تقریروں پر گورنمنٹ کو توجہ دلائی۔ اور مشورہ دیا کہ وہ ان پر سختی سے نوٹس لے۔ مگر ان کی آواز بھی صدا بصحرا ہو کر رہ گئی۔ اور گورنمنٹ کی طرف سے اس قسم کی خاموشی کا نتیجہ یہ ہوا کہ احراریوں کے حوصلے بڑھ گئے۔ اور انہوں نے ملک

گورنمنٹ کی خاموشی کی وجہ سے اس قسم کی اشتعال انگیزیاں ملک میں جا بجا کی جاتی رہیں۔

میں جا بجا اسی قسم کے منافرت انگیز اور ہنگامہ جلسوں کا ایک طویل سلسلہ شروع کر دیا۔ اس سلسلہ کی پہلی قسط کے متعلق خود انہی کا بیان ملاحظہ کیجئے۔ جس سے پتہ لگ جائے گا کہ گورنمنٹ کی بے محل خاموشی

اور بعض مسلم لیگی لیڈروں سے نئے نئے گٹھ جوڑ کی وجہ سے احرار کس قدر بے باکی اور جسارت سے ملک کے خرمن امن میں آگ لگانے پر آمادہ و تیار ہو گئے۔ اور اپنی آتش بیانی سے جابجا فتنہ و فساد کی آگ بھڑکا دی۔ اور طبائع میں باہمی منافرت، بدمزگی، اشتعال اور خوف و ہراس پیدا کر کے ملک کے ایک سرے سے دوسرے تک انتشار و خلفشار پیدا کر دیا۔

احرار کے شورش انگیز جلسوں کی بھرمار

"احرار زعما کا تبلیغی دورہ جو کہ نومبر ۱۹۴۹ء سے شروع کیا گیا تھا۔ رمضان کے ابتدا کی وجہ سے ختم ہو چکا ہے۔ ان ساڑھے آٹھ ماہ میں احرار نے ہزاروں میل سفر طے کر کے ملک کے کونے کونے میں مرزائیت کے سر پر وہ ضربیں لگائیں کہ ساٹھ سالہ قادیانی قصر سر سے جڑ تک لڑکھڑا گیا۔ احرار زعماء کا یہ دورہ زیادہ تر پنجاب تک ہی محدود رہا۔ اس دوران میں پشاور۔ ہزارہ۔ راولپنڈی۔ جہلم۔ گجرات۔ گوجرانوالہ۔ وزیرآباد سیالکوٹ شیخوپورہ۔ لاہور۔ اوکاڑہ۔ منٹگمری۔ ملتان۔ خانیوال۔ بہاولپور۔ لائلپور جھنگ۔ چنیوٹ۔ سرگودھا۔ ڈیرہ غازی خان۔ اور بیسیوں دوسرے چھوٹے بڑے مقامات پر کانفرنسیں اور جلسے منعقد ہوئے۔ جس میں لاکھوں انسان زعمائے احرار کے خیالات سے مستفید اور مرزائیت کی حقیقت سے واقف ہوئے۔۔۔۔

مرزائیوں کی بوکھلاہٹ کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے کہ آزاد کے نامہ نگار مقیم کراچی کی اطلاع کے مطابق احرار تبلیغ کانفرنس کو رکوانے کے لئے مرزائیوں نے مرکزی حکومت کو جو تار دیئے ان کا وزن تین من تک پہنچ چکا ہے۔ اپنے افسروں اور اقتدار کے ذریعہ جو کوششیں کی گئیں وہ اس سے علیحدہ ہیں" (آزاد ۲۸ جون ۱۹۵۰ء)

احرار کے اشتعال انگیز جلسوں کی وجہ سے ملک میں انتشار و ہراس پیدا ہو گیا۔

اس کے بعد اسی طور کے دوروں کے بار بار پروگرام بنا کر اخبار میں شائع کیے گئے۔ اور ان کے مطابق جابجا جلسے اور کانفرنسیں منعقد کرتے ہوئے ان میں زعمائے احرار نے جماعت احمدیہ کے خلاف تقریریں کر کے خوب خوب ہی دل کے پھپھولے پھوڑے اور اچھی طرح سے جی کی بھڑاس نکالی۔ احراریوں کے ان شر انگیز اور زہرناک طوفانی دورہ کا جو اثر پبلک پر ہوا۔ وہ یہی تھا کہ پاکستانی رعایا میں باہمی مناقشت منافرت اور تلخی و حرارت پیدا ہو گئی۔ اور یہی احراری چاہتے بھی تھے۔ اس قسم کے جلسے منعقد کرنے کی غرض اور غایت یہ تھی کہ اس نوزائیدہ اسلامی مملکت میں ہراس اور انتشار کا دور دورہ ہو۔ رعایا میں بے اطمینانی۔ بددلی پیدا ہو۔ اور ان میں ایک دوسرے کے خلاف مخاصمت پیدا ہو۔ تاکہ وہ اتفاق و اتحاد پارہ پارہ ہو جائے۔ جس کو قائم کر کے قائداعظم نے اس مملکت کو جنم دیا تھا۔ اور اپنے "تبلیغی دورہ" سے صرف قائداعظم کے پیدا کردہ اتحاد و اتفاق ہی کو۔ ساتھ پبلک میں اپنی ہردلعزیزی و مقبولیت بڑھانے کے بھی خواہاں رہے۔ چنانچہ وہ ان دوروں کی بدولت اپنے مدعائے دلی میں کسی حد تک کامیاب بھی ہوئے۔ لیکن ان کی یہ مقبولیت اور ہردلعزیزی اس لئے نہیں بڑھی کہ ان کے پاس کوئی صداقت تھی۔ یا ان کے دلائل و براہین انوکھے، موثر اور دلپذیر تھے۔ بلکہ ان کے جلسوں میں سامعین کی کثرت اور دلچسپی کا اصل باعث صرف یہ تھا کہ احراری گلے بازوں کی تقریریں عوام الناس کے مزاج و مذاق کے موافق ہوتی تھیں پس ان کی ہردلعزیزی کا باعث حقائق و دقائق یا علم و معرفت پر مبنی کوئی

احرار کے جلسوں میں عالمانہ تقریروں

ٹھوس معلومات نہ تھیں۔ بلکہ اس کا اصل

کی بجائے طنز و مزاح سے مملو اور بازاری قسم کی تقریریں ہوتی تھیں

موجب ان کا سوقیانہ اور بازاری طرزِ بیان عامیانہ انداز خطاب اور طنز و ظرافت اور ہنسی مذاق اور ٹھٹھا مخول سے مملو تقریریں ہوتی تھیں۔ جن کو عوام کالانعام نے ہمیشہ ہی شوق سے سُنا اور مزہ لیا ہے۔ تحقیقاتی عدالت کے فاضل جج صاحبان کے نزدیک بھی ان کی ہردلعزیزی کا باعث ان کی پست قسم کی طنز و ظرافت پر مبنی تقریریں تھیں۔ جیسا کہ رپورٹ میں لکھا ہے کہ:-

تحقیقاتی عدالت کی تصدیق

"چونکہ بعض احرار رہنما الفاظ و تراکیب کے انتخاب اور استعارہ و تشبیہ کے استعمال کے ماہر ہیں اور اپنی تقریروں میں طنز و ظرافت کی (خواہ وہ کتنی ہی پست قسم کی کیوں نہ ہو) آمیزش کر سکتے ہیں۔ اس لئے وہ جلد ہی ہردلعزیز ہونے لگے۔" (رپٹ ۲۶/اپریل ۱۹۵۴ء ص ۲۷۱)

اوپر جو کچھ ہم نے عرض کیا ہے، اس کی تائید تحقیقاتی عدالت کے سوا خود احراریوں کے دوست بھی خود اور رفیق بھی کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ چنانچہ جماعت اسلامی کے مشہور ورکر نعیم صدیقی صاحب نے تحفظ ختم نبوت کے مسئلہ پر ہنگامہ برپا کرنے والے احراریوں کے متعلق ان لفظوں میں ہمارے خیال کی پرزور تائید کی ہے۔

احراریوں کے ایک رفیق نے بھی اس کی تائید کر دی

"بد قسمتی سے اس مسئلہ کو گذشتہ کئی سال سے ایسے عناصر لے کر چل رہے تھے۔ جو ایک طرف اپنے سیاسی کردار کے لحاظ سے تعلیم یافتہ حلقوں میں کبھی وقار نہیں پا سکے پھر ان کی ذہنی سطح ایسی تھی کہ وہ اس مسئلہ کی توضیح کے لئے کوئی ٹھوس استدلال کرنے میں ناکام رہے۔ مزید برآں مصیبت یہ تھی کہ ان کی زبان اور ان کا انداز بیان لبا رہتا

اور ابتذال، تمسخر اور استہزا کی حد چھو جانے کی وجہ سے (سنجیدہ اور علم دوست طبقہ کو تا قل) کبھی اپیل نہیں کر سکتا۔"
(رسالہ چراغ راہ کراچی مارچ ۵۴ء صفحہ ۱۸-۱۹)

احرار کے جلسے کس قسم کے ہوتے تھے

یہ لوگ جس قسم کے جلسے منعقد کرتے تھے ان میں سے ایک کا حال نمونہ کے طور پر بتایا جاتا ہے۔ وہ بھی انہی کے ہمدرد، خیرخواہ اور شریک کار، اسلامی جماعت کے ترجمان "جہان نو" کراچی کے ایڈیٹر کی زبانی وہ بعنوان "مجا" رقمطراز ہیں:

"کراچی میں ختم نبوت کانفرنس دھوم دھام سے ہوئی۔ شاہ صاحب کا جلسہ بجلی کے چراغوں سے پوری طرح روشن تھا۔ قدم قدم پر لکڑی کے کھمبوں پر بجلی کے ٹیوبوں سے ایک جنگل بسا رکھا تھا۔ دو دن کے جلسوں میں (رات کے) نو بجے سے صبح کے تین چار بجے تک تقریریں ہوتی رہیں۔ حجاموں، قلیوں اور ہاکروں کی ایک کثیر تعداد سینما کی بجائے وہاں جاتی رہی اور یہی سوچ کر جاتی رہی کہ سینما سے زیادہ لطف ان جلسوں میں ہے۔ لطیفوں، قصوں، کہانیوں اور شعر خوانیوں اور چٹکلوں سے معمور طول طویل تقریریں ہوئیں۔ طول طویل اونچے سُروں میں نظمیں پڑھی گئیں اور نعتیں سنائی گئیں۔ کلو حجام نے کہا "سینما میں کیا مجا آئے گا جو ان جلسوں میں آئے گا۔ جو ان جلسوں میں آیا۔ میں تو برابر جاتا رہا۔ دوکان بند کر کے رات کے گیارہ بجے سے صبح چار بجے تک آج دن بھر سوتا رہا ہوں۔ ابھی ابھی دوکان پر آیا ہوں۔ اس سے پوچھا تم کیا سمجھے؟ کہنے لگا "سمجھنا کیا ہے بس مجا آگیا" چنانچہ یہی مجا تھا جو اس کانفرنس سے لوگوں نے حاصل کیا۔"

(جہان نو کراچی ۱۸ رمئی ۵۱ء)

احراری مقررین کی روحانیت کے کس قسم کے نتائج برآمد ہوتے تھے

اور ان جلسوں، کانفرنسوں اور ان میں ہونے والی تقریروں کا جو اخلاقی اثر سامعین پر ہوتا ہے۔ اس کا بھی ایک ادنیٰ سا نمونہ ملاحظہ ہو۔ تاکہ پتہ لگ جائے کہ "حضرت شاہ صاحب" کی "قوت قدسیہ" کس قدر "نتیجہ خیز" ثابت ہوتی رہی۔۔ ایڈیٹر اخبار آزاد نے ہمیں بتایا ہے۔ کہ :-

"گذشتہ رات سید عطاء اللہ صاحب بخاری نے آرام باغ کراچی میں تقریر کی، جب آپ تقریر کر چکے تو عقیدت مندوں کا ایک جم غفیر سٹیج پر پل پڑا۔ کوئی ہاتھ چوم رہا تو کوئی مصافحہ کر رہا ہے۔ عقیدت مندوں کی یہ گرمجوشی کافی دیر تک جاری رہی۔ اس سے فارغ ہوئے تو دیکھا کہ ان کے ہاتھ سے انگوٹھی غائب ہے لیجئے آپ ختم نبوت کے تحفظ کو آئے تھے کہ خاتم سے ہاتھ دھو بیٹھے۔"

(آزاد ۱۴ مئی ۱۹۵۱ء صہ ۴)

امیر شریعت کی قرآن خوانی کے نتائج

جناب امیر شریعت کی قرآن خوانی وخوش الحانی کا بڑا شہرہ ہے۔ آپ کی قرآن خوانی کا ان کے عقیدت مندوں اور ان کی تقریروں پر داد و تحسین کے ڈونگرے برسانے والوں اور بات بات پر نعرۂ تکبیر بلند کرنے والوں کے دلوں پر جو "انمٹ" اثر ہوا اس کا حال خود امیر شریعت کی زبانی ہی سن لیا جائے، تو بہتر ہوگا۔ اس سے ان کی قوت روحانی کا بھی بخوبی اندازہ ہو سکے گا۔

"ہم جس چٹان پر کھڑے ہیں۔ علامہ مودودی بھی اس پر چڑھنے کی کوشش کرنے لگے ہیں۔ کاش وہ ہماری حالت سے عبرت حاصل کرتے : قرآن سناتے

سنتے جوانی گذر گئی۔ بڑھاپا جا رہا ہے۔ لیکن اس قوم نے نہ ماننا تھا نہ مانا........ آسمان سے کوئی فرشتہ اتر آئیں تو الگ بات ہے ورنہ اگر قوم یہی ہے تو انشاء اللہ الیکشن کے بعد علامہ مودودی بھی وہیں ہوں گے جہاں آج ہم ہیں یہ قوم اسلام کو ووٹ دے اور آپ سے بچے .... یہ قوم اب جو نہیں رہے گا یہ ماننے کے نہیں اور عذاب الٰہی نے گا نہیں یہ اب جو نہیں ہوگا۔ عذاب الٰہی آکر رہے گا اس کپڑے میں جوئیں پڑ چکی ہیں اس کی صفائی ممکن نہیں۔"

(آزاد ۱۶ دسمبر ۵۰ء صد ۲)

احراری جلسوں کا "روحانی اثر"

ان کی تقریروں کا جو مسلم عوام پر اخلاقی اور روحانی اثر ہوا، وہ آپ نے پڑھ لیا اب یہ بھی دیکھ لیجئے کہ "رد مرزائیت" کے جلسوں میں شریک ہونے اور مقررین کے دلائل۔ براہین اور تبلیغی باتیں سننے کا نتیجہ کیا ہوتا رہا ہے اس کے متعلق بھی انہی کے امیر شریعت کی زبانی سننا زیادہ موزوں ہوگا آپ نے خود ہی ایک موقعہ پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔

احراری جلسوں کا مآل کار کیا ہوتا تھا

"دوستو! ایک بات کہوں یہ دو تین روز سے مرزائیت کا تذکرہ ہو رہا ہے آپ ہی (ہماری تقریریں) سنتے ہیں اور آپ ہی ہیں کہ مرزائی بھی ہو رہے ہیں۔"[1]

(آزاد کانفرنس نمبر ۱۰ اپریل ۵۰ء صد ۵)

---

[1] کوئی مانے یا نہ مانے مگر یہ امر واقعہ ہے کہ احمدیت کی جب بھی مخالفت کی گئی وہ اس کی ترقی کا ہی موجب بنی اور واقعی یہ ناقابل تنسیخ حقیقت ہے کہ سلسلہ:

اخبار آزاد کی مضحکہ خیز رپورٹ

باقی رہا احراریوں کا یہ کہنا کہ ان جلسوں کی وجہ سے احمدی بوکھلا گئے تھے جس کی وجہ سے انہوں نے احرار کانفرنس کراچی کا انعقاد "رکوانے کے لئے "اپنے افسروں اور اقتدار کے ذریعہ کوششیں کیں"۔ اور مرزائیوں نے مرکزی حکومت کو جو تار دیئے ان کا وزن (بھی) تین من تک پہنچ گیا سو یہ نہ صرف تعجب انگیز ہی نہیں۔ مضحکہ خیز بھی ہے۔

اس رپورٹ کے شائع کرنے والے احراری ایڈیٹر کو خود ہی سوچ لینا چاہئے تھا کہ کراچی کی احراری کانفرنس یا ان کے کسی دوسرے جلسہ کو رکوانے کی جماعت احمدیہ کو اول تو ضرورت ہی نہ تھی جبکہ وہ سمجھتی ہے کہ ایسی کانفرنسوں یا جلسوں سے (جن کی حقیقت اوپر

---

* احمدیہ کی جتنی زیادہ مخالفت ہوئی اتنی ہی اسے ترقی نصیب ہوئی اور مآل کار مخالفین کو ندامت و ناکامی ہی کا منہ دیکھنا پڑا۔ یہی بات عرصہ ہوا پروفیسر تجمید الحسن صاحب ایم اے نے بھی اخبار آفاق میں لکھی تھی کہ

"اتحاد سے ہی ہم ترقی کر سکتے ہیں میں احمدی نہیں ہوں لیکن ان سے اندھی مخالفت سے بھی نفرت کرتا ہوں ہمیشہ جب بھی احمدیوں سے مخالفت کی گئی۔ سوائے نقصان کے کچھ حاصل نہ ہوا۔ اس سے اپنی ذلت اور رسوائی ہوئی ہے" (آفاق ۱۷ اکتوبر ۱۹۵۰ء)

اسی طرح شیخ محمد اکرم ایم اے نے بھی تحریر فرمایا ہے کہ

"اس کے علاوہ یہ بھی صحیح ہے کہ عام مسلمانوں نے جس انداز سے قادیانیوں کی مخالفت کی ہے اس سے اس جماعت کو اتنا نقصان نہیں پہنچا جتنا فائدہ"۔

(موج کوثر صد ۱۰۳)

بیان ہو چکی ہے) اس کا کچھ بگڑتا ہی نہیں بلکہ یہ جلسے اور کانفرنسیں تو اس کے لئے ہتھیار
کا کام دیتی ہی ہیں لیکن اگر بفرضِ محال مان بھی لیا جائے کہ کبھی احمدیوں نے احرار کے جلسہ
یا کانفرنس کے منعقد ہونے کی مخالفت کی تو زیادہ سے زیادہ اس کا یہی مطلب ہو سکتا ہے کہ وہ دوسرے
دردمندانِ اسلام اور بہی خواہانِ پاکستان کی طرح یہ احرار کے ہتھکنڈے سمجھتے ہیں کہ جس
ملک کو قائدِ اعظم نے اپنی جان کی قربانی دے کر حاصل کیا تھا اور اسے امن و امان کا گہوارا بنانے
کے لئے کوششیں ہو رہی ہیں وہ قائدِ اعظم کی اس قیمتی میراث کو احراری گلہ بازوں کی شر انگیز تقریروں
اور اشتعال انگیز لیکچروں اور قوم کا مذاق بگاڑنے والی سپیچوں اور اس کے اخلاق تباہ کرنے
والے ایجی ٹیٹروں کے ہنگامہ خیز جلسوں اور منافرت انگیز کانفرنسوں کے تباہ کن اثرات اور
نتائجِ بد سے بچائے رکھنے کے دل سے خواہاں تھے اور نہیں چاہتے تھے کہ یہ خداداد اسلامی مملکت
اپنے اندرونی انتشار بےچینی بددلی اور خلفشار کا شکار ہو کر دشمن کو حملہ کا موقع دے کر اپنی سالمیت
کو کھو بیٹھے اور احمدیوں کی یہ خواہش یا جذبہ ایسا نہیں کہ جس کی مذمت کی جا سکے یا اس
کے بُرے بُرے نام رکھے جائیں اور اسے بوکھلاہٹ بتایا جائے کیونکہ جس جذبہ کے ماتحت
احراریوں کے جلسوں اور کانفرنسوں کے انعقاد کے خلاف جب کبھی بھی احمدیوں نے احتجاج
کیا اسی جذبہ کے ماتحت دوسرے فرقہ کے مسلمانوں نے اور اُن کے ترجمان اسلامی اخباروں
نے بھی قائدِ اعظم مرحوم کی اس گراں بہا نشانی (پاکستان) کو دشمن کی نگاہِ بد سے بچائے رکھنے کی
خاطر اسی رنگ میں بہت کچھ کہا اور لکھا بھی جو سراسر دردمندی اور دلسوزی پر مبنی تھا اس وقت نہ اتنا
وقت ہے نہ جگہ اور گنجائش کہ ہم اس قسم کا تمام اخباری مواد اس جگہ جمع کر سکیں اس لئے بقدرِ گنجائش چند
ایک با اثر اور معتبر اخبارات کی رائیں اور مضامین ذیل میں درج کئے دیتے ہیں جن کے مطالعہ سے پتہ لگ
جائے گا کہ احرار کی پُر فتن اور تباہ کن تحریک کی اٹھان ہی کو دیکھ کر دردمندانِ اسلام نے بیزاری اور مذمت کا اظہار کیا تھا۔

پاکستانی پریس کا صدائے احتجاج اور اربابِ اقتدار کی افسوسناک روش

ایڈیٹر اخبار آفاق لاہور نے احراریوں کے جلسوں کے انعقاد پر لکھا تھا۔ کہ اس وقت جب ملک کے استحکام کے لئے باہمی اتحاد کی ضرورت ہے۔ اس قسم کے منافرت پیدا کرنے والے جلسے کس طرح ملک کے لئے مفید ہو سکتے ہیں۔

"البتہ مسلم لیگ کے علاوہ ایک جماعت بلکہ اس جماعت کے روح رواں یعنی امیر شریعت حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری نے ابھی سے اپنا "حکم کا پتہ" (Trump card) میز پر پھینک دیا ہے۔ وہ پتہ یعنی قادیانیوں کو زندیق ٹھہرانے کا جہاد ویسے کافی پرانا ہو چکا ہے۔ مگر تازہ اطلاعات مظہر ہیں کہ حضرت شاہ صاحب نے ازسرِ نو پنجاب کے اضلاع میں اس جہاد کو بڑے زور شور سے شروع کر دیا ہے۔ آپ کے جلسوں میں قبلہ مولوی باری صاحب کی نسبت سے کہیں زیادہ اجتماع ہوتا ہے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ مسلمان "بڑا اکھن رسیا" واقع ہوا ہے۔ اور یوں بھی مسلمان کی دیرینہ روایت ہے۔ کہ تقریر ہمیشہ کسی عطاء اللہ شاہ بخاری کی سنتا ہے۔ لیکن ووٹ ہمیشہ کسی وزیر محمد خان لاہور کو ہی دیتا ہے حضرت مولانا کی حالیہ تقریر کا ایک جواہر پارہ یہ بتایا جاتا ہے۔

"اگر ہم نے کوئی نبیا ہی ماننا ہی ہے۔ تو پھر قائد اعظم کو کیوں نہ مان لیں"۔

خیال نیک ہے۔ دقت صرف ایک ہے۔ کہ اس شکل میں پھر حضرت مولانا کی اپنی ذات گرامی کو ابوسفیان تسلیم کرنا پڑے گا۔ قادیانی کافر ہیں یا نہیں۔ یہ تمام تر عقیدہ کی بحث ہے اور اس میں ہم پڑنا نہیں چاہتے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ ملک میں اس طرح کا مذہبی اشتعال پھیلانا اور قوم میں اندھے تعصب کے احساس پر تفرقے پیدا کرنا جب کہ پاکستان قوم میں ایک کروڑ ستر لاکھ ہندو اور غیر مسلم بھی شامل ہیں۔ کہاں تک حضرت شاہ صاحب جیسی بلند و بالا ہستی کو زیب دیتا ہے۔ اور کس حد تک پاکستان کے اجتماعی استحکام میں یہ حمد ثابت ہو سکتا ہے"۔

(ہفتہ وار آفاق لاہور ۱۱ر دسمبر ۱۹۵۱ء)

اڈیٹر صاحب نوائے وقت لاہور نے بھی بڑی دردمندی سے لکھا تھا کہ:-

"تسبیح کے دانے ہو بکھرنا نہ خبردار"

"آج پاکستان کے مسلمان ایک بہت بڑے خطرے سے دوچار ہیں۔ جس کا اگر بروقت سدباب نہ کیا گیا تو اندیشہ ہے کہ کہیں ہمارا وہ شیرازہ ملی نہ بکھر جائے جو حضرت قائد اعظم کی ان تھک کوششوں کا نتیجہ ہے کہیں ہماری قومی وحدت کی لڑی کے وہ موتی الگ الگ نہ ہو جائیں جنہیں بابائے ملت نے بمشکل تمام اتحاد کے رشتے میں پرو دیا تھا۔ ہمارا اشارہ فروعی اختلافات کے اس بیج کی طرف ہے جسے بعض خود غرض اسلام دشمن اور تخریبی عناصر اس اسلامی مملکت کی سرزمین میں بونے کی سعیٔ نامسعود کر رہے ہیں۔ آج سے دس سال قبل ہندوستان کے تیس کروڑ مسلمانوں کی یوسف بے کارواں کی سی تھی۔ جہالت، اسلام سے عدم واقفیت اور رسم و رواج اور عقائد پرستی نے آخرت کے جذبہ کو یکسر ختم کر دیا تھا

بعض مذہب سے گمراہ مرشدان خود بین نے اپنی پیری مریدی کے بازار کو گرم کرنے کے لئے حنفی، غیر حنفی، وہابی، اہل حدیث وغیرہ جیسے فروعی مسائل کو اساس بنا کر ملت اسلامیہ کو مختلف خانوں میں تقسیم کر رکھا ہے۔ ایسے نازک وقت میں حضرت قائداعظم نے مسلمانوں کو للکارا۔ کہ وہ فروعی اختلافات کو اتحاد کے راستے میں رکاوٹ نہ بننے دیں۔ اور اس طرح تمام مسلمانوں کو ایک پرچم تلے جمع کیا تھا۔ اس اتحاد و اتفاق کا ایک ادنیٰ کرشمہ پاکستان کی تاسیس ہے۔ اب ہم انتہائی دکھ سے یہ محسوس کر رہے ہیں کہ حضرت قائداعظم کی آنکھیں بند ہونے کے بعد کچھ عرصہ سے بعض تخریبی عناصر مسلمانان پاکستان میں شیعہ، سنی، حنفی وہابی اور اسی قسم کے دوسرے فرقوں کے نام پر پھر انتشار پھیلانے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں۔ یہ ایک زہر ہے۔ جو اگر جسد اسلامی میں خدانخواستہ سرایت کر جائے تو اس کا اندیشہ ہے کہ ہماری وہ قومی وحدیت جو ہمارا سب سے قیمتی سرمایہ ہے پارہ پارہ نہ ہو جائے، اور پاکستان کے استحکام کو نقصان نہ پہنچے۔ اس لئے ہر اس سچے مسلمان کا جو اتحاد اسلامی اور پاکستان کی ہر جہتی ترقی کا دل سے خواہاں ہو۔ یہ فرض ہے کہ وہ اس فتنہ کو سر اٹھانے سے پہلے ہی کچل دے۔ اس لئے کہ حکم خداوندی (حدیث) ہے۔

"تم میں سے ہر ایک چرواہا ہے۔ اور اپنے ریوڑ کی خیر خواہی کا ذمہ دار بھی"۔ اسلام ایک سیدھا سادہ مذہب ہے جس کے بعض واضح بنیادی اصول ہیں۔ اور وہ یہ ہیں۔ کہ

(۱) خدا ایک ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

(۲) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول ہیں۔

(۳) کلمہ۔ نماز۔ روزہ اور حج ارکان اسلام ہیں۔

(۴) قرآن کلام الٰہی ہے جو رسول ﷺ پر اتارا گیا۔

(۵) مسلمانوں کا قبلہ کعبۃ اللہ ہے۔

ان بنیادی عقائد سے کسے اختلاف ہو سکتا ہے۔ تو پھر کیا ہم اس اساس پر متحد و متفق نہیں ہو سکتے؟

ان کے علاوہ اگر کسی کے کچھ اور فروعی عقائد ہیں تو انہیں اتحاد اسلامی کے راستہ میں سنگ گراں بننے کیوں دیا جاوے؟ اس قسم کی تفرقہ انگیزی اور فرقہ بندی سے بہت بلند اور بالا اور بالا ہو کر ہم نے پاکستان حاصل کیا تھا۔ اور آج پاکستان کو مستحکم و مضبوط بنانے کی بجائے اگر ہم بدقسمتی سے پھر فرقہ بندی کی طرف مائل ہو جائیں۔ تو ہمارا یہ عمل شجر پاکستان پر کلہاڑے کا کام کرے گا۔ ہمارے لئے صرف یہی کافی ہے۔ کہ ہم مسلمان ہیں۔ قرآن ہمارا رہنما ہے۔ اور رسول اکرم کی زندگی اور اسوۂ حسنہ ہمارے لئے مشعل ہدایت۔ اسلام نے ہمیں صرف خود اپنے اور اپنے ہم جنس ہی کے ساتھ نہیں بلکہ پوری کائنات کے ساتھ پرامن طریق زندگی اور ان سے ہم آہنگی کے ساتھ رہنے سہنے اور اس طرح خدا کی وحدت کا عملی مظاہرہ کرنے کا طریقہ سکھایا ہے۔

مسلمان کا ہر چھوٹے سے چھوٹا عمل۔ امن۔ ہم آہنگی۔ اور یگانگت کے نقطۂ نظر سے ہونا چاہیئے۔ قرآن نے جا بجا اتحاد و اتفاق کا درس دیا ہے۔ اور حبل اللہ کو تھامے رہنے کی ہدایت کی ہے۔

مسلمانان پاکستان سے ہماری یہ دردمندانہ اپیل ہے. کہ وہ تاریخ کے ان نازک لمحات میں جب کہ استحکام پاکستان کے لئے اتحاد عمل بہت ضروری ہے اپنی صفوں میں پھوٹ پڑنے نہ دیں. فروعی اختلافات کی آگ کو اگر کوئی بدخواہ ہوا دے رہا ہو تو اسے بے نقاب کریں۔ اور تخریبی عناصر کی حوصلہ افزائی نہ فرماویں. اس اتحاد بین المسلمین میں اگر دنیا کی سب سے بڑی اسلامی مملکت کامیاب ہو جائے تو پھر ساری دنیائے اسلام اس مقصد میں کامیاب ہو جائے گی۔ اور خدانخواستہ ہم ہی نے خود کو چھوٹے چھوٹے گروہوں میں تقسیم کر لیا تو اس کا اندیشہ ہے کہ کہیں ہم اپنے ساتھ دنیائے اسلام کو بھی گمراہ نہ کر دیں. یاد رہے کہ ماضی میں کئی اسلامی سلطنتیں محض انہی اختلافات کی وجہ سے تباہ ہو گئیں۔ اگر ہم نے غلط مثال قائم کی تو پھر مستقبل میں اسلامی اصولوں پر کسی مملکت کی تاسیس کا کوئی امکان نہ رہے گا"

(نوائے اکتوبر ۱۷ دسمبر ۱۹۴۹ء)

اخبار زمیندار لاہور میں بھی اسی قسم کا ایک مضمون جو نہایت ہی اخلاص اور دردمندی کے ساتھ لکھا گیا تھا۔ شائع ہوا۔

"پاکستان کو اس وقت کئی اہم امور پیش ہیں۔ ایک طرف تو مہاجرین کا کام ابھی تک تسلی بخش طور پر ختم نہیں ہوا، اور دوسری طرف کشمیر کا مسئلہ بالکل اٹھ کر رہ گیا ہے۔ اور کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اس کا حل کب۔ کیا۔ اور کس طرح ہو گا۔ اور کہیں صوبائی وزارتوں کے جوڑ توڑ کا قضیہ ہے"

پاکستان کا دفاع ایک ایسا معاملہ ہے۔ جس کے ساتھ ہماری زندگی اور موت وابستہ ہے۔ پاکستان جو ہندوستانی مسلمانوں اور اسلام کی آخری امید گاہ ہے

اور جس کی طرف آج تمام ممالک اسلامیہ رہنمائی کے لئے دیکھ رہے ہیں۔ اس کا دفاع ایک انتہائی اہم کام ہے۔ آج ضرورت ہے کہ ہم متحد اور منظم کوششوں سے اپنے آپ کو اتنا مضبوط بنادیں کہ کسی دشمن کو بھی ہماری طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی جرأت نہ ہو۔ ان ہنگامی مسائل کے علاوہ ہمارے سامنے پاکستان کی دستور سازی۔ اسلامی معاشرہ کا پیدا کرنا۔ عوام کی اخلاقی اور معاشری حالت کا سدھارنا ایسے کام ہیں جو ہماری متحد۔ منتظم۔ پیہم اور انتھک کوششوں کے طلبگار ہیں۔ اور اگر ہم نے ان کی طرف سے کوتاہی کی۔ تو پھر ہمیں اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ وقت کا تقاضا ہے کہ ہم ان مسائل کی اہمیت کو محسوس کریں۔ اور اپنے آپ کو ان سے عہدہ برآ ہونے کے لئے تیار کریں۔ لیکن افسوس کہ حالت اس کے برعکس ہے۔ مختلف قسم کے مفاد رکھنے والے لوگوں نے ہمیں کچھ اس طرح الجھا دیا ہے۔ کہ ہم اصلی مسائل کی طرف سے غافل ہو گئے ہیں۔ کیونکہ وزیروں اور مشیروں کے جھگڑے کھڑے ہو گئے ہیں کہیں مانکی [illegible] قیوم رسہ کشی ہے۔ سب سے زیادہ خطرناک فتنہ مذہبی عقائد کے اختلاف کا فتنہ ہے۔ بعض خود غرض لوگ ذاتی اغراض کی تکمیل کے لئے بعض فروعی مسائل کو آڑ بنا کر مسلمانوں میں انتشار پھیلا رہے ہیں۔ اور اس طرح قائد اعظم کے کئے ہوئے کام کو تباہ کر رہے ہیں۔ جو انہوں نے مسلمانوں کو متحد کرنے میں کیا تھا۔ وقت کی نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے انہوں نے مسلمانوں سے اپیل کی تھی کہ وہ آپس کے اختلافات کو بھول کر پاکستان کے حصول اور پھر اس کے بقاء واستحکام کے لئے متحد ہو جائیں اور وہ اس میں کامیاب ہوئے۔ ہم نے دیکھا کہ آپس میں شدید قسم کے اختلافات

رکھنے والے لوگ بھی ایک ہی سٹیج سے ایک ہی نعرہ لگاتے تھے۔ لیکن بدقسمتی سے آج جب کہ وہ ہم میں نہیں ہیں۔ بعض شرپسند عناصر ان چیزوں کو ہوا دے کر مسلمانوں کو آپس میں لڑانے کی فکر میں ہیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جب مسلمان ان چیزوں میں الجھ گئے تو ان کی عام توجہ تعمیری کاموں سے ہٹ جائے گی۔ قائداعظم کا یقین محکم۔ ضبط اور تنظیم کا نعرہ فضا میں گونج رہا ہے۔ لیکن افسوس۔ ہمارے کان ان کی طرف سے بند ہیں۔ ہم نہیں سوچتے کہ ہماری اس غفلت شعاری کے نتائج کیا ہو سکتے ہیں۔ کیا ہمیں بغداد کی اس وقت کی حالت یاد نہیں جب تاتاری بغداد کے دروازے پر دستک دے رہے تھے۔ اور مسلمان علما اور عوام چوکوں میں کھڑے تین تین دن سے مناظروں میں مشغول تھے۔ اور اس کو خدا کی عبادت اور اس کی خوشنودی کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ کیا سپین کے واقعات ہمارے ذہن سے بالکل نکل گئے۔ اور ہم نے انہیں بالکل محو کر دیا ہے؟ دشمن اسی طرح ہماری گھات میں ہے۔ کہ ہماری ذرا سی غفلت اسے ہم پر وار کر دینے پر تیار کر دے گی۔ فطرت انسانی گناہوں کو تو بعض اوقات نظر انداز کر دیتی ہے۔ لیکن اجتماعی گناہوں کو ہرگز معاف نہیں کرتی۔ اگر ہم نے وقت کی نزاکت کا احساس نہ کیا اور اپنے آپ کو آنے والی کشمکش کے لئے تیار نہ کیا اور ان ہی بے فائدہ باتوں میں الجھ اور پھنس کر رہ گئے۔ تو ہمارا حشر بھی وہی ہو گا جو ایک غافل قوم کا ہونا چاہیئے۔ قدرت نے ہمیں ایک مہلت دی ہے۔ اگر ہم نے اس کو یوں ہی کھو دیا اور اس سے پورا فائدہ نہ اٹھایا تو ہو سکتا ہے کہ پھر ہمیں ایسی مہلت اور موقع نہ ملے اور ہمیں دیر تک اس کے نتائج بھگتنے پڑیں

آخر میں مسلمانوں سے اپیل کرتا ہوں۔ کہ خدا را بے فائدہ باتوں کے پیچھے نہ جایئے۔ اصل چیز جو خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک مقبول ہے۔ وہ اعمال صالحہ ہیں۔ اور اعمال صالحہ کے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا۔ جب پاکستان حاصل نہیں ہوا تھا تو جو شخص ایسی باتوں کو چھیڑتا تھا تو اسے یہی کہتے تھے کہ اس وقت ان مسائل کو نہ چھیڑو۔ یہ وقت متحد رہنے کا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ وقت اس سے بھی زیادہ نازک ہے۔ اور اس وقت اس سے بھی زیادہ اتحاد کی ضرورت ہے۔ پاکستان کا استحکام اور بقا اس کے حصول سے کم ضروری نہیں۔ آزادی کو برقرار رکھنے کے لئے ہمیں اس کے حصول سے بھی زیادہ قربانیاں دینی پڑیں گی۔ اور یہ وہ وقت ہے کہ ہم ان کے لئے اپنے آپ کو تیار کر لیں۔ اگر ہم ہٹ گئے تو پاکستان کی حفاظت کون کرے گا؟

لیکن کیا تم نہیں دیکھتے کہ تمہارے درمیان پارٹیاں بن گئی ہیں۔ تم آپس میں بٹ گئے ہو۔ تم ایک دوسرے کو کافر سمجھتے ہو۔ اور ایک دوسرے کے دشمن بن گئے ہو۔ ذرا دل تھام کر سوچو۔ ان جھگڑوں سے خدا کو اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ اسلام کو اور پاکستان کو۔ اور خود تمہیں کیا فائدہ پہنچ رہا ہے ہمیں خدا کی کبریائی کی قسم، رسول پاک کی رحمت للعالمینی کی قسم، اور خدا کے دین کی قسم، مشرقی پنجاب کے شہیدوں اور مجروحوں، عصمتوں کی قسم، اس بوڑھے مرحوم قائد کے خلوص کی قسم۔ ان باتوں کو چھوڑ دو۔ اپنی تمام تر توجہات کو اپنی اصلاح۔ پاکستان کے استحکام اور اسلام کی خدمت میں لگا دو۔ کیونکہ

اصل دین۔ اصل ایمان اور اصل اسلام یہی ہے۔ اور اس کے بغیر خدا اور اس کے رسول پاک کا دعویٰ کرنا بے معنی ہے۔ کون ایسا ہے جو خدا پر یقین نہیں رکھتا۔ اور اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھیراتا ہے۔ کون ایسا بدبخت ہے جو حضور پر نور کو اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے افضل اور اعلیٰ اور اولیٰ نہیں جانتا...... بھائیو! بات صاف ہے۔ خواہ مخواہ الجھا دی گئی ہے۔ اور الجھے ہوئے لوگ تمہیں الجھا رہے ہیں۔ ان الجھنوں کو صاف کر دو فرض کرو چند چیزیں ایسی بھی ہیں جن میں تمہارا اختلاف ہے۔ تو اپنے بزرگوں کی پیروی کرتے ہوئے ان کو کسی زیادہ امن کے وقت پر اٹھا رکھو۔ پھر ان سے نپٹ لیا جائے گا۔ کیا تم نے مولانا شبیر احمد عثمانی اور مولانا عبدالحامد بدایونی قادری چشتی کا متفقہ رزولیوشن نہیں پڑھا۔ جس میں انہوں نے مسلمانان پاکستان سے اپیل کی ہے کہ وہ اختلافات میں نہ پڑیں۔ کیونکہ یہ پاکستان کے مفاد کے خلاف ہے۔ اور اس کے استحکام اور دفاع میں مضرت رساں ہیں۔ جو قومیں جذبات میں بہہ کر وقت کے حقائق سے آنکھیں بند کر لیتی ہیں وہ دنیا میں کبھی کامیاب و کامران نہیں ہو سکتیں۔

پاکستان ایک نو زائیدہ مملکت ہے۔ اسے اتحاد کی ضرورت ہے۔ اسے تنظیم کی ضرورت ہے۔ اسے دیانت دار اور ہوشیار اور بیدار عوام کی ضرورت ہے۔ اسے مجاہدوں کے خون کی ضرورت ہے۔ اسے علماء کے علم کی ضرورت ہے۔ اسے اہل قلم کے قلم کی ضرورت ہے۔ دنیا میں اسے اپنا صحیح مقام حاصل کرنے کے لئے ابھی ایک لمبا، دشوار گزار اور کٹھن [illegible]

طے کرنا ہے۔ اور یہ چیز ہماری محنت اور اخلاص کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ اگر تمہیں خدا سے محبت ہے۔ اس کے رسول کا عشق ہے۔ اگر پاکستان تمہیں پیارا ہے، اور بانئ پاکستان قائداعظم کا دل میں کچھ بھی احترام ہے۔ تو یاد رکھو کہ جو کچھ تم کر رہے ہو وہ ان سب کے خلاف ہے۔ ان سے بے وفائی ہے۔ نہ خدا ان جھگڑوں اور جدالوں اور مناظروں کو پسند کرتا ہے۔ اور نہ اس کا رسول پاک۔ نہ پاکستان کو فائدہ نہ تمہیں نفع۔ یہ سراسر گھاٹے کا سودا ہے حالات کو سمجھو۔ وقت کی نزاکت کو محسوس کرو۔ اور آپس کے اختلافات کو ختم کرتے ہوئے متحد ہو جاؤ۔ پاکستان اور اسلام کی حفاظت کے لئے ایک آہنی دیوار بن جاؤ۔ تمہارا خدا بھی خوش ہوگا اور تمہارا رسول بھی۔ دنیا میں تم سرفراز ہوگے۔ اور آخرت میں کامیاب۔"

(از محمد عبد اللہ قصوری زمیندار ۱۷ر اکتوبر ۴۹ء)

اسی طرح کے مضامین "احسان" اور "مغربی پاکستان" سے بھی نقل کیے جا سکتے ہیں۔ مگر فی الحال ہم روزنامہ "جدید نظام" کا ایک مضمون درج کرنے پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔

ایڈیٹر اخبار مغربی پاکستان نے لکھا تھا کہ :-

"پاکستان کا معرض وجود میں آنا محض خداوند کریم کا خاص کرم اور حضرت قائداعظم کے خلوص اور ایثار کا نتیجہ ہے۔ حضرت قائداعظم نے جس وقت تعمیر ملت کا بیڑا اٹھایا تو آپ نے ہر جماعت اور قوم کے ہر فرد کو اس تعمیر ملی میں حصہ لینے کی دعوت دی۔ اللہ کا کرم تھا کہ ہندوستان میں اسلامی حکومت

کے زوال کے بعد سے آج تک قوم نے کبھی اس یک جہتی اور کمالِ خصوص سے کسی آواز پر اس شدت سے لبیک نہیں کہی تھی۔ جس خوبی اور خوش اسلوبی سے آپ کا ساتھ دیا۔ مگر بدقسمتی سے جہاں اکثریت نے صحیح رہنمائی کی تقلید کی وہاں چند ایک ننگِ اسلاف ہستیاں بھی تھیں جنہیں صرف جاہ پرستی کی ہوس نے اندھا کر رکھا تھا۔ اور انہوں نے اپنے ذاتی منافع کو قومی ترقی پر ترجیح دے رکھی تھی۔ چنانچہ یہ لوگ مختلف قیمتوں پر اغیار کے ہاتھوں چند روپلی مصلحتوں کے ماتحت بک گئے۔ ان میں بیشتر طبقہ علماء کا تھا۔ ان لوگوں نے مذہب کی آڑ لیکر وہ تخریبی کام کیا کہ شاید اغیار تنہا اس کو کبھی انجام نہ دے سکتے۔ دو سال پاکستان کی مخالفت کی گئی۔ بلکہ اس کو ایک ناممکن العمل تخیل قرار دیا۔ اور متحدہ ہندوستان کی کہانی جو کہ ہمسایہ قوم نے اپنے مفاد کی خاطر ان کو رٹائی تھی۔ کو اس قدر اہمیت دی کہ معاذ اللہ اس کو ایک جزوِ ایمان قرار دے دیا۔ مگر خلوص۔ ایثار اور نیک نیتی کو اس سے دور کا بھی تعلق نہیں تھا۔ یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ باوجود روپے کو پانی کی طرح بہانے کے پھر بھی ناکام رہے۔ ان میں ایسے بھی ذاتِ شریف تھے جنہوں نے حضرت قائداعظم کی ذاتِ گرامی پر اس قدر رکیک اور کمینہ حملے کیئے کہ شاید کسی اغیار کے دشمن ترین انسان نے بھی ایسا نہیں کیا ہوگا۔ مگر وہ مردِ مجاہد محض اپنی منزل کے لئے محض خدا اور رسول پر بھروسہ رکھتا ہوا بڑھتا گیا۔ نہ کبھی کسی کو کوسا نہ بُرا کہا۔ بلکہ جو جماعت یا فرد آپ کے بالمقابل آیا وہ ....

خود بخود ختم ہو گیا........ ہمیں یہ لکھتے ہوئے بے حد قلق ہوتا ہے کہ جب ہم دیکھتے ہیں کہ اب وہی تخریبی عناصر جو پاکستان کا نام سننا گوارا نہ کرتے تھے برسرِ اقتدار آتے ہوئے ہیں۔ کیا قوم نے ان کو اس بدکرداری کا یہ صلہ دیا ہے۔ صرف یہی فراخ دلی کافی تھی؟

سید رشید احمد

ان سے باز پرس نہ کی جاتی ۔ حالانکہ ہر ترقی یافتہ ملک میں اپنی غداری کے لئے ایسی سزا پاتے ہیں کہ دوسروں کے لئے تازیانہ عبرت ہوتی ہے ۔ مگر یہاں خدا جانے ارباب لبست و کشاد کی کھوپڑی کیوں الٹی ہے ۔ ہمیں ڈر ہے کہ یہ لوگ اس تخریب کو اس وقت تک بروئے کار لانے میں خدانخواستہ کامیاب ہو جائیں ۔ اس کے لئے سی ۔ آئی ۔ ڈی کی خاص نگرانی کی ضرورت ہے ...... الخ

(مغربی پاکستان ۱۹ اکتوبر ۵۰ء)

ایڈیٹر صاحب روزنامہ جدید نظام لاہور

ملک کی تقسیم سے قبل بعض سیاسی جماعتوں نے پاکستان کے قیام کی انتہائی مخالفت کی ۔ اور پاکستان کے قیام ...... کو شریعت اسلامیہ کیخلاف قرار دیا ۔ اور اپنے ہندو آقاؤں کو خوش کرنے کے لئے بانئ تحریک پاکستان مرحوم قائد اعظم کو ملک کا دشمن اور انگریز کا ایجنٹ کہنے میں بھی دریغ نہ کیا ۔ تمام ملک کے دورے کر کے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کی ۔ اور کوشش کرتے رہے ۔ آخر مسلمان قوم ان کی شرانگیزیوں سے پوری طرح آگاہ ہو چکی تھی ۔ اس لئے تمام مسلمان قوم نے متفقہ طور پر اس ہندوانہ سیاست کو رد کرتے ہوئے قائد اعظم مرحوم کی قیادت پر اپنے اعتماد کا اظہار کیا ۔ اور پاکستان کے حصول کی کوشش میں مصروف ہو گئی ۔ قیام پاکستان ہی ان شرانگیز اور شرپسند عناصر کی عملی طور پر سیاسی موت کا پیغام تھا ۔ چنانچہ ان غداران ملت نے اب مذہبی بہروپ دھار لینے کی کوشش کی ۔ اور تبلیغ دین کے بہانے پاکستانیوں میں اپنے دیرینہ ہندو آقاؤں کو خوش کرنے کے لئے اور ان کے اشاروں پر اختلاف اور پھوٹ ڈالنے کی کوشش میں مصروف ہو گئے ۔ کیونکہ جس کسی ملک کو تباہ کرنے کا پروگرام بنایا جاتا ہے ۔ پہلے اس کے باشندوں میں اندرونی خلفشار اور اختلاف پیدا کرنے کی کوشش

Sayed Rashid Ahmad

کی جاتی ہے۔ تاکہ ملک کے اندر بیرونی سے پیشتر ہی اندرونی انتشار پیدا کیا جا سکے چنانچہ ان سنہری خدمات کا سرانجام دینے کا سہرا پاکستان میں اور خصوصاً پنجاب میں مجلس احرار کے کارکنوں کے سر بندھا ہے۔ کہیں ان بزرگوں نے شیعہ سُنّی کے۔ کہیں وہابی و اہلحدیث۔ اور کہیں احمدی وغیر احمدی کے نام سے شر پھیلانے کی کوشش کی ہے۔ پنجاب کے مختلف شہروں سے یہ افسوس ناک خبریں آ رہی ہیں کہ آج فلاں جگہ مسلمانوں میں سر پھٹول ہو گئی۔ آج فلاں مقام پر مسلمانوں میں آپس میں تصادم ہو گیا۔ ...... ہم مجلس احرار یا دوسرے دوستوں سے ایک سوال کرتے ہیں کہ کیا پاکستان میں تمام اقلیتوں کو اپنے اپنے مذہبی عقائد کی پوری پوری آزادی ہے یا نہیں؟ اگر ہے۔ اگر ہے اور واقعی ہے تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ ہم کسی احمدی کو یا اس کی عبادت گاہ کو تباہ و برباد کر دیں .... مذہبی عقیدہ کے لحاظ سے ممکن ہے کہ ہمیں بھی احمدی حضرات سے اختلاف ہو۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم ان کی عبادت گاہیں ہلا دیں یا ان کے آدمیوں پر حملے کریں۔ اور پاکستان میں ایک ایسی بُری فضا پیدا کر دیں کہ دشمن آسانی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے باہر سے حملہ کر دے۔ ہمارے خیال میں تو وہ لوگ جو اس نازک وقت پر ملک میں مختلف فرقوں میں اختلاف پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ ملک کے دشمن اور ریاست کے مخالف ہیں۔ ایسے لوگوں کو ایسی حرکتوں سے روکنے کے لئے حکومت اور عام مسلمانوں دونوں کو مل کر روکنا چاہیئے۔ تاکہ ملک کی فضا زیادہ خراب نہ ہو جائے ورنہ یہی وبا ہماری تباہی و بربادی کا باعث بن جائے گی۔ ......الخ

(جدید نظام لاہور ۱۷ر مئی ۱۹۵۱ء)

یہی نہیں اس قسم کے اور بھی متعدد مضامین درج کئے جا سکتے ہیں۔ جن میں احراریوں کی

شرانگیزی اور منافرت آمیز حرکات پر اظہار بیزاری و نفرت کیا گیا ہے۔ اور انہیں اس قسم کے افعال بد سے اجتناب کرنے کا مخلصانہ مشورہ دیا گیا ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی گورنمنٹ کو بھی توجہ دلائی گئی ہے کہ وہ ان لوگوں کی بدعنوانیوں پر سختی سے نوٹس لے

ان مخلصانہ مشورں پر احرار اور گورنمنٹ نے قطعاً توجہ نہ کی

مگر ہمیں افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اس قسم کے احتجاجی مضامین کا نہ تو احرار نے کوئی اثر لیا۔ اور نہ ہی گورنمنٹ اس طرف متوجہ ہوئی۔ یہی نہیں بلکہ اس قسم کی مفسدہ پردازی حد سے بڑھ گئی۔ اور ملک کا امن و امان سخت خطرہ میں پڑ گیا۔

جماعت احمدیہ اور اس کے آرگن الفضل نے مسلسل احتجاج کیا اور اصلاح احوال کے لئے توجہ دلائی

تب اس قسم کے مفاد پسندوں کی شرانگیز کارروائیوں کے خلاف مختلف اوقات میں جماعت احمدیہ نے بھی پروٹسٹ کیا گیا۔ اس کے مرکزی اداروں کی طرف سے بھی احتجاج کیا گیا۔ اور گورنمنٹ کو بار بار توجہ دلائی گئی۔ بلکہ جماعت کے آرگن الفضل میں تو مسلسل ہی اس بارۂ خاص میں لکھا گیا۔ مگر اس تشویشناک اور ملک کے لئے انتہائی خطرناک صورت حال کی اصلاح کی طرف اس وقت کی پنجاب گورنمنٹ نے اصلاً توجہ کی اور نہ کوئی ایسا قدم اٹھایا اٹھایا۔ جو اس بڑھتے ہوئے شر اور اشتعال کو روک دے جو احرار زعما کی مسلسل اور پیہم آتش بار اور فتنہ انگیز تقریروں کی بدولت بڑی تیزی سے بڑھ رہا تھا۔

آخر مجبور ہو کر حضرت امام جماعت احمدیہ کو حفاظت خود اختیاری کے لئے جماعت کو تحریک کرنی پڑی

یہی صورت حال تھی جس کو مدنظر رکھتے ہوئے ہمارے امام عالی مقام کو بھی آخر مجبور ہو کر اپنی جماعت کو اپنے ایک خطبہ جمعہ میں آنے والے خطروں سے

آگاہ کرتے ہوئے حفاظت خود اختیاری کے لیے تحریک کرنا پڑی اور ساتھ ہی گورنمنٹ کے متعلق بھی کہنا پڑا۔ کہ وہ پُر خطر حالات کو دیکھ رہی ہے۔ مگر کوئی کاروائی نہیں کرتی۔" جیسا کہ حضور انور کے متذکرہ بالا خطبہ جمعہ (فرمودہ جولائی ۵۰ء) کے مندرجہ ذیل اقتباس سے ظاہر ہے۔

خطبہ جمعہ کا ضروری اقتباس " مثلاً یہ دیکھا جا رہا ہے: کہ کس طرح پاکستان میں ہمارے خلاف پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے۔ اور جلسوں میں لوگوں کو اکسایا جاتا ہے۔ کہ وہ ہمارے آدمیوں کو قتل کر دیں۔ ہماری جائیدادوں کو لوٹ لیں۔ اور دوسرے لوگوں کو یہ تحریک کی جاتی ہے کہ وہ اپنے مکانات پر نشان لگا لیں۔ تا قتل عام کے وقت انہیں کوئی نقصان نہ پہنچے۔ سارے پاکستان میں ایسا ہو رہا ہے۔ مگر کیا کسی نے اس پر نوٹس لیا ہے۔ کیا تم اتنے بے وقوف ہو کہ تم ان باتوں کو سمجھ نہیں سکتے کہ کسی وقت بھی ایسا ہو سکتا ہے۔ اور تمہیں ان حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار رہنا چاہیئے۔ گورنمنٹ بھی احرار سے بنی ہے۔ اور وہی لوگ جو ہمیں گالیاں دیتے ہیں۔ ان میں سے بعض گورنمنٹ کے رکن ہیں۔ گورنمنٹ کا کام امن قائم کرنا ہے۔ گورنمنٹ کا کام اس قسم کے فتنے دبانا ہے۔ مگر وہ دیکھ رہی ہے اور اس کے خلاف کوئی کاروائی نہیں کرتی۔ اس کے آدمی جاتے ہیں اور وہ ان مجالس میں جا کر ڈائریاں لیتے ہیں۔ لیکن وہ اس قسم کی باتوں کا ڈائریوں میں ذکر نہیں کرتے۔ بعض جگہوں میں تو ڈائریاں لی ہی نہیں جاتیں۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس جگہ کی مقامی پولیس دل سے ان کے ساتھ ہے۔ اور بعض جگہ پولیس نے ڈائریاں لی ہیں۔ لیکن ضلع کے حکام نے حکومت تک ان کو پہنچایا نہیں۔ ایک جلسہ میں ایک شخص

نے کہا تم میں سے کون ہے۔ جو احمدیوں کو قتل کرے ایک آدمی نے اٹھکر کہا میں حاضر ہوں۔ پولیس نے ڈائری نہیں لکھی۔ لیکن ایک مجسٹریٹ نے جو وہاں موجود تھا۔ اپنی ڈائری میں یہ بات لکھ دی کہ میرے سامنے مقرر نے سوال کیا کہ تم میں سے کون کون فلاں فلاں احمدیوں کو قتل کرنے کے لئے اپنے آپ کو پیش کرتا ہے۔ تو ایک آدمی کھڑا ہوا اور اس نے کہا میں اس کام کے لئے حاضر ہوں۔ اور اپنا نام پیش کرتا ہوں۔ جب پولیس کے افسروں سے پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ وہ پاگل تھا۔ اس لئے اس واقعہ کو نہیں لکھا گیا۔ یعنی جب شرارت کا پتہ لگ گیا تو یہ کہدیا کہ وہ پاگل تھا۔ حالانکہ اگر کھڑا ہونے والا پاگل تھا تو کیا تقریر کرکے اشتعال دلانے والا بھی پاگل تھا۔ مگر ہم نے اپنے طور پر تحقیقات کی ہے۔ وہ شخص ہرگز پاگل نہیں۔ ایک کام کاج کرنے والا آدمی ہے۔"

(الفضل ۵ جولائی ۱۹۵۰ء صفحہ ۔)

حضرت اقدس کے فرمودہ بیان کی تصدیق تحقیقاتی عدالت سے بھی ہوگئی

دشمن کی جس قسم کی اشتعال انگیزیوں کی طرف حضرت امام جماعت احمدیہ نے اشارہ کیا ہے اس کی تصدیق تحقیقاتی عدالت کی حالیہ رپورٹ سے بھی ہو جاتی ہے۔ جس میں سی۔ آئی۔ ڈی والوں کی رپورٹوں کی بنا پر متعدد ایسے جلسوں کا حال بیان کیا گیا ہے جن میں احمدیوں کو قتل کرنے اور ان کا مال لوٹنے کی کھلی کھلی تحریک کی گئی تھی۔ اور اسی رپورٹ میں ایسے مقامات بھی نظر آتے ہیں جن میں بیان کیا گیا ہے کہ اشتعال دلائے جانے پر مشتعل لوگ بھرے مجمعوں ہی میں یہ کہکر کھڑے ہو گئے کہ بتاؤ ہم فلاں کو قتل کر دیں۔ اور فلاں کو مار ڈالیں۔ یہی نہیں بلکہ مندرجہ ذیل اقتباسات کے پڑھنے سے یہ بھی معلوم ہو جائے گا۔ کہ خود سی۔ آئی۔ ڈی اور دوسرے ذمہ دار

ارکانِ حکومت نے مسلسل اور متواتر حکومت پنجاب کو احرار کی اشتعال انگیزیوں کا سدِ باب کرنے کے لئے توجہ دلائی۔ بلکہ بار بار لکھا اور اس پر زور دیا۔ اور وہ طریقے بتائے جن کے ذریعہ ان کی پھیلائی ہوئی شورش کو فرو کیا جاسکتا تھا۔ مگر العجب ثم العجب کہ اربابِ اختیار نے کسی ایک رپورٹ پر بھی توجہ فرمانے کی زحمت گوارا نہ کی۔ اگر کبھی توجہ کی بھی تو یہی کہا ٹھیرو۔ انتظار کرو۔ اسی پر بس نہیں۔ خود مرکزی گورنمنٹ کی طرف سے بھی متعدد بار حکومت پنجاب کو متوجہ کیا گیا۔ اس سے جواب طلب کیا گیا۔ اسے اصلاحِ حال کے لئے تاکید کی گئی۔ مگر اسے بھی ہر دفعہ ادھر ادھر کی باتوں سے ٹال مٹال دیا۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ احرار کے حوصلے بڑھ گئے۔ اور انہیں یقین ہو گیا کہ ہماری انتہائی اشتعال انگیزی اور شورش بڑھانے والی باتوں پر بھی گورنمنٹ کسی قسم کا نوٹس نہیں لیتی اس لئے ہم اور بھی جو چاہیں کر سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جابجا اشتعال انگیز تقریریں کرنے اور منافرت آمیز لیکچر دینے۔ اور عوام کالانعام کو مذہب کے نام سے بھڑکا دینے والے وعظوں کا سلسلہ جاری کرنے پر بھی ان کا نہ دل بھرا؛ اور اپنی آتشِ انتقام کو ٹھنڈا کرنے کے لئے انہوں نے ایک اور منصوبہ سوچا اور وہ تھا

رسالہ "الشہاب" کی اشاعت کا منصوبہ جس میں احمدیوں کو مرتد قرار دیتے ہوئے

رسالہ الشہاب کی اشاعت کرکے طبائع میں انتہائی اشتعال پیدا کر دیا گیا۔

یہ امر قرآن اور حدیث کے نام سے ظاہر کیا گیا تھا۔ کہ اسلام میں مرتد کی سزا قتل ہے۔ . . . .

رسالہ الشہاب کی اشاعت

اور اس کے نتائج

۱۹۲۴ء میں مولوی شبیر احمد عثمانی دیوبندی نے اس وقت لکھا تھا۔ جب کہ حکومت افغانستان کے حکم سے کابل میں چند بے گناہ اور مظلوم احمدی شہید کئے گئے۔ اور جب ان کی سنگساری اور شہادت پر مہذب دنیا نے اظہار نفرت کیا۔ تب ہندوستان کے طبقہ علماء میں سے بعض قدامت پسند مولویوں نے حکومت افغانستان کے اس فعل قبیح کو سراہتے ہوئے اسے قرآن کریم کے عین مطابق بتایا۔ حالانکہ یہ کہنا بھی بجائے خود ایک ظلم تھا۔ نہ صرف احمدیوں پر بلکہ اسلام پر۔ قرآن پاک پر اور شریعت حقہ اسلامیہ پر۔ یہ اور اس قسم کے جس قدر اور بھی مضامین لکھے گئے تھے۔

> **جماعت احمدیہ کی طرف سے اس غلط نظریہ کی بروقت تردید ہو چکی ہے۔**

ان سب کا جامع و مانع اور نہایت ہی معقول اور مدلل اور مسکت جواب انہی دنوں جماعت احمدیہ کی جانب سے قادیان سے شائع کر دیا گیا تھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ اس قسم کے خلاف از حقیقت اور گمراہ کن عقائد و خیالات کی بروقت تردید ہو جانے سے مخالفین کے دور از کار خیالات و آراء کو کسی قسم کی اہمیت حاصل نہ ہو سکی۔ اور کچھ عرصہ بعد یہ اپنی موت آپ ہی مر گئے۔ یہی نہیں۔ بلکہ اس زمانہ میں احمدیوں کے علاوہ کئی ایک دوسرے چوٹی کے مسلمان

دیگر ممتاز علماء اور لیڈروں نے بھی اس غلط عقیدہ کا رد کیا تھا

لیڈروں اور عالموں نے بھی اس بارہ میں وہی کچھ لکھا تھا۔ جو احمدی کہہ چکے تھے۔ چنانچہ مولانا محمد علی صاحب، مولانا عبد الماجد صاحب دریا آبادی، مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری وغیرہ وغیرہ کے بے لاگ اور حقیقت پر مبنی بیانات و مضامین کی اشاعت سے یہ حقیقت اور بھی اچھی طرح واضح ہو گئی۔ اسلام میں مرتد کی سزاء قتل نہیں۔ اور نہ ہی جماعت احمدیہ مرتدین کا گروہ ہے۔

مولانا محمد علی صاحب ایڈیٹر "کامریڈ" کا مدلل مضمون

چنانچہ مولانا محمد علی صاحب ایڈیٹر "کامریڈ" و "ہمدرد" دہلی نے لکھا تھا۔ کہ:۔

"یہ سوال باقی رہتا ہے۔ کہ کیا احمدی جماعت مرتد ہے۔ اور اب وہ مسلمان نہیں رہی۔ ہمارے نزدیک احمدیوں کو مرتد اور کافر کہنا سخت ظلم اور ناانصافی ہے جب کہ وہ اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں۔ ...... بے شک ان کے عقائد عام مسلمانوں سے بالکل الگ ہیں۔ اور ہم ان کو صحیح نہیں سمجھتے۔ مگر باوجود ان غلط عقائد کے ان کو کافر و مرتد کہنا صریح ظلم ہے۔ کیونکہ وہ اہل قبلہ ہیں۔ توحید، رسالت۔ قرآن اور حدیث کو مانتے ہیں۔ اور عبادت اور معاملات میں فقہ حنفیہ پر عمل کرتے ہیں۔ صوم و صلوٰۃ اور حج و زکوٰۃ کو فرض قرار دیتے ہیں۔ اور اس پر عمل کرتے ہیں۔ قرآن کو کلام الٰہی رسول اللہ کو افضل الرسل والانبیاء مانتے ہیں۔"

(ہمدرد دہلی فروری ۱۹۲۵ء)

"نہ تو قتل مرتد محض بر بنائے ارتداد واجب ہے۔ نہ احمدی مرتد ہیں..... اس لئے ہم ان کے خلاف اپنی آواز بلند کرتے۔ اور امید کرتے ہیں۔ کہ اسلام کے

صحیح شرعی احکام کے مطابق ضمیر کی کامل آزادی کی حفاظت کا پورا پورا اقدام کیا جائے گا۔ اور متعصب مُلاؤں کے شور و شغب سے روح اسلام کو پامال نہ ہونے دیا جائے گا۔ جو اس نے عالم انسانیت کو عطا فرمائی ہے۔"

(ہمدرد دہلی فروری ۲۵ء)

یہ اور اس قسم کے اور بھی متعدد مضامین نے عوام پر واضح کر دیا۔ کہ اصل حقیقت کیا ہے۔ اور قدامت پسند مولوی ملانے اسلام کی طرف اس قسم کے عقائد منسوب کر کے اسے کس قدر بدنام اور رسوا کر رہے ہیں۔ بہر حال مولوی شبیر احمد صاحب کا مضمون سالہا سال سے قعر گمنامی میں پڑا تھا۔ مگر کامل ۲۶ سال کے بعد احراریوں نے از راہ شرارت و فتنہ انگیزی اسے دوبارہ طبع کروا کر مقدور بھر اس کی اشاعت کی۔

رسالہ الشہاب کی اشاعت از راہ شرارت احرار نے ہی کی۔

اس میں شک نہیں۔ کہ یہ رسالہ دوبارہ ملتان کے کسی تاجر کتب نے شائع کیا۔ مگر اس کو ربع صدی کے بعد منظر عام پر لانے والے دراصل احرار ہی تھے کیونکہ بقول ایڈیٹر "آزاد"

"کتاب الشہاب" کے پہلے ہی صفحہ پر ناشر نے حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی کا شکریہ ادا کیا ہے۔ کہ آپ نے کراچی جا کر شیخ الاسلام سے "الشہاب" کی دوبارہ اشاعت کی اجازت اور ایک نسخہ لا کر دیا۔"

(آزاد ۱۸ ستمبر ۵۰ء صہ۳)

"پس اصل شرارت کے بانی خود احراری تھے۔ جنہوں نے اس گمنامی میں پڑے

ہوئے رسالہ کو مکرر اشاعت دلوا کر ملک میں انارکی و لاقانونی کا دروازہ کھول دینے کی سعی نامحمود کی۔

احراریوں نے اس رسالہ کو محض اس لئے دوسری مرتبہ چھپوایا۔ کہ جہاں مسلم عوام کو یہ باور کرایا جائے۔ کہ احمدی مرتد ہیں۔ اور مرتد کی سزا اسلام میں قتل ہے وہاں اس کے ذریعہ گورنمنٹ کے خلاف ایک محاذ بھی قائم کر دینا چاہتے تھے۔ کیونکہ وہ سمجھتے تھے۔ کہ اس قسم کے فساد انگیز رسالہ کی اشاعت گورنمنٹ برداشت نہیں کرے گی۔ اور جب وہ اس کو ضبط کرے گی۔ یا اس کی اشاعت پر پابندیاں عائد کرے گی۔ تب یہ حکومت پر " مداخلت فی الدین " کا الزام لگا کر اس کے خلاف پبلک میں ہیجان اور خلفشار پھیلا کر اہلکاران گورنمنٹ کو مرعوب اور پریشان کر کے ان سے من مانی کروالیں گے

اس رسالہ کے مضامین کی اشاعت کر کے ملک میں انتہائی اشتعال پیدا کیا گیا

چنانچہ جب رسالہ الشہاب دوبارہ شائع ہوا۔ تب احراری مقرروں۔ لیکچراروں اور واعظوں نے اس کتاب کے حوالے سنا سنا کر عوام الناس کے دلوں میں یہ بات ذہن نشین کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ کہ احمدی دائرہ اسلام سے خارج زندیق کافر اور مرتد ہیں۔ اور مرتد کی سزا اسلام میں قتل ہے۔ لہذا احمدیوں کا قتل جائز اور مباح ہے۔ گو اس قسم کی باتیں یہ شروع دن سے کہہ رہے تھے۔ مگر وہی باتیں اس کتابچہ سے پڑھ پڑھ کر سنانے میں ان کے کلام میں اور زور پیدا ہو گیا۔ کیونکہ جہاں وہ اس پمفلٹ یا رسالہ کے حوالے سناتے تھے۔ وہاں یہ بھی ظاہر کرتے تھے۔ کہ یہ فتویٰ یا رائے پاکستان کے شیخ الاسلام کی ہے۔ جو قرآن اور حدیث پر مبنی اور جمیع مسلمانان پاکستان کیلئے ایک اعلیٰ درجہ کی سند اور اتھارٹی ہے جس

سے اعراض یا انکار کسی حال میں بھی واجب نہیں ہے۔

جب اس رسالہ کی اشاعت اور اس کے بد نتائج کی طرف اہل کاران گورنمنٹ پنجاب کی توجہ مبذول ہوئی۔ اور انہوں نے اس کے مضرات کو محسوس کیا۔ تب ان کے سامنے اس کی اشاعت روک دینے کا سوال پیدا ہوا۔ مگر بہت سی سوچ بچار اور غور و خوض کے بعد سبھی نے ہتھیار ڈال دیئے۔ اور کسی کو جرأت نہ ہوئی۔ کہ اس کی اشاعت کو مسدود کروا دے۔ کیونکہ انہیں خوف تھا۔ کہ اگر ہم نے اس رسالہ کی ضبطی کا حکم جاری کر دیا۔ تو احراری "مداخلت فی الدین" کا نعرہ لگا کر پبلک میں حکومت کے خلاف طوفان مخالفت کھڑا کریں گے۔ چنانچہ ایک اچھے خاصے عرصہ تک اس شر انگیزی کی روک تھام نہ ہو سکی۔ اور احراری کھلے بندوں پوری جرأت اور دلیری سے اس رسالہ کی اشاعت کرنے کے ساتھ ہی اس کے مضامین سنا سنا کر مسلم پبلک میں احمدیوں کے خلاف اشتعال پیدا کرتے رہے۔

رسالہ کی ضبطی پر اصرار کا واویلا

مگر جب معاملہ حد سے بڑھ گیا۔ اور اس کے مضرات کی طرف پاکستان کی مرکزی گورنمنٹ کو توجہ ہوئی۔ تب اس کے مجبور کرنے پر حکومت پنجاب نے اس رسالہ کی ضبطی کا حکم جاری کر دیا۔ جس پر احراری بے حد سیخ پا ہوئے۔ چیخے، چلائے اور روئے پیٹے۔ گورنمنٹ کے خلاف بہت کچھ کہا۔ عوام میں اپنی شرر بار تقریروں سے غصہ جوش، غضب پیدا کر کے انہیں بھی گورنمنٹ پنجاب کے اس حکم کے منسوخ کروانے کے لئے آمادہ و برانگیختہ کیا۔

چنانچہ جابجا میٹنگیں ہوئیں۔ جلسے منعقد ہوئے جن میں تقریریں کی گئیں۔ اور احراری

مقرروں نے اس رسالہ کی ضبطی کے خلاف پوری شدت کے ساتھ صدائے احتجاج بلند کی مگر چونکہ یہ حکم مرکزی حکومت کے ایماء پر جاری ہوا تھا۔ اور پھر اس کی اشاعت کی بدولت قتل وخون کی وارداتیں بھی شروع ہو گئیں۔ اس لئے گورنمنٹ پنجاب بھی اپنا حکم واپس لینے پر امادہ وتیار نہ ہوسکی۔ اس کے اقتباسات کی اشاعت قطعی طور پر ممنوع قرار دے دی تھی۔ مگر شوریدہ سر احراری باز نہ آئے۔ اور یہ کہہ کہہ کر کہ گورنمنٹ نے مداہنت فی الدین کی ہے۔ اور قرآن حدیث کے احکام کو ضبط قرار دیا ہے۔ لوگوں کو مشتعل کرنے کے ساتھ ہی اس رسالہ کے اکثر اقتباس اخبار میں نقل کرتے رہے۔ اور تقریروں میں بتاتے رہے۔ کہ دیکھو یہ باتیں جو خدا اور اس کے رسول کی فرمودہ ہیں۔ حکومت نے قابل ضبطی قرار دے دی ہیں۔ حالانکہ یہ ان کا بڑا مغالطہ تھا۔ اور لوگوں کو گورنمنٹ سے متنفر و بیزار کرنے کے لئے ایک حیلہ یا داؤ تھا۔ گو اس رسالہ میں قرآن و حدیث اور ائمہ اسلام کی تحریروں سے استنباط کیا گیا تھا۔ مگر نہایت ہی

رسالہ الشہاب کے مضامین حقیقت سے دور اور غلط نظریہ پر مبنی تھے

غیر معقول طریقہ پر جو بھی استدلال تھا۔ نہایت بھدا اور بھونڈا۔ جس آیت سے بھی نتیجہ اخذ کیا۔ وہ سراسر غلط اور بے معنی۔ مگر باوجود ان کھلی کھلی خامیوں کے احرار نے اس رسالہ کو بہت بڑی اہمیت دی۔ حالانکہ وہ اس کا کسی حال میں بھی مستحق نہ تھا۔ یہ رسالہ کیسا تھا۔ اور اس میں قرآن وحدیث سے کس قسم کے استدلال کئے گئے۔ اور قرآن کریم کے بینات سے اعراض کرکے اوپر اوپر کی فضول اور بے معنی باتیں بنا کر رسالہ کا حجم بڑھایا گیا تھا۔

رسالہ کے متعلق فاضل جج صاحبان کی رائے اس کے متعلق تحقیقاتی عدالت کے

فاضل ججوں نے بھی اپنی رپورٹ میں لکھا ہے۔ کہ :-

" یہ رسالہ مولانا شبیر احمد عثمانی کی تصنیف تھا۔ جو بعد میں شیخ الاسلام پاکستان بنے۔ اس رسالہ میں مولانا نے قرآن، سنت، اجماع اور قیاس سے بتایا ہے۔ کہ اسلام میں ارتداد کی سزا موت ہے۔ دینی مسائل بیان کرنے کے بعد مولانا نے اس رسالہ میں یہ امر واقع درج کیا ہے۔ کہ خلیفہ صدیق اکبرؓ اور بعد کے خلفاء کے ادوار میں عرب کے وسیع خطّے مرتدوں کے خون سے بارہا سرخ ہوئے۔ اس مسئلہ کی صحت و عدم صحت کے بارے میں کسی رائے کے اظہار کے لئے ہم سے نہیں کہا گیا۔ لیکن چونکہ ہمیں معلوم ہے۔ کہ حکومت پنجاب کو یہ رسالہ ضبط کرنے کی تجویز وزیر داخلہ نے بھیجی تھی۔ اس لئے ہم نے اپنے آپ سے حکومت کے ایسے اقدام کے متعلق استفسار کیا۔ جو اس مسئلہ کی مذمت پر مشتمل تھی۔ جیسے مولانا نے مبینہ طور پر قرآن و سنت سے مستنبط کیا تھا۔ ارتداد کے لئے سزائے موت مقرر کرنے کے متضمنات بہت دور رس نوعیت کے ہیں اور اسلام پر ایسا ٹھپہ لگا دیتے ہیں جس سے ظاہر ہو کہ یہ جنونیوں کا مذہب ہے۔ جس میں آزادانہ فکر و نظر لائق تعزیر ہے۔ قرآن بار بار فکر و تدبر پر زور دیتا ہے۔ رواداری کا سبق سکھاتا ہے۔ اور دین میں جبر و اکراہ کی ممانعت کرتا ہے۔ لیکن اس میں کہا گیا ہے۔ کہ جو کوئی مسلمانوں کی اولاد ہونے یا مسلمان بن جانے کے بعد یہ خیال کرے۔ کہ وہ اپنے طور پر سوچ کر کوئی اور مذہبی نظریہ اختیار کر سکتا ہے۔ اس کے لئے سزائے موت ہے۔ اس مفہوم میں تو اسلام کامل ذہنی فالج کا مجسمہ بن جاتا ہے۔ رسالہ میں کہا گیا ہے۔ کہ بلاد عرب کے وسیع و عریض خطوں پر بارہا ان کے خون کے چھینٹے گرے۔ یہ بات اگر حقیقت ہے۔ تو اس سے

صرف یہ نتیجہ نکل سکتا ہے۔ کہ اسلام جب اپنی شان و شوکت کے اوج پر تھا۔ اور بلادعرب پر اس کا کامل تسلط قائم تھا۔ ان ایام میں بھی اس ملک میں ایسے لوگوں کی کثیر تعداد تھی۔ جو اس کے اندر رہنے پر موت کو ترجیح دیتے تھے۔ وزیر داخلہ پر اس رسالہ کا کچھ ایسا ہی رد عمل ہوا ہوگا۔ جس سے متاثر ہو کر انہوں نے حکومت پنجاب کو اس کی ضبطی کا مشورہ دیا۔ مزید برآں وزیر داخلہ نے جو خود مذہبی معاملات سے اچھی طرح آشنا تھے۔ لازماً یہ سوچا ہوگا۔ کہ رسالہ کے مصنف کے اخذ کئے ہوئے نتائج عہد عتیق کی اس نظریہ پر مبنی ہیں جس کا ذکر پیراگراف ۲۶، ۱۲۷ اور ۲۸ میں آیا ہے۔ اور جس کا حوالہ قرآن کی سورت ۲ آیت ۵۴ میں نامکمل طور پر موجود ہے۔ لیکن اس کو اسلام میں ارتداد کی سزا کے لئے نظیر نہیں بنایا جا سکتا۔ اس لئے مصنف کی رائے درحقیقت غلط ہے۔ کیونکہ قرآن میں ارتداد کے لئے سزائے موت کے متعلق کوئی واضح آیت موجود نہیں۔

اس کے برعکس ان دونوں تصورات سے سورۃ الکافرون کی چھ چھوٹی چھوٹی آیتوں اور دوسری سورۃ کی لااکراہ فی الدین والی آیت میں موجود ہے۔ ان سے یہی مراد لینی پڑتی ہے۔ کہ الشہاب میں مرقوم نظریہ غلط ہے "

(منقول از اخبار ملت ۴ رمئی ۵۴ء صفحہ ۵)

مگر باوجود اس قسم کی بے سند۔ بے دلیل اور بے بنیاد باتوں پر مبنی کتاب کے حرار نے اس کو بہت بڑی اہمیت دی۔ اور اس کو قرآن و حدیث کے احکام کا آئینہ دار بنا بتا کر لوگوں کو احمدیوں کے قتل عام پر آمادہ و تیار کرنے کا ایک کامیاب اور موثر ذریعہ سمجھا۔ اور اس کی اشاعت میں انتہائی سرگرمی دکھا کر

اپنی اس آتش انتقام کو ٹھنڈا کرنے کا منصوبہ باندھا۔ کہ کسی طرح آنجہانی ڈکٹیٹر احرار چوہدری افضل حق کی وہ پیشگوئی پوری ہو جائے۔ جو انہوں نے جماعت احمدیہ کی تباہی و بربادی کے بارہ میں بڑی تعدی سے کی تھی۔ اور جس کو پورا کرنے کے لئے احرار نے مسلم لیگ سے گٹھ جوڑ کر کے مملکت پاکستان سے نمائشی وفاداری کا ڈھونگ رچایا تھا۔

تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ کے جستہ جستہ ضروری اقتباس

اس ضروری گزارش کے بعد ہم تحقیقاتی عدالت کی مطبوعہ رپورٹ سے جستہ جستہ اقتباس ذیل میں درج کرتے ہیں۔ ان کے مطالعہ سے وہ تمام باتیں آئینہ ہو جائیں گی۔ جو حضرت امام جماعت احمدیہ نے اپنے خطبہ جمعہ میں فرمائیں۔ یا جو خود ہم نے اوراق سابق میں عرض کی ہیں۔ امید ہے۔ قارئین کرام مندرجہ ذیل اقتباسوں کو پوری دلجمعی اور دلچسپی کے ساتھ پڑھیں گے۔

کوئٹہ میں ایک احمدی میجر کا قتل

۱۹۴۸ء کی گرمیوں میں مرزا بشیر الدین محمود احمد کوئٹہ میں آرام گزار رہے تھے۔ جب وہ وہاں مقیم تھے۔ ایک نوجوان فوجی افسر میجر محمود احمد جو احمدی تھے، کو انتہائی وحشیانہ طور پر قتل کر دیا گیا مسلم ریلوے ایمپلائیز ایسوسی ایشن نے ایک پبلک جلسہ کا انتظام کیا تھا۔ جو ۱۱ر اگست ۱۹۴۸ء کی شام کو ہوا۔ چند مولویوں نے جلسہ کو خطاب کیا۔ ان تقریروں کے دوران میں قادیانیوں کے کفر اور لبعد کے نتائج کا تجزیہ کیا گیا۔ ابھی یہ جلسہ جاری تھا۔ کہ میجر محمود احمد ایک مریض کو دیکھنے کے بعد اس جگہ کے قریب سے گذرے۔ جہاں یہ جلسہ ہو رہا تھا۔ اتفاقی طور پر

ان کی موٹر علبہ کے قریب کھڑی ہوگئی، اور اس کو دوبارہ چلانے کی کوشش ناکام رہی۔ اس وقت ایک ہجوم کار کی طرف بڑھا۔ اور میجر محمود کو کار سے نکال لیا گیا۔ انہوں نے بھاگنے کی کوشش کی۔ مگر ان پر پتھر پھینکے گئے، اور ان کا پیچھا کر کے ہلاک کر دیا گیا۔ ان کی انتڑیاں باہر نکل آئیں۔ پوسٹ مارٹم کے معائنہ کی رپورٹ سے پتہ چلتا ہے۔ کہ تیز ہتھیاروں سے انہیں کم از کم ۲۶ زخم لگے۔ ان سے ان کی موت واقع ہوگئی۔ کوئی آدمی بھی اس اسلامی بہادری کے کارنامے کو ماننے کے لیئے تیار نہیں تھا۔ اور موقع کے گواہ جو کافی تعداد میں وہاں موجود تھے۔ ان میں سے کوئی بھی ان غازیوں کی شناخت کرنے کے لیئے جنہوں نے یہ بہادرانہ کام کیا تھا۔ قابل یا تیار نہیں تھا۔ چنانچہ ملزموں کی شناخت نہ ہوسکی اور مقدمہ بالآخر فائل کر دیا گیا۔ پولیس ریکارڈ سے پتہ چلتا ہے۔ کہ مشتعل ہجوم جذبات سے مغلوب ہو کر چھوٹی داڑھی والوں کی تلاش کر رہا تھا۔ تاکہ انہیں قتل کر دیا جائے۔ اس سلسلے میں یہ امر قابل ذکر ہے۔ کہ احمدیوں کی چھوٹی داڑھی ہوتی ہے۔

جب اس سفاکانہ قتل کی اطلاع حکومت پاکستان کے انٹیلی جنس بیورو کو ملی۔ تو اس نے اپنے خط نمبر ۱۰ ادبی 8 4 4 (6) مورخہ 26 اکتوبر ۱۹۴۸ء میں جو مسٹر ذوالقرنین خاں سپرنٹنڈنٹ پولیس د اے، سی آئی۔ ڈی پنجاب کو لکھا گیا صوبائی حکومت کی توجہ مجلس احرار کی خفیہ سرگرمیوں کی طرف دلائی۔ جو بیورو کی نظر میں پاکستان کے مفادات کے خلاف تھیں۔ اور یہ بیان کرنے کے بعد کہ مجلس احرار کے مقتدر رہنماؤں نے اپنی تقریروں اور تحریروں میں ریاست کے ساتھ وفاداری

کے جو اعلان کئے ہیں، محض دھوکہ کے لئے ہیں۔ مرکزی حکومت کی اطلاع کے لئے صوبائی حکومت کی اس بارے میں واضح رائے طلب کی، کہ آیا اس موقعہ پر ان کے خلاف کوئی مؤثر کارروائی کی جائے۔ اس کے جواب میں ملک حبیب اللہ نے اپنے خط ۱۱ [illegible] مورخہ ۱۰ دسمبر ۱۹۴۸ء میں انتہائی تفصیل کے ساتھ مجلس احرار کے بارے میں پنجاب سی۔ آئی۔ ڈی کے طرزِ عمل کی وضاحت کی۔ اس کے جواب میں عبدالرحمٰن مانوی کی اس تقریر کے حوالے دیئے گئے۔ جو انہوں نے ۷۔ مئی ۱۹۴۸ء کو ضلع سیالکوٹ کے علاقہ چونڈہ میں کی۔ اور اس میں انہوں نے قائد اعظم مرحوم پر مشرقی پنجاب کے مسلمانوں کے قتل کا الزام لگایا تھا۔ اس کے ساتھ صاحبزادہ فیض الحسن کی اس تقریر سے اقتباس دیا گیا۔ جو انہوں نے ضلع شیخوپورہ کے گاؤں [illegible] میں کی تھی۔ جس میں انہوں نے بیگم لیاقت علی اور چند دوسری تعلیم یافتہ خواتین کیخلاف جو پردہ کی پابند نہیں ہیں، فحش حملے کئے تھے۔ [illegible] مخدوم شاہ بخاری اور شیخ حسام الدین کی گرفتاری سے احرار زیادہ محتاط ہو گئے ہیں۔ اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور ماسٹر تاج الدین انصاری پاکستان سے وفاداری کا دوبارہ اعلان کرنے کو تیار ہیں۔ اور احراریوں کی کڑی نگرانی کی جا رہی ہے۔ اور جب بھی یہ محسوس کیا گیا۔ کہ ان کی سرگرمیاں ملک کے مفاد کے خلاف ہیں۔ انہیں بند کرنے کیلئے فوری کارروائی کی جائے گی۔ اس خط میں حکومت پنجاب کے اس نقطۂ نظر کا بھی اظہار کیا گیا۔ کہ اس مرحلہ پر احرار کی تنظیم کو خلاف قانون قرار دینے کی انتہائی کارروائی صحیح اقدام نہیں ہوگا۔ ملک حبیب اللہ کے خط میں صاحبزادہ فیض الحسن کی جس تقریر کا ریکارڈ دیا گیا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ ۲۰ راگست ۴۸ء کو موضع جھلیر میں سید امام علی کے عرس کے موقع پر انہوں نے بیگم لیاقت علی خاں اور دوسری عورتوں کو

جو پردہ نہیں کرتیں۔ بازاری عورتوں کے نام سے موسوم کیا تھا۔ اور مشرقی پنجاب میں ہندوؤں اور سکھوں کی طرف سے ایک لاکھ مسلم عورتوں کا اغوا قائداعظم کی اس خواہش کے باعث ہوا کہ وہ پاکستان کے گورنر جنرل بن جائیں۔

۸؍ اگست ۵۰ء کو اسسٹنٹ ڈائریکٹر انٹیلی جنس بیورو حکومت پاکستان نے اپنے خط (۵۰ء) ب/۹ کے ذریعہ سپرنٹنڈنٹ پولیس سی۔ آئی۔ ڈی پنجاب کو مرزا بشیر الدین محمود احمد کا خطبہ بھیجا۔ جس میں انہوں نے اپنے پیروؤں کو اس شدید خطرہ سے متنبہ کیا۔ جس سے وہ دوچار تھے۔ اس خطبہ میں فرقہ احمدیہ کے رہنما نے کہا تھا۔ کہ حکومت پنجاب کو صورت حال کی صحیح طریقہ پر اطلاع نہیں دی جا رہی۔ اس فرقہ کے استیصال کے لئے بے روک ٹوک پروپیگنڈا جاری ہے۔ حکومت اس پروپیگنڈا کو روکنے کیلئے کچھ نہیں کر رہی ہے۔ ان کی جائیدادوں کو شدید خطرہ ہے۔ اگر ضروری ہوا۔ تو انہیں اپنا دفاع کرنے کیلئے تیار رہنا چاہیئے۔ اس خط کے جواب میں ملک حبیب اللہ نے اپنے خفیہ خط ۱۳۹۹ بی ڈی ایس بی مورخہ ۱۳ اگست ۵۰ء میں بیورو کو اطلاع دی تھی۔ کہ مرزا بشیر الدین محمود احمد کے خطبہ میں حوالہ بظاہر احرار کی تقریروں کی طرف ہے۔ جو مسلم لیگ میں مجلس احرار کے ادغام کے بعد سے احمدیوں کے خلاف نفرت کی مسلسل مہم شروع کئے ہوئے ہیں۔ اور یہ کہ متعدد مواقع پر حکومت کو احرار کی ان سرگرمیوں کی اطلاع دی گئی۔ تاکہ وہ کوئی کارروائی کرے مگر مشیر برائے امن و قانون نے فی الفور کارروائی کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ تاکہ احرار کہیں سستی شہرت نہ حاصل کر لیں۔ اور احرار لیڈر ماسٹر تاج الدین انصاری کو وارننگ دیدی گئی ہے۔ اور اس کی سرگرمیوں پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ اور گورنر پنجاب سے تازہ وارننگ کا انتظار کیا جا رہا ہے۔ احرار نے اہل سنت والجماعت کے نام پر ۷؍ دسمبر ۱۹۴۹ء کو بعد میں جو جلسہ منعقد کیا۔ اس میں مولوی

غلام اللہ خاں نے مرزا غلام احمد کو دجال کے نام سے موسوم کیا جسے انگریزوں نے اسلامی ملت کو پارہ پارہ کرنے کے لئے کھڑا کیا ہے۔ اور کہا۔ کہ قادیانی بالخصوص چوہدری محمد ظفر اللہ خاں پاکستان اور مسلمانوں کو شدید نقصان پہنچا رہے ہیں۔ اور وہ کشمیر کے بدلے میں قادیاں کا سودا کر رہے ہیں۔ اس تقریر کو دفعہ ۱۵۳ الف تعزیرات پاکستان اور پنجاب پبلک سیفٹی ایکٹ کی دفعہ ۲۱ کے تحت کارروائی کے قابل بتایا گیا ہے۔ اور مسٹر انور علی ڈی آئی جی سی آئی ڈی نے اس معاملہ کو ہوم سیکرٹری کے پیش کرتے ہوئے ان سے دریافت کیا۔ کہ آیا حکومت ان لوگوں کے خلاف کارروائی کرنے ارادہ رکھتی ہے۔ جو چوہدری ظفر اللہ خاں کو برا بھلا کہہ رہے ہیں۔ اور عوام کے ایک خاص طبقہ کے خلاف نفرت کی آگ بھڑکا رہے ہیں۔ اپنے تبصرہ میں مسٹر انور علی نے اس سمجھوتہ کی طرف بھی اشارہ کیا۔ جس کے متعلق احراری لیڈروں نے کہا تھا۔ کہ انہوں نے یہ سمجھوتہ وزیر اعظم کے ساتھ کیا ہے۔ اور اس کا مقصد چوہدری ظفر اللہ خاں کو جو سیاسی طور پر خطرہ بن چکے ہیں۔ کابینہ سے نکال دینا ہے۔ یہ معاملہ مشیر قانون کے پاس آیا۔ جس نے ایک اور معاملہ میں اپنی رائے کا حوالہ دیتے ہوئے حکم دیا۔ کہ فی الحال احراری لیڈروں کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی جائے۔ اور حکومت انتظار کرے گی۔

احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ پہلی بار احرار کے ایک جلسہ میں منظر عام پر آیا یہ جلسہ یکم مئی ۱۹۴۹ء کو بنڈ دادنخاں میں منعقد ہوا۔ اس کے بعد احرار کے زیر اہتمام جو پبلک جلسے منعقد ہوئے۔ ان کا موضوع کلیتہً احمدی تھے۔ اور نہ صرف احمدی فرقہ کے لیڈروں بلکہ وزیر خارجہ چوہدری ظفر اللہ خاں کو برا بھلا کہا گیا۔

سیالکوٹ میں ۲۶، ۲۷، ۲۸ نومبر ۴۹ء کو احرار نے جو تبلیغ کانفرنس منعقد کی۔ اور جس میں گیارہ ہزار افراد نے شرکت کی۔ ماسٹر تاج الدین انصاری۔ مولوی محمد حیات۔ مولوی محمد علی جالندھری

شیخ حسام الدین ۔ قاضی احسان احمد شجاع آبادی اور سید عطاءاللہ شاہ بخاری نے اس میں تقریریں کیں ۔ ان میں سے ہر ایک نے احمدیہ فرقہ کے بانی اور چوہدری ظفراللہ خان کو گالیاں دیں۔ اس جلسہ میں جو تقریریں کی گئیں، ان کا نمونہ مولوی محمد حیات کی تقریر کے ریکارڈ سے معلوم ہوتا ہے ۔ انہوں نے کہا "جھوٹا ہونیکے باوجود ہم مرزا غلام احمد کو مورد الزام نہیں گردانتے ۔ کیونکہ وہ صرف کبھی کبھا زنا کیا کرتے تھے۔ ہمارا اعتراض موجودہ خلیفہ پر ہے جو ہر روز زنا کرتے ہیں ۔ پراسیکیوٹنگ پولیس افسر جس نے اس تقریر کا کاروائی کیلئے جائزہ لیا تھا ۔ کا خیال یہ تھا ۔ کہ یہ الفاظ محض بازاری سیاسی لیڈروں کا کاروباری سرمایہ ہیں ۔ اور اس سے کسی شخص کو نقصان نہیں پہنچا ۔"

الملت ۱۳ ۔ مئی ۵۰ء صہ ۷

آئندہ اہم تبلیغ کانفرنس مجلس احرار کی طرف سے ۱۷، ۱۸، ۱۹ دسمبر ۴۹ء کو لائلپور میں منعقد ہوئی ۔ جس میں قریباً پانچ ہزار کے اجتماع میں مولوی غلام غوث سرحدی ۔ قاضی احسان احمد شجاع آبادی ، مولوی محمد علی جالندہری ۔ شیخ حسام الدین اور ماسٹر تاج الدین انصاری نے تقریریں کیں ۔ مسٹر انور علی کے نوٹ مورخہ ۳۰ دسمبر ۴۹ء کے مطابق تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۱۵۲ الف اور پنجاب پبلک سیفٹی ایکٹ کی دفعہ ۲۱ کے ماتحت قابل اعتراض تھیں ۔ مشیر برائے قانون نے اس معاملہ پر ۲۳ جنوری ۵۰ء کو حسب ذیل رائے ظاہر کی ۔

" انہوں نے عوام پر اپنا اثر ڈالنے کیلئے احمدیوں کو نشانہ ہدف بنا لیا ہے ۔ وہ احمدیوں کے خلاف ایک عام مسلمان کے مذہبی جذبات سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کر رہے ہیں ۔ لیکن میری رائے میں فی الحال احرار کے خلاف کوئی کاروائی کرنا مناسب نہیں ہوگا ۔ کیونکہ مسلمان احمدیوں کے مسئلے میں بہت حساس ہیں ، اور احرار پر احمدیوں کے خلاف تقریروں کی بنا پر مقدمہ چلانے سے وہ عوام کی نظروں میں شہید بن جائیں گے ۔ حالانکہ

وہ اس کے مستحق ہیں۔ اس لیے میں احرار کے خلاف فی الحال کسی کاروائی کا مشورہ نہیں دیتا۔"

جب یہ معاملہ ۵ جنوری ۵۰ء کو گورنر پنجاب سردار عبدالرب نشتر کو پیش کیا گیا۔ تو انہوں نے کہا۔ کہ میں پہلے بھی احرار لیڈر مولوی غلام غوث سرحدی کو جو چند روز قبل مجھ سے ملاقات کے لئے آئے تھے۔ متنبہ کر چکا ہوں۔ کہ اگرچہ حکومت اپنے مذہبی نظریات کا پروپیگنڈا کرنے سے نہیں روکتی۔ لیکن وہ ایسی تقریروں کو برداشت نہیں کرے گی۔ جو نقض امن پر منتج ہوں۔

احرار کی طرف سے جو تبلیغی کانفرنسیں منعقد کی جا رہی تھیں اور جن میں احمدیوں کو برا بھلا کہا جا رہا تھا۔ ان کی بنا پر مؤخر الذکر کو بھی اپنے جلسے منعقد کرنے کا بہانہ مل گیا۔ ایسا ایک جلسہ ۱۵ جنوری ۵۰ء کو سیالکوٹ میں منعقد ہوا۔ یہ جلسہ اب تبلیغی کانفرنس کے جواب میں ہوا تھا۔ جو احرار نے ۴۹ء میں منعقد کی تھی۔ احراریوں نے بہرحال پتھر پھینک کر اس جلسے کو منتشر کرنے کی کوشش کی جس کی بنا پر پولیس کو لاٹھی چارج کرنا پڑا۔ سپرنٹنڈنٹ پولیس۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اور ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ موقعہ پر پہنچ گئے۔ اور جب پولیس نے ہنگامہ پسندوں کو بھگا دیا۔ تو جلسہ پھر شروع ہو گیا۔ لیکن تھوڑی دیر بعد ایک بہت بڑا ہجوم تھوڑے فاصلہ پر جمع ہو گیا۔ اس نے وہاں ایک لاوڈ سپیکر نصب کیا۔ اور ان چار ہنگامہ پسندوں کی رہائی کا مطالبہ کیا جنہیں پولیس نے گرفتار کر لیا تھا۔ اس کے علاوہ انہوں نے ان احمدیوں کو بھی ان کے حوالے کرنے کا مطالبہ کیا۔ جنہوں نے ایک غیر احمدی کو چھرا گھونپ دیا تھا۔ ملتان میں ۲۸، ۲۹ جنوری کو ایک تبلیغ کانفرنس منعقد ہوئی جس میں متعدد مقرروں نے جن میں سید عطاء اللہ شاہ بخاری۔ قاضی احسان احمد شجاع آبادی۔ غلام نبی جانباز اور مولوی محمد علی

جالندھری شامل تھے۔ تقریریں کیں۔ ان میں مرزا غلام احمد صاحب کا ماسٹر تارا سنگھ سے موازنہ کیا گیا۔ اور چوہدری ظفر اللہ خاں کو مسلمانوں کا غدار قرار دیا گیا۔ اس کے علاوہ احمدیہ فرقہ کے بانی اور اس کے موجودہ لیڈر کے متعلق بھی فحش باتیں کہی گئیں۔ جنرل نذیر احمد کے متعلق بھی اظہار رائے کیا گیا۔ سید عطا اللہ شاہ بخاری نے کہا۔ کہ ڈپٹی کمشنر ملتان نے مسلمانوں کی مسجدیں چھین کر مرزائیوں کو دے دی ہیں۔ جب اس واقعہ کی رپورٹ ۱۱ر فروری ۵۰ء کو مشیر برائے قانون کے سامنے پیش ہوئی۔ تو انہوں نے اپنی سابقہ دلیل کو دھراتے ہوئے کہا۔ کہ احراریوں کے خلاف وزیر خارجہ اور احمدیوں کو برا بھلا کہنے کی بنا پر کوئی کاروائی انہیں شہید بنا دے گی۔ اور انہیں عوام کی ہمدردیاں حاصل ہو جائیں گی۔ حالانکہ وہ عوام کی نظروں میں اس عزت کے مستحق نہیں۔ جب سردار عبدالرب نشتر نے ۱۳ر فروری ۵۰ء کو یہ کیس دیکھا۔ تو انہوں نے کہا۔ کہ وہ اس بات کو پسند کریں گے۔ کہ صدر مجلس احرار کو طلب کر کے مملکت کی سول اور فوجی شخصیتوں کے خلاف مہم کے نتائج پر متنبہ کیا جائے۔ آپ نے مزید لکھا۔ کہ مذہب کے نام پر مملکت کی جڑیں کھوکھلی کرنے کی اجازت کسی کو نہیں دی جائے گی۔ آپنے یہ بھی کہا۔ کہ انہوں نے مسئلہ کے اس پہلو پر قاضی احسان احمد شجاع آبادی اور مولوی غلام غوث سرحدی سے بات کی ہے۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ انہیں جو کچھ کہا گیا اس کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ آپ نے ہدایت کی کہ احراریوں سے اب زیادہ واضح لفظوں میں بات کی جائے۔ اور اگر مشیر برائے قانون اس میں کچھ مشکل محسوس کرتے ہیں۔ تو وہ خود ایسا کریں گے۔ چنانچہ ماسٹر تاج الدین انصاری صدر مجلس احرار کو مشیر برائے قانون نے ۲۰ر فروری ۵۰ء کو طلب کیا۔ اور

چوہدری ظفراللہ خاں وزیر خارجہ اور جنرل نذیر احمد ایسے اعلیٰ افسروں کے خلاف دشنام طرازیوں کے نتائج کے بارہ میں متنبہ کیا انہیں بتایا گیا کہ انتباہ کا کوئی اثر نہ ہوا۔ تو حکومت احرار کے خلاف شدید کارروائی پر مجبور ہو جائے گی۔ اور اس وارننگ کے نتیجہ کے بارہ میں کڑی نظر رکھی جائے گی"!

"............ دیوبند کے ایک عالم مولانا شبیر احمد عثمانی نے اس موضوع پر "الشہاب" کے نام سے ایک پمفلٹ لکھا۔ اس دستاویز کے پہلے حصہ میں اس امر کے ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ احمدی مرتد ہیں۔ دوسرے حصہ میں اس امر کے ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ ارتداد کی سزا موت ہے۔ یہ پمفلٹ قریباً ۳۰ سال تک نظر نہیں آیا۔ لیکن مارچ ۱۹۵۰ء سے کچھ عرصہ پہلے قاضی احسان احمد شجاع آبادی نے اس کے مصنف کی جو اب شیخ الاسلام پاکستان بن چکے تھے اجازت لے کر دوبارہ چھپوایا اور شائع کیا۔ احرار کی تقریروں میں اس پمفلٹ کو فتویٰ کی حیثیت دے کر مسلسل اس کے حوالے دئے جاتے رہے"

(منقول از ملت ۱۴ رمئی ۱۹۵۴ء صہ ۶)

راولپنڈی میں ۱۴ سے ۱۶ - اپریل ۱۹۵۰ء تک ایک پبلک جلسہ میں تقریباً ہر مقرر نے عوام سے اپیل کی کہ وہ "الشہاب" کی کاپیاں خریدیں۔ اس کی اطلاع مسٹر انور علی ڈی۔ آئی۔ جی کو دی گئی جنہوں نے اپنے نوٹ مورخہ ۲۰ مارچ ۱۹۵۰ء میں چیف سیکرٹری کی توجہ اس امکان کی طرف دلائی کہ کوئی شخص فتویٰ سے مشتعل ہو کر کسی احمدی کو ہلاک کر دے گا۔ مسٹر انور علی نے بہر حال

یہ رائے ظاہر کی کہ واضح وجوہ کی بنا پر یہ مناسب نہیں ہوگا کہ اس کی اشاعت کے
خلاف کارروائی کی جائے۔ اور محض یہ تجویز پیش کر کے مطمئن ہو گئے کہ ماسٹر تاج الدین
انصاری اور دوسرے احراری لیڈروں کو جو بے لگام ہو رہے ہیں۔ طلب
کیا جاوے اور وارننگ دی جائے۔ چیف سیکرٹری مسٹر فدا حسین نے ڈی۔
آئی۔ جی سی۔ آئی۔ ڈی کی اس رائے سے اتفاق کیا کہ پمفلٹ پر پابندی
لگانے سے احرار کو شہرت حاصل ہو جائے گی۔ اور سخت انتباہ کافی ہوگا۔
مشیر برائے قانون نے اس نظریہ کو قبول کر لیا۔ اور جب فائل گورنر سردار
عبدالرب نشتر کے پاس ۲۰۔ جون کو آئی۔ تو انہوں نے حسب ذیل ریمارکس لکھے

سابقہ تنبیہوں کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ ان لوگوں کو سخت وارننگ دی جائے
کہ ایک گروپ یا ایک فرد کے خلاف بالخصوص جب متعلقہ افسر ممتاز سرکاری
ملازم ہیں۔ اور مملکت کے اہم فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ اشتعال
انگیز تقریریں برداشت نہیں کی جا سکتیں۔ اگر احرار اس سے احتراز نہیں کرتے
تو حکومت ان کے خلاف کارروائی کرنے پر مجبور ہو جائے گی۔ چنانچہ گورنر
نے خود ماسٹر تاج الدین انصاری کو زبردست وارننگ دی۔ بہر حال
پبلک جلسوں میں اس پمفلٹ کے حوالے دینے کا سلسلہ جاری رہا حتی کہ وزیر
داخلہ نے اسے دیکھا۔ وہ اس دستاویز میں پیش کردہ نظریہ کے اثرات کا
احساس کر کے سخت حیران ہوئے ہوں گے کیوں کہ انہوں نے حکومت پنجاب
کی طرف سے اسے فی الفور ضبط کرنے کا حکم دیا۔

دریں اثناء ان تقریروں کی رپورٹ موصول ہوئی جو حافظ آباد کی احرار

کانفرنس میں کی گئی تھیں۔ اس کانفرنس میں محمد علی جالندھری نے چوہدری ظفراللہ
خاں کو باؤلا کتا کہا تھا۔ ملک حبیب اللہ جنہوں نے اس تبصرہ کے ساتھ
ڈی۔ آئی۔ جی۔ سی۔ آئی۔ ڈی کو ۱۹؍ جون ۱۹۵۰ء کو رپورٹ پیش کی تھی۔
کہا تھا کہ اگر احراری تقریروں کے لب لہجہ پر کنٹرول نہ کیا گیا۔ تو حکومت
کو بہت جلد قتل یا ہنگامہ کی چند وارداتوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ مسٹر انور علی
ڈی۔ آئی۔ جی۔ سی۔ آئی۔ ڈی نے یہ معاملہ وزیر برائے قانون کو بھیجا۔
جنہوں نے اسے گورنر سردار عبدالرب نشتر کے پاس بھیج دیا۔ گورنر نے
کہا کہ اس معاملہ پر ڈی۔ آئی۔ جی۔ سی۔ آئی۔ ڈی سے گفتگو کرنا پسند کریں گے
اس مرحلے پر مسٹر انور علی ڈی۔ آئی۔ جی۔ سی۔ آئی۔ ڈی نے پوری صورت حالات
کا جائزہ لیا اور حسب ذیل نوٹ لکھا:۔

حال ہی میں مجلس احرار نے احمدیہ فرقہ کے بانی اور موجودہ خلیفہ کیخلاف
فحش اور ناشائستہ باتیں کہنے کے علاوہ دانستہ اور نادانستہ طور پر تشدد
کا پرچار شروع کر دیا۔ یہ امر یاد رہے۔ کہ..... کیپٹن کے عہدے کا ایک احمدی
افسر کوئٹہ میں وحشیانہ طور پر قتل کر دیا گیا تھا۔ کیوں کہ احمدیوں کے خلاف بعض
مظاہرین کے طرز عمل پر اعتراض کیا تھا۔ مجلس احرار برعظیم پاک و ہند کی
تقسیم کے خلاف تھی۔ احرار لیڈروں کا اعتماد حاصل تھا اور کانگرسی کارکنوں
کے ساتھ ان کی گاڑھی چھنتی تھی۔ تقسیم کے بعد ان کا وقار کم ہو گیا۔ کچھ عرصہ
انہیں عوام کے غیض و غضب کا خوف رہا۔ اور وقتاً فوقتاً وہ یہ ثابت کرنے
کے لیے بیانات دیا کرتے تھے کہ وہ پاکستان کے وفادار ہیں۔ اور جس وقت

وہ کلیتہً اپنا بچاؤ کر رہے اور پناہ گزینوں کے کیمپوں اور دوسرے موقعوں پر امدادی کام کرتے تھے۔ ان کے ممبر بکھر گئے تھے۔ اور کچھ عرصہ کے لئے پارٹی ٹوٹ گئی۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری لاہور سے منتقل ہو کر ضلع منظفر گڑھ کے ایک گاؤں میں پناہ گزین ہوئے۔ شیخ حسام الدین نے اعلان کیا کہ ان کی سیاسی زندگی ختم ہو چکی ہے۔ اور انہوں نے بین المملکتی تجارت کے لئے ایک جوائنٹ سٹاک کمپنی کھولی۔ کچھ عرصہ شیخ حسام الدین پبلک سیکورٹی ایکٹ کی دفعہ ۳ کے تحت نظر بند رہے۔ کیوں کہ پاکستان سے ان کی وفاداری قابل اعتراض تھی۔ ان کے ایک ساتھی مخدوم شاہ بنوڑی بھی کچھ عرصہ کے لئے نظر بند کئے گئے (۲) جب اس صوبہ کی مسلم لیگ میں اختلاف پیدا ہوئے اور اس کے اثر و اقتدار کو شدید دھکا لگا۔ تو احرار نے اس موقعہ کو سیاسی میدان میں داخل ہونے کے لئے مناسب خیال کیا۔ چنانچہ انہوں نے تبلیغی کانفرنسوں کا سلسلہ شروع کر دیا۔ احراری مقررین کی تقریروں میں زیادہ زور اس بات پر ہوتا تھا کہ وہ پاکستان کے وفادار ہیں یہ کہ وہ مسلم لیگ کو ملک کی واحد سیاسی جماعت تسلیم کرتے ہیں۔ اور یہ کہ جہاد کشمیر حق بجانب ہے۔ اور یہ کہ ملک کے دفاع کو مستحکم بنانے کے لئے رائے عامہ کو تیار کرنا چاہیئے۔

بعد ازاں انہوں نے احمدیوں کے خلاف بھی تقریریں کرنی شروع کر دیں۔ مجلس کے پاس بہت زوردار مقرر ہیں۔ اور جلد ہی سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے گوشۂ تنہائی ترک کر دیا۔ اور اپنے زور بیان کی بدولت ایک

بار پھر رائے عامہ کو اپنی پارٹی کی طرف متوجہ کر لیا۔ جوں جوں وقت گذرتا گیا تقریروں کا لب ولہجہ پست ہونا شروع ہو گیا۔ پروگرام کی دوسری مدات کو فراموش کر دیا گیا۔ اور احرار نے اپنی توجہ احمدیوں پر مرکوز کر دی۔ اور نہایت شرم ناک انداز میں انہیں برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ جونہی اعتماد بحال ہوا سر ظفر اللہ پر اعتراضات کی بوچھاڑ شروع ہو گئی۔ اور انہیں شداد کہا گیا۔ احرار اب اپنا بچاؤ نہیں کر رہے۔ لیکن اب ان کا رویہ جارحانہ ہو چکا ہے۔ معاملہ اب حد سے بڑھ چکا ہے۔ اور نفاست اور سیاسی اخلاق کو بالائے طاق رکھ دیا گیا ہے۔ اور حسب ذیل باتیں جو بڑی اہمیت رکھتی ہیں رو پذیر ہو چکی ہیں :-

(۱) مرزا غلام احمد کی تحریروں سے غلط ملط حوالے دئے گئے۔ اور ان کے فحش اور ناشائستہ نتائج اخذ کئے جاتے ہیں۔

(۲) مرزا غلام احمد اور موجودہ خلیفہ کو زناکار اور غیر فطری مشاغل کا عادی بیان کیا جاتا ہے۔

(۳) احمدیوں کو غدار کہا جاتا ہے۔ اور ان پر الزام لگایا جاتا ہے کہ وہ پاکستان کے وفادار نہیں ہیں۔

(۴) ظفر اللہ کو برا بھلا کہا جاتا ہے۔ انہیں اکثر اوقات گدھا اور بیوقوف کہا جاتا ہے۔ اور ان پر الزام لگایا جاتا ہے۔ کہ وہ قادیان میں احمدیوں کی مفاد کی حفاظت کے لئے کشمیر کا سودا کر لیں گے۔

(۵) یہ کہ عوام کے ذہنوں میں خطرہ پیدا کیا جاتا ہے کہ پاکستان پر احمدیوں

کی حکومت ہے جو غدار ہیں۔ اس منصوبے کے تحت احمدی فوجی اور سول افسروں کی فہرستیں شائع کی جاتی ہیں۔

(۶) سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے اکثر اوقات یہ کہا۔ کہ اگر مرزا غلام احمد ان کی زندگی میں نبوت کا دعویٰ کرتے تو وہ اپنے ہاتھوں سے انہیں ہلاک کرتے۔

(۷) احرار کے ایک جلسے میں جذبات کو اس حد تک بھڑکایا گیا کہ حاضرین میں سے ایک شخص اٹھ کھڑا ہوا۔ اور اس نے مرزا بشیر الدین کو قتل کرنے کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا۔

(۸) ملتان کے ایک جلسے میں جسے سید عطاء اللہ شاہ نے خطاب کیا تھا ایک شخص اٹھ کھڑا ہوا اور دریافت کیا کہ کیا اسے جا کر سر ظفر اللہ کو ہلاک کر دینا چاہیئے۔

(۹) "الشہاب" نامی کتابچہ مصنفہ شبیر احمد عثمانی جس میں کہا گیا ہے کہ مرزائی مرتد ہیں۔ اور ہر مسلم انہیں قتل کرنے کا حق رکھتا ہے۔ دوبارہ چھاپا گیا ہے۔ اور تقسیم کیا جا رہا ہے (مولانا نے یہ کتابچہ اس وقت لکھا تھا کہ جب افغانستان میں دو احمدیوں کی سنگساری پر بحث ہوئی تھی)

(۳) اس کے برخلاف احرار نے پاکستان کے اقتصادی۔ سوشل اور سیاسی مسائل میں کوئی تعمیری حصہ نہیں لیا۔ ان کا عملی طور پر اس خواہش کے سوا کوئی پروگرام نہیں تھا۔ کہ وہ آئندہ انتخابات کے لئے مدد حاصل کرنا چاہتے تھے۔

(۴) عوام کا حافظہ کمزور ہوتا ہے۔ باوجود اس کے دو سال قبل احرار کو شک و شبہ کی نظروں سے دیکھا جاتا تھا۔ لیکن وہ بہت سے لوگوں کی توجہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ اور عوامی جلسوں میں تقریریں کرنے لگے ان میں سے بہت کم لوگ تھے جنہوں نے احمدیوں کے استحقاق کو چیلنج کیا۔ یا یہ پوچھا کہ احمدیوں کے خلاف یہ غوغا آرائی کیوں۔ احرار نے اپنا مقصد جزوی طور پر حاصل کر لیا۔ اور اپنا اعتماد بطور سیاسی پارٹی قائم کر لیا۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ وہ مسلم لیگ کی طرف ہوں۔ ان کا ایک حصہ ہندوستان میں بھی ہے اگر وہ مخلص ہیں تو انہیں اپنی جماعت توڑ کر مسلم لیگ میں شامل ہونا چاہیئے۔

(۵) احرار لیڈروں نے یہ احساس نہیں کیا کہ وہ آگ سے کھیل رہے ہیں بعض لغزشوں کو نظر انداز کیا جا سکتا ہے لیکن جذبات کو اس قدر برانگیختہ کر دیا گیا ہو۔ کہ قتل۔ لوٹ اور آبرو ریزی تک نوبت پہنچ جائے۔ تو اس کو ضرور روکا جائے گا۔ یہ مناسب نہ تھا کہ احرار لیڈروں کے خلاف قانونی کاروائی کی جاتی۔ لیکن مزید بحث سے بچنے کے لئے ان کی سرگرمیوں کے خلاف پبلک سیفٹی ایکٹ اور امن عامہ کے تحت کاروائی کی گئی۔ حسب ذیل امور پر غور کیا گیا۔

(ا) جب عملاً تشدد کا ارتکاب ہو تو پنجاب پبلک سیفٹی ایکٹ کی دفعہ ۳ کے مطابق کاروائی کی جائے یا جرم کو روکا جائے۔

(ب) چوہدری سر ظفر اللہ خاں کے خلاف احرار لیڈروں کی چرب زبانی کو برداشت نہ کیا جائے۔ جو شخص عوام میں کابینہ کے کسی وزیر کی ہتک کرے

اس کے خلاف سیفٹی ایکٹ کی دفعہ ۲۱ کے ماتحت کارروائی کی جائے۔

(ج) ناشائستہ اور فحش تقریروں کی جو عوامی اخلاق کو خراب کرے اور جن کی زد عوامی شائستگی پر پڑتی ہے برداشت نہیں کیا جانا چاہیئے۔ اکثر اوقات احراری لیڈروں نے کہا ہے کہ مہاتما گاندھی اور ان کے خلفہ ایک ساتھ سوتے تھے۔ ایسے گھناؤنے مزاج کو ایک اسلامی مملکت میں برداشت نہیں کیا جانا چاہیئے۔

(د) سب سے آخر میں مجلس احرار کو کریمنل لاء امنڈمنٹ ایکٹ ۱۹۰۸ء کی دفعہ ۱۶ کے ماتحت ایک خلاف قانون انجمن قرار دینے کے سوال پر سنجیدگی سے غور کرنا چاہیئے۔

(۶) واضح رہے کہ آنریبل وزیر خارجہ نے یہ رائے ظاہر کی تھی کہ "شہاب" نامی کتاب جس میں احمدیوں کے خلاف تشدد کی ترغیب دی گئی ہے کو ضبط کر لینا چاہیئے۔ یہ بھی واضح رہے کہ انہوں نے بالکل صحیح طور پر یہ کہا تھا۔ کہ اگر اس مرحلے پر احرار پارٹی اور اس کے کارکنوں کے خلاف کارروائی نہ کی گئی تو اس کی ہردلعزیزی بہت بڑھ جائے گی اور بعد میں کوئی کارروائی سیاسی مشکلات پیدا کرنے کے علاوہ انہیں "شہید" بنا دے گی۔ میں یہ بھی کہہ دینا چاہتا ہوں کہ ذہین اور فہمیدہ لوگ یہ نہیں چاہتے کہ احراری لیڈروں کی ان تقریروں کو برداشت کیا جائے

---

(۷) میں اپنے فرض میں کوتاہی کروں گا اگر حکومت کو یہ نہ بتاؤں کہ

احراری لیڈروں کا پیدا کردہ ماحول خطرناک نتائج پیدا کرنے کا موجب ہوگا۔

اور احمدیوں کے خلاف تشدد کے انفرادی واقعات ظہور پذیر ہو سکتے ہیں۔ یہ نوٹ ڈی۔ آئی۔ جی، سی۔ آئی۔ ڈی نے چیف سیکرٹری کے پاس بھیجا جنہوں نے اس امر سے اتفاق کیا کہ "الشہاب" کو ضبط کر لیا جائے۔ اور جو لوگ تشدد پر ابھارتے ہیں ان کے خلاف پبلک سیفٹی ایکٹ کی دفعہ ۳ کے تحت کارروائی کی جائے۔

(ملت ۱۴؍ مئی ۵۲ء ص ۷)

جہاں تک چوہدری ظفر اللہ خاں کے خلاف دشنام طرازی کی بنا پر مقدمہ چلانے کی تجویز کا تعلق ہے۔ انہوں نے تجویز کیا کہ یہ صرف اس وقت ہونا چاہیئے۔ جب کہ خود وزیر موصوف اس طریق کار سے اتفاق کریں۔ جہاں تک احراریوں کو ایک خلاف قانون جماعت قرار دینے کی تجویز کا تعلق ہے۔ انہوں نے یہ ریمارک دیا کہ اس معاملہ میں ابھی تک کچھ عرصہ انتظار کیا جا سکتا ہے۔ یہ فائل مشیر برائے قانون کے پاس بھیج دی گئی۔ جنہوں نے ۱۱؍ جون ۵۲ء کو ایک طویل نوٹ لکھا۔ جس میں "الشہاب" کی ضبط کرنے کی تجویز سے اتفاق کیا تھا۔ اور یہ کہا تھا کہ انہوں نے ماسٹر تاج الدین انصاری صدر مجلس احرار کو جو سخت وارننگ دی تھی۔ اس کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ اور تجویز کیا کہ احراری لیڈروں کو طلب کیا جائے۔ اور انہیں ایک بار پھر سخت وارننگ دی جائے۔ بہرحال انہوں نے یہ لکھا کہ احراری اپنی تقریروں میں لوگوں کو تشدد پر نہیں اکسا رہے۔ بلکہ محض احمدیہ عقائد پر نکتہ چینی کرتے ہیں۔ یہ ایک ایسی بات ہے جسے عام مسلمان پسند کرتے ہیں۔ اور احمدیوں اور ان کے عقائد پر نکتہ چینی کی بنا پر ان کے خلاف کوئی کارروائی احراریوں کی ہردلعزیزی میں اضافہ کا موجب ہوگی۔ اور انہیں شہید بنا دے گی۔ اس لئے انہوں نے احرار سے ان کی سرگرمیوں کی بنا پر

عہدہ برآ ہونے میں عزم و احتیاط کا مشورہ دیا۔ یہ نوٹ گورنر عبدالرب نشتر کے سامنے رکھا گیا جنہوں نے اسے پسند کیا۔ گورنر نے یہ لکھا کہ اس سے قبل وہ مولوی غلام غوث سرحدی آف ہزارہ اور بعد ازاں قاضی احسان احمد شجاع آبادی کو دوران گفتگو میں تنبیہہ کر چکے ہیں کہ اگر انہوں نے حد سے تجاوز کیا۔ اور ایسی تقریریں جاری رکھیں جن میں لوگوں کو تشدد پہ ابھارا گیا تو حکومت کو ان کے خلاف کارروائی کرنی پڑے گی۔ انہوں نے کہا کہ ان تنبیہوں اور اس تنبیہہ کا جو مشیر برائے قانون نے ماسٹر تاج الدین انصاری کو دی تھی کوئی اثر نہ ہوا۔ انہوں نے چیف سیکرٹری سے کہا کہ وہ اس بارہ میں ماسٹر تاج الدین انصاری سے بات چیت کریں۔ بعد ازاں گورنر نے ماسٹر تاج الدین کو طلب کیا اور انہیں تنبیہہ کرنے کے بعد گورنر نے حسب ذیل نوٹ لکھا:۔

"ماسٹر تاج الدین انصاری صدر مجلس احرار سے رات رابطہ ہو سکا۔ اور وہ مجھے آج صبح ۸ بجے ملنے آئے۔ میں نے انہیں کہہ دیا کہ اگرچہ حکومت انفرادی۔ مذہبی سرگرمیوں میں مداخلت کرنا نہیں چاہتی۔ لیکن ایسے واقعات کو نظر انداز نہیں کیا جائے گا جس کا نتیجہ امن عامہ کے منافی ہو۔ میں نے انہیں یہ بھی مطلع کر دیا کہ کچھ مہینے گذرے مولوی غلام غوث صوبہ سرحد کے احرار لیڈر مجھے ملنے کے لئے آئے تھے۔ اور میں نے ان سے بھی احرار کی سرگرمیوں کے اس پہلو کے متعلق کہہ دیا تھا۔ بعد ازاں قاضی احسان احمد مجھ سے ملے۔ میں نے صورت حال ان پر واضح کر دی۔ لیکن افسوس ہے کہ اس کے باوجود احرار کی تقریروں کا لب لباب اشتعال انگیز رہا۔ جو انتباہ ماسٹر تاج الدین انصاری کی معرفت احرار کو کہا گیا تھا وہ بے اثر رہا۔ اور احرار کی تقریریں احمدیوں کے عقائد

پر جائز نقطہ چینی کی حد تک رہیں۔ بعض مقررین نے ایسی باتیں کیں جو اشتعال پر منتج تھیں حکومت اس صورت حال سے اغماض نہیں کر سکتی تھی۔ اگر احرار اس رویہ کو ترک نہیں کریں گے۔ تو حکومت صوبہ کے امن و امان کے مفاد کے ماتحت مناسب کار روائی کرے گی۔ میں نے انہیں یہ بھی بتایا کہ۔ احرار نے ختم نبوت کے مذہبی نام پر جو کانفرنس منعقد کی ہے وہ سیاسی مقصد کے ماتحت ہے۔ اس سے احرار کا مقصد ان مسلمانوں میں ہر دلعزیزی حاصل کرنا ہے جو کہ احرار کی تقسیم سے پہلے کی سرگرمیوں کی وجہ سے احرار کے خلاف تھے۔ میں نے انہیں کہا کہ لوگ اتنے بے حس نہیں ہیں کہ وہ احرار کے کھیل کو نہ سمجھیں۔ وہ روز بروز وزیر خارجہ پاکستان اور سول اور فوج کے دیگر احمدی افسروں کے خلاف دشنام طرازی کرتے گئے۔ اگرچہ پروپیگنڈہ کو مذہبی رنگ دیا گیا تھا۔ لیکن اصل مقصد یہ تھا کہ لوگوں کے دلوں میں حکومت پاکستان کے خلاف جذبہ نفرت پیدا کیا جائے۔ جس نے ان اصحاب کو اس قدر ذمہ داری کے عہدے دے رکھے تھے۔ کچھ عرصہ پہلے احرار کے حامی اخبارات نے ایسے افسروں کی ایک طویل فہرست شائع کی تھی جنہیں وہ احمدی قرار دیتے تھے۔ اور اس کا یہ لازمی نتیجہ تھا کہ مسلمان پاکستانی فوج سے بدظن ہو جائیں۔ یہ نتیجہ اس وقت بالکل واضح ہو جاتا ہے جب احرار احمدیوں کے متعلق افغانستان کا طرز عمل بیان کرتے ہیں۔ یہ کہا گیا ہے کہ افغانستان میں ان عقائد کے لوگوں کو سزائے موت دی جاتی تھی۔ لیکن اس کے برخلاف حکومت پاکستان کا طرز عمل یہ ہے۔ اس مقابلہ کا مقصد حکومت پاکستان کی طرف سے مسلمانوں کے دلوں میں جذبہ نفرت پیدا کرنا تھا۔ میں نے ان سے کہا کہ اب اگر احرار اپنی سرگرمیوں سے باز نہ آئے تو مسلم لیگ میدان میں آ جائے گی۔ اور وہ احرار

کی سابقہ سرگرمیوں کو بے نقاب کرے گی۔ جس سے وہ میرے خیال میں وہ ہمیشہ ہمیش کے لئے ختم ہو جائیں گے۔ میں نے کہا کہ یہ عجیب بات ہے کہ احرار لوگوں کو یہ کہکر احمدیوں کے خلاف مشتعل کرتے ہیں کہ اگر احمدی ایک خاص روش اختیار نہ کرتے تو تقسیم میں ضلع گورداسپور کا وہ حصہ جو اب ہندوستان میں ہے۔ پاکستان میں آجاتا۔ حالانکہ احرار تقسیم کی مخالفت اور کانگریس کی حمایت کر کے سارا پاکستان ہی ہندوؤں کے حوالے کرنے پر تلے ہوئے تھے۔

(۲) ماسٹر تاج الدین انصاری نے جواب دیا کہ مجھے یہ سرگرمیاں معلوم کر کے سخت تکلیف ہوئی۔ انہوں نے کہا کہ میں احرار لیڈروں پر زور دوں گا کہ وہ ایسی کوئی بات نہ کہیں جس سے حکومت کے خلاف نفرت پیدا ہو۔ یا امن عامہ کے منافی ہو۔ انہوں نے مجھے یقین دلایا کہ میں آپ کے خیالات پارٹی تک پہنچا دوں گا۔ اور آئندہ حکومت کو اس قسم کی شکایت نہ ہوگی۔

"الشہاب" کی وسیع اشاعت اور مجلس احرار نے نفرت پھیلانے کی جو مہم چلا رکھی تھی۔ اس کا یہ قدرتی اور واضح نتیجہ تھا کہ ایک ۱۶ سالہ نوجوان محمد شریف نے اوکاڑہ میں ایک احمدی سکول ماسٹر جس کا نام غلام محمد تھا کو قتل کر دیا۔

اوکاڑہ میں دوسرا احمدی قتل کر دیا گیا

اس کے قتل کی کہانی یوں ہے۔ کہ یکم اکتوبر ۱۹۵۰ء کو مولوی نور الدین جو احمدی ہیں ساتھ دیگر احمدیوں کے ساتھ چک ۵ میں تبلیغ کے لئے گئے۔ مبلغین کو غیر احمدیوں نے گھیرے میں لے لیا۔ انہوں نے ان پر کیچڑ پھینکنا شروع کیا۔ ان کے چہروں پر سیاہی مل دی۔ اور گندے پانی میں ریلوے سٹیشن اوکاڑہ کی طرف نکال دیا۔ محلے

کی اطلاع پولیس کو دی گئی۔ اور شخص مولوی فضل الٰہی کو زیر دفعات ۱۴۷/۳۴۲ تعزیرات پاکستان گرفتار کر لیا گیا۔ اس گرفتاری کے خلاف احتجاج کے طور پر اوکاڑہ میں ہڑتال ہو گئی۔ اور ۲۰ اکتوبر کی رات کو ایک جلسہ کیا گیا۔ جس میں کئی ہزار اشخاص شریک ہوئے۔ جلسے میں کئی مقررین نے اشتعال انگیز تقریریں کیں۔ ایک مقرر نے جلسہ کے نوجوان حاضرین سے اپیل کی کہ وہ مرزائیوں کی گندگی دور کر دیں۔ اگلے روز محمد اشرف نے جو اس جلسہ میں شریک تھا۔ چاقو لیکر غلام محمد کا تعاقب کیا۔ اور اوکاڑہ کے راستہ میں نہر کے قریب جا کر اس کے چاقو گھونپ دیا۔ غلام محمد شدید طور پر مجروح ہوا اور تھانہ پہنچنے سے پہلے ہلاک ہو گیا۔ محمد اشرف کو ایک مجسٹریٹ کے روبرو پیش کیا گیا جہاں اس نے یہ بیان دیا کہ ۲۰ اکتوبر کو اوکاڑہ میں ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں رضوانی بشیر احمد مولوی ضیاء الدین۔ قاضی عبدالرحمٰن۔ چوہدری محبوب عالم اور صدر جلسہ نے جو شاید قاضی صاحب تھے پر جوش تقریریں کیں۔ اور کہا کہ مرزائی رسول اکرمؐ کو گالیاں دیتے ہیں ہم حضورؐ کی عزت پر جانیں دیدیں گے۔ تقریر کے دوران میں کہا گیا کہ جو لوگ مرزائیوں کو ختم کرنے کی کوشش کریں گے وہ ہاتھ کھڑے کریں جلسہ میں علم الدین غازی کا بھی ذکر کیا گیا۔ اور اسکی تاریخ بیان کی گئی۔ میں اس سے پہلے غازی علم الدین کی سوانح پڑھ چکا تھا۔ اور میں ایک دفعہ انکے مقبرہ پر بھی گیا تھا۔ اس کے بعد جلسہ برخاست ہو گیا۔ اور میں گھر واپس آ گیا۔ تقریروں کے الفاظ میرے کانوں میں گونجتے رہے ہیں صبح کو سائیکل پر چک نمبر ۱ گیا۔ جہاں ماسٹر اپنی چھٹیاں گذارنے کے لئے گیا ہوا تھا۔ میں انکے سکول واپس آنے تک چکر میں رہا۔ گاؤں کے چوک میں ایک دوکان پر میں نے سگریٹ پیا۔ جب میں باہر آیا تو ماسٹر سکول میں موجود نہیں تھا۔ مجھے یقین تھا کہ ماسٹر مرزائی ہے اور میں اس ارادے سے آیا تھا۔ میں نے چک میں ایک سید سے پوچھا کہ آیا رسول اکرم صلعم کے عہد میں کوئی کافر ہمارے بچوں کو پڑھاتا تھا۔ اور اسے کیا حق ہے۔ کہ وہ

ہمارے چک میں رہے اسے زمین الاٹ کی جائے اور وہ ہمارے بچوں کو پڑھائے
بعد ازاں اس نے بتایا کہ وہ چک نمبر 4-3R میں گیا ہے۔ میں نے پوچھا سائیکل
پر یا پیدل۔ اس نے بتایا سائیکل پر۔ اس وقت میرے پاس ایک چاقو تھا۔ چنانچہ
میں اس کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ اور کوئی دو میل دور جا کر میں اس کے ساتھ مل گیا۔
وہاں میں اپنی سائیکل سے اتر پڑا اور اس کی سائیکل کو دھکا دے کر گرا دیا۔
اور اس پر چاقو کا ایک وار کیا۔ وہ دوڑتا ہوا چھوٹی نہر کے پانی میں کود پڑا۔
میں نے چاقو کے کئی اور وار اس پر پانی کے اندر ہی کئے۔ جب میں اسے مار رہا تھا کچھ لوگ
وہاں جمع ہو گئے۔ انہوں نے مجھے روکا لیکن میں نے ان سے کہا کہ انہیں مجھے نہیں روکنا چاہیئے
کیونکہ میں ایک کافر کو ہلاک کر رہا ہوں۔ پھر ایک اور آدمی مجھے ملا۔ اس نے مجھ سے پوچھ
گچھ کی۔ اور میں نے اسے بتایا کہ میں نے ایک کافر کو قتل کر دیا ہے۔ اور پھر میں اوکاڑہ
چلا گیا۔" (ملت ۱۵۔ مئی ۵۴ء، ص ۹)

راولپنڈی میں تیسرا احمدی قتل کیا گیا

...... اوکاڑہ کے قتل کے بعد اسی ماہ چند دنوں کے بعد ایک اور احمدی
شخص کو قتل کر دیا گیا۔ راولپنڈی کے گوالمنڈی بازار میں ایک شخص بدرالدین کو جو
احمدی تھا ایک شخص ولایت خاں نے گولی مار کر ہلاک کر دیا۔ اس قتل کی وجہ اگرچہ
دبی رہی لیکن ایک چشم دید گواہ نے جس کی شہادت پر سیشن جج اور ہائی کورٹ دونو
نے بھروسہ کیا ہے بیان کیا ہے کہ موقعہ واردات پر ہی ملزم نے گرفتار ہونے
کے بعد اس بات کا اعتراف کیا تھا کہ اس نے بدرالدین کو اس وجہ سے ہلاک کیا ہے
کہ وہ احمدی تھا۔ (ملت ۱۵۔ مئی ۵۴ء، ص ۷)

احمدیہ فرقہ کی جانب سے قتل کی ان وارداتوں پر شدید احتجاج کئے گئے اور اس سلسلہ میں مرکزی حکومت کے پاس کئی وفود ابی گئے۔ مرکزی وزارت داخلہ نے اپنے مکتوب نمبر (۱) ۲/۶-۱۰۹ مورخہ ۲ نومبر ۱۹۵۰ء میں درج ذیل قرارداد جو احمدیہ مسلم ایسوسی ایشن کراچی نے ۲۰ اکتوبر ۵۰ء کو منظور کی تھی، چیف سیکرٹری حکومت پنجاب کو حکومت کی رائے معلوم کرنے کے لئے بھیجی تھی

جماعت احمدیہ کراچی کا یہ عام اجلاس اوکاڑہ میں ماسٹر غلام محمد احمدی اور راولپنڈی میں چوہدری بدر الدین احمدی کو قتل کر دینے کی وارداتوں کی شدید مذمت کرتا ہے۔ جو احمدیہ فرقہ کے خلاف احراری لیڈروں کی اشتعال انگیز تقریروں کے سبب رونما ہوئی ہیں۔ یہ جلسہ صوبائی اور مرکزی حکومت کی اس ناکامی پر شدید تشویش کا اظہار کرتا ہے۔ کہ وہ پاکستانی شہریوں کے ایک طبقہ کے خلاف احراریوں کی شرانگیز سرگرمیوں کا نوٹس نہیں لے سکی۔ اور دونوں حکومتوں کی توجہ اس خطرناک صورت حالات کی طرف مبذول کراتا ہے۔ جو ان سرگرمیوں کے سبب پیدا ہوگئی ہے۔ اور حکومت پر زور دیتا ہے کہ وہ اس بارہ میں مناسب اقدام کرے"۔

مرکزی حکومت نے پنجاب سے یہ بھی معلوم کیا تھا کہ کیا پنجاب میں احمدیوں کے خلاف کسی قتل عام کا خطرہ ہے؟ اس کے جواب میں حکومت پنجاب نے لکھا تھا کہ احمدیوں کے خلاف تشدد یا ہنگامہ کا کوئی خطرہ نہیں ہے۔ اور یہ کہ قتل کی دونوں وارداتوں کی تحقیقات ہو رہی ہے۔ اور یہ معاملہ عدالت میں ہے۔ اور یہ کہ اگر احراری مسلم لیگ کے ساتھ تعاون کے لئے تیار ہو گئے۔ جیسا کہ معلوم

ہوا ہے تو وہ فرقہ وارانہ پروپیگنڈہ جس میں وہ ان دنوں مصروف ہیں خود بخود ختم ہو جائے گا"

۱۱ مارچ ۱۹۵۱ء میں ایک سازش کا انکشاف ہوا۔ جس میں اعلیٰ فوجی افسر ماخوذ تھے۔ اس کا مقصود حکومت کا تختہ الٹنا تھا۔ اس سازش میں جسے بعد میں "راولپنڈی کا مقدمہ سازش" کے نام سے موسوم کیا گیا ایک ملزم میجر جنرل نذیر احمد بھی تھے۔ جو احمدی ہیں۔ مولوی محمد علی جالندھری نے جامعہ رشیدیہ منٹگمری میں پندرہ اپریل ۱۹۵۱ء کو ان کے سالانہ اجلاس میں تقریر کی۔ کہ پاکستانی فضائیہ میں ۸۰ فی صدی پائلٹ احمدی ہیں۔ اور راولپنڈی سازش کیس سے احمدیوں کی حکومت سے غیر وفاداری ظاہر ہو گئی ہے۔ اور اس نے حکومت کے سامنے حقائق کو واضح کر دیا ہے اور میرے پاس اس بات کا ثبوت موجود ہے کہ احمدیوں کا اس میں ہاتھ ہے۔ اس کے علاوہ وزیر خارجہ چوہدری ظفراللہ خاں نے حکومت کے پیسے سے صدر ٹرومین کے محل کے سامنے ایک مکان لیا ہے۔ تاکہ اس میں احمدیت کی تبلیغ کر سکیں۔ جب اس تقریر کی رپورٹ مسٹر انور علی کو پیش کی گئی تو انہوں نے کہا کہ اس تقریر کا عوام پر اچھا اثر نہیں پڑے گا۔ اور اس سے احمدیوں کے خلاف نفرت و حقارت کے جذبات دوبارہ بھڑک اٹھیں گے" انہوں نے کہا کہ اگر اس قسم کا پروپیگنڈہ جاری رہا تو مجلس احرار کو رسمی طور پر وارننگ دی جائے گی۔ اور اس کے بعد یہی نوٹ وزیر اعلیٰ کو بھیجا گیا۔ جنہوں نے اس پر دستخط کئے۔ جب فائل دوبارہ ا ے۔ ڈی۔ آئی۔ جی کے پاس پہنچی تو اس پر کوئی حکم نہیں تھا۔ جس سے انہوں نے یہ سمجھا کہ شاید اس پر کسی

کاروائی کی ضرورت نہ تھی۔"   (ملت ۱۵ مئی ۵۴ء، ص)

حضرت امام جماعت احمدیہ نے اپنے خطبہ جمعہ میں جو کچھ فرمایا تھا اس کی تصدیق تحقیقاتی عدالت کی مطبوعہ رپورٹ کے مندرجہ بالا اقتباسوں سے بخوبی ظاہر ہے۔ اسی طرح ہم نے بھی جو کچھ لکھا یا یہ ہے ظاہر کی تھی اس کی تائید بھی رپورٹ ہذا کے محولہ بالا اقتباسات سے کماحقہ ہوگئی ہے۔ اور قارئین کرام نے جان لیا ہو گا کہ احمدیوں کے خلاف احرار کی انتہائی اشتعال انگیزیاں بھی اس وقت کی ... گورنمنٹ پنجاب کو اس امر پر آمادہ و تیار نہ کر سکیں کہ وہ اس فتنہ کی سرکوبی کر کے ملک کے خرمن امن کو تباہ و برباد ہونے سے بچائے۔ حالانکہ اسے بار بار اس ضروری امر کی طرف توجہ بھی دلائی جاتی رہی۔ مگر باوجود مسلسل اور پیہم اسے متوجہ کئے جانے کے اس نے کوئی اثر نہ لیا۔ بلکہ اس سے وہ صاف طور پر پہلوتہی کرتی رہی۔ اور یہ ہمارا محض قیاس ہی نہیں، بلکہ ناقابل تغلیط حقیقت ہے۔ جسے تحقیقاتی عدالت کے واجب الاحترام جج صاحبان نے بھی اپنی رپورٹ میں تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے:۔

احرار کی شر انگیزی سے اس وقت کی گورنمنٹ پنجاب عمداً پہلوتہی کرتی رہی

"حکومت مسلم لیگ سے احرار کے نئے اتحاد کے باعث ان کی سرگرمیوں کا کوئی اثر نہ لیتی رہی۔ بلکہ ان سے واقعی پہلوتہی کرتی رہی۔"

(ملت ۲۷ اپریل ۵۴ء۔ ص۱۱)

اب سوال پیدا ہو گا۔ کہ آخر یہ پہلوتہی کس بنا پر کی جاتی رہی؟ سو اس کا پہلا جواب تو یہی ہے جو تحقیقاتی عدالت کے مندرجہ بالا الفاظ میں مرقوم ہے۔

کہ چوں کہ مسلم لیگ اور احرار کا گٹھ جوڑ ہو چکا تھا۔ اس لئے پہلو تہی ہوتی رہی۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ جیسا کہ ہم پہلے بھی کہہ چکے ہیں کہ احرار کے سربراہ ماسٹر تاج الدین جو کہ جوڑ توڑ کرنے میں بقول چوہدری افضل حق بڑے ماہر اور سوکھی مٹی سے محل تعمیر کرنے میں ید طولیٰ رکھنے والے تھے۔ اس لئے ان کی ریشہ دوانیوں کی بدولت مسلم لیگ کی نئی پارٹی جو ممدوٹ گروپ کو شکست دے کر خود برسر اقتدار رہنا چاہتی تھی وہ در پردہ احرار کی حمایت میں ہو چکی تھی اور اسی کی اعانت اور حوصلہ افزائی کا نتیجہ تھا کہ احرار ان کی امداد کے بھروسہ پر انتہائی دلجمعی اور پورے اطمینان کے ساتھ ملک کا خرمن امن تباہ و برباد کرنے میں مصروف و مشغول رہے۔ اور اس کام میں انہیں نہ تو گورنمنٹ کا کسی قسم کا ڈر تھا نہ اہل کاران گورنمنٹ کا وہ کوئی دباؤ محسوس کرتے تھے۔ اور نہ ہی قانون کی گرفت کا خوف ان کے دلوں پر مستولی تھا۔ بلکہ وہ دولتانہ گروپ سے اتحاد کر لینے کے باعث اور ان کی ہمدردیاں حاصل کر لینے کے نتیجہ میں برملا کہا کرتے تھے کہ چوں کہ

> مسلم لیگ سے گٹھ جوڑ کی وجہ سے قانون کی گرفت سے اور قطعی بے پروا ہو گئے۔

انہوں نے مسلم لیگ کے سرکردہ زعماء سے صلح صفائی کر لی ہے۔ اور اب ان کی تقریریں لاکھ (بار) عام قانون کی دفعات کی زد میں آئیں انہیں کسی بات کا اندیشہ نہیں ہے" (رپورٹ تحقیقاتی عدالت منقول از ملت ۲۰ مئی ۵۴ء صـ۶)

یہی وجہ ہے کہ ذمہ دار اہلکاران گورنمنٹ کی طرف سے بار بار متنبہ

کئے جاتے ۔ وارننگ دیئے جاتے ۔ اور ان کی منافی امن کارروائیوں پر سخت سے سخت کارروائی کرنے کی دھمکیاں ملنے پر بھی یہ آئی ۔ جی سے لے کر مشیر قانون حتیٰ کہ گورنر تک کی سرزنش آمیز تنبیہوں کو خیال خطرہ میں نہ لائے۔ اونچا کان گونگا اور ایک بہرہ کر کے اپنی تخریبی سرگرمیوں میں محو و مستغرق رہے ۔ کیوں کہ انہیں اس امر کی تسلی تھی کہ جب بھی ہمارے خلاف قانون حرکت میں آنے لگے گا ہمیں برسر اقتدار آنے والی پارٹی کے بااثر اصحاب اس کی گرفت سے بچا لینے پر خود ہی مجبور ہوں گے ۔ کیوں کہ احراری سمجھتے تھے کہ دولتانہ گروپ کو آنے والے الیکشن میں ہماری ضرورت پڑنے والی ہے لہٰذا وہ ہمیں قانون کے حوالہ ہوتا دیکھ کر ہماری خدمات سے محرومی اختیار کرنا برداشت نہ کریں گے ۔ چنانچہ یہی ہوا بھی ۔ تیسری بات یہ بھی ہے کہ گو اس وقت پنجاب میں گورنری راج تھا ۔ وزیروں کی بجائے مشیر کام کرتے تھے ۔ اور بقول جج صاحبان تحقیقاتی عدالت اس وقت "مشیروں کی وہی پوزیشن تھی ۔ جو وزیروں کی ہوا کرتی ہے" مگر تاہم ان کا تقرر چوں کہ عارضی تھا ۔ وہ منتخب نہ تھے بلکہ نامزد تھے ۔ ان کی پشت پر رائے عامہ نہ تھی ۔ اس لیئے وہ کوئی ایسا کام کرنا نہیں چاہتے تھے ۔ جو ان کی نیک نامی اور ہردلعزیزی میں فرق ڈالے ۔ بقول میاں انور علی صاحب سابق انسپکٹر جنرل پولیس جن " احرار لیڈروں کو مدت سے عوام کے جذبات بھڑکانے کی اجازت دی گئی تھی اس لیئے یہ ان پر کسی قسم کی پابندی یا گرفت کر کے عوام کو ناراض کرنا پسند نہیں کرتے تھے ۔ گو انتظامیہ مشینری کی طرف سے بار بار انہیں مختلف دفعات قانون

کے متعلق احرار کے خلاف کارروائی کرنے پر آمادہ کیا جاتا تھا۔ مگر وہ ہر بار محض اس لئے پہلوتہی کرتے تھے کہ ان کے سخت قدم اٹھانے سے پبلک میں ان کے خلاف جذبہ ناراضگی پیدا نہ ہو جائے۔ اور احرار کے خلاف کوئی قانونی کاروائی کرنے سے آنے والے الیکشن میں ان کی پارٹی کو کسی قسم کا ضعف نہ پہنچے۔ اس وقت مسلم لیگ کے مقابل پر اور بھی کئی پارٹیاں الیکشن کے میدان میں اترنے کی تیاریاں کر رہی تھیں۔ اس لئے منسٹر اور ان کی پارٹی احرار کو ناراض کر کے مخالف پارٹیوں کے ہاتھ مضبوط کرنے کے لئے تیار نہ تھے۔ جیسا کہ تحقیقاتی عدالت میں میاں ممتاز دولتانہ کے وکیل مسٹر یعقوب علی خاں نے بتایا تھا کہ "مسلم لیگ جس کا مقابلہ آزاد پاکستان پارٹی۔ جناح مسلم لیگ۔ عوامی لیگ جماعت اسلامی اور اسلام لیگ کر رہی تھی (وہ) احرار سے بھی تعلقات کشیدہ نہیں کر سکتی تھی جس نے ۱۹۴۹ء میں سیاسی عزائم سے کنارہ کشی کر لی تھی۔"

(ملت ۱۰ر فروری ۱۹۵۴ء صہ)

حزب مخالف سے جا ملنے کی دھمکیاں بھی دیتے رہے

ممکن ہے دولتانہ گروپ اس لئے بھی احرار کو کبیدہ خاطر نہیں کرنا چاہتا تھا کہ وہ کہیں حزب مخالف سے نہ جا ملے۔ کیونکہ قرائن بتاتے ہیں کہ احرار کی طرف سے پیہم یہ دھمکی دی جاتی رہی کہ اگر ہمارے راستہ میں کوئی رکاوٹ پیدا کی گئی تو ہم حزب مخالف سے جا ملیں گے۔ چونکہ یہ دھمکی بار بار دی گئی ہوگی جس کی وجہ سے ان کے خلاف کوئی مؤثر کاروائی نہ کی جا سکی جیسا کہ آئی۔ جی مسٹر قربان علی خاں کے اس تبصرہ سے ظاہر ہے جو آپ نے ایک ماتحت

افسر کی رپورٹ پر کیا تھا، اور جس میں لکھا تھا کہ

"اگر ہر پارٹی کو یہ ڈر ہو کہ احرار حزب مخالف سے جا کر مل جائیں گے تو کوئی بھی امن و قانون اور نظم و ضبط کو برقرار نہیں رکھ سکے گا۔" (ملت ۲۰ مئی ۱۹۵۵ء ص۱)

اس سے ظاہر ہے کہ احرار کی طرف سے چونکہ بار بار یہ دھمکی دی جاتی رہی کہ اگر ہماری مخالفت کی گئی تو ہم حزب مخالف سے مل جائیں گے۔ اس لئے ان کے خلاف ماتحت عملہ کی طرف سے مجبور کئے جانے پر بھی برسر اقتدار اصحاب ان پر ہاتھ ڈالتے ڈرتے تھے۔ اور یہ اسی ڈر، خوف اور پریشانی کا نتیجہ ہے کہ گورنر پنجاب کے ذمہ دار مشیر ان لوگوں کی کھلی کھلی لاقانونی اور ناروائیوں کو دیکھتے ہوئے بھی اور انتظامی مشینری کے اہم پرزوں ڈی۔ آئی۔ جی، آئی۔ جی وغیرہ کے بار بار توجہ دلانے اور زور دینے پر بھی اشرار کی گردن پکڑنے سے اعراض کرتے رہے۔ محض اس وجہ سے کہ ان کا پارٹی اور جماعتی مفاد مجبور کرتا تھا۔ کہ وہ احرار کی ضرر رساں روش کو دیکھتے ہوئے بھی ان سے پہلو تہی کرتے رہیں۔ چنانچہ وہ آخر وقت تک یہی کچھ کرتے رہے۔ حتیٰ کہ مرکزی حکومت کی طرف سے توجہ دلائے جانے پر بھی ادھر ادھر کی باتیں لکھ کر اسے ٹالتے رہے۔ جیسا کہ تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ کے مندرجہ بالا اقتباسوں میں سے آخری اقتباس سے ظاہر ہے۔ جس میں پنجاب گورنمنٹ نے مرکزی حکومت کو یہ لکھ کر ٹال دیا تھا۔ کہ

"اگر احراری مسلم لیگ کے ساتھ تعاون کے لئے تیار ہو گئے۔ جیسا کہ معلوم ہوا ہے تو فرقہ وارانہ پروپیگنڈہ جس میں آن دنوں مصروف ہیں خود بخود ختم ہو جائیگا۔"

بہرحال دولتانہ گروپ کی پشت پناہی برسر اقتدار مشیروں کی ڈھلمل پالیسی اور

احرار سے عمداً پہلو تہی کا نتیجہ یہ ہوا کہ بقول مسٹر خدا بخش ایس۔ پی (بی) سی۔ آئی ڈی۔ پنجاب

مشیروں کی ڈھلمل پالیسی کے نتیجہ میں احرار دوبارہ پبلک میں مقبول ہو گئے

"احرار نے پنجاب کے مسلمان عوام میں وہ اثر تقریباً دوبارہ حاصل کر لیا۔ جو قیام پاکستان کی مخالفت کے باعث وہ کھو بیٹھے تھے۔ یہ بازیابی اس طرح ممکن ہو گئی کہ ایک طرف انہوں نے سیاسی طور پر خود کو مسلم لیگ کا ہمنوا بنا لیا۔ اور دوسری طرف ایک وسیع اینٹی مرزائیت مہم شروع کر دی۔ پہلی بات سے انہیں اس عوامی تنظیم کی تائید و حمایت حاصل ہو گئی جو برسر اقتدار ہے۔ اور دوسری طرف سے انہیں عامۃ المسلمین کی خوشنودی حاصل ہو گئی۔ جو اسلام میں نئی نبوت کے عقائد کی ہجو (جو احمدیت کی طرف غلط باتیں منسوب کر کے کی جاتی رہیں نا قابل) سے ہمیشہ محظوظ ہوتے رہے ہیں۔"

(ملت ۱۹ / مئی ۱۹۵۴ء صـ۲)

جب الیکشن یا کونسل پنجاب کے انتخابات کا زمانہ آیا۔ تب بھی قریب قریب احرار کی یہی پوزیشن تھی۔ جو مسٹر خدا بخش صاحب نے ۱۹۵۲ء میں اپنے ایک مراسلہ میں بیان کی ہے۔ ۱۹۴۸ء سے ۱۹۵۰ء بلکہ ۱۹۵۱ء کی پہلی سہ ماہی تک احرار کا ملک کے

احراری اپنے جلسوں جلوسوں کی بھرمار سے مسلم لیگ کے لئے انتخابی میدان ہی تیار کر رہے تھے۔

مختلف اقطاع میں جلسوں۔ جلوسوں اور کانفرنسوں کا انعقاد اور ان میں احراری مقرروں کی گمراہ کن اور شرر بار تقریریں جہاں مسلم عوام کو احمدیت سے متنفر۔ بیزار کر کے احرار سے مانوس

کر رہی تھیں۔ وہاں یہ لوگ اپنا اثر و رسوخ بڑھا کر، اپنے لیگی حلقوں کے لئے انتخابی میدان بھی تیار کر رہے تھے۔ ادہر ان کے لیکچروں، اور تقریروں اور جلسوں اور کانفرنسوں کا عام طور پر وہیں زور رہا جہاں مسلم لیگی امیدوار کو مخالفین سے مقابلہ کا خدشہ تھا۔

میدان انتخابات میں مسلم لیگ سے عہد شکنی اور یوم تشکر

الیکشن کا وقت آنے پر احرار لنگر لنگوٹے کس کر میدان میں آ گئے

بہر حال جب الیکشن کا وقت آ پہنچا۔ تب یہ لوگ بھی لنگر لنگوٹے کس کر میدان میں آ گئے اور انہوں نے سب سے پہلے اپنی تمام طاقتیں ان علاقوں میں مرکوز کر دیں۔ جہاں جہاں مسلم لیگ کے الیکشن بورڈ کے ٹکٹ حاصل کر کے بعض احمدی بھی امیدوار کی حیثیت سے کھڑے ہو رہے تھے۔

وہ احراری جو اٹھتے بیٹھتے۔ چلتے پھرتے مسلم لیگ اور پاکستانی عوام کو اس امر کا یقین دلاتے نہ تھکتے تھے کہ ہم نے مسلم لیگ کے حق میں سیاست سے قطعی طور پر دست برداری اختیار کر لی ہے۔ اب سیاسی امور میں ہم کاملۃً مسلم لیگی سیاست کے ہم آہنگ رہیں گے۔ اور ہمیشہ اسی کی پالیسی کے مطابق کام کریں گے۔ وقت آنے پر اپنے عہد وپیمان سے صاف ہی ٹل گئے۔ جیساکہ احراریوں کی بے شمار واضح اعلانات میں سے مندرجہ ذیل اعلانوں سے ظاہر ہے۔

احرار کا بانگ ِاعتراف کہ ہم مسلم لیگ کی پالیسی کے ماتحت کام کریں گے۔

(۱) "مرزائی حضرات کو یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیئے کہ احرار جہاں تک سیاسیات کا تعلق ہے مسلم لگ کے خادم اور مسلم لیگ کے ادنیٰ رضا کار بنے رہنا اپنے لیئے باعث عزت سمجھتے ہیں۔" (آزاد ۳۰۔ اپریل ۱۹۵۱ء ص۳)

اسی طرح قاضی احسان احمد شجاع آبادی نے بھی کہا تھا۔ کہ

(۲) "ہم نے ۱۹۴۷ء میں اپنے تاریخی فیصلہ میں اس بات کی وضاحت کر دی تھی کہ مملکت پاکستان کی سیاسی باگ ڈور صرف مسلم لیگ کے حوالے ہے، کیونکہ پاکستان اسی کی مسلسل کوششوں سے حاصل ہوا ہے۔ اور وہی اس کے نفع و ضرر کی مالک ہے"۔ (آزاد)

ماسٹر تاج الدین انصاری نے بھی کہا تھا۔ کہ

(۳) "مجلس احرار نے اپنا اخلاقی۔ مذہبی اور قومی و ملی فریضہ سمجھتے ہوئے یہ فیصلہ کر دیا کہ ہم اپنا سیاسی پلیٹ فارم (الیکشنی سرگرمیاں) ملک و قوم کی واحد نمائندہ جماعت مسلم لیگ کے سپرد کر دیں۔ اور اس کے ساتھ ہی نیک کام میں تعاون کا یقین دلایا"۔

(۴) "اس مرحلہ پر سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ پھر انتخابات کے وقت احرار کارکن کیا رویہ اختیار کریں۔ مجلس احرار کی پوزیشن واضح ہے۔ کہ وہ سیاست کو مسلم لیگ کے سپرد کر چکی ہے۔ اور احرار کارکن مسلم لیگ کا رکن بن چکا ہے۔ اسے مجلس احرار نہ کوئی حکم دے سکتی ہے۔ نہ کسی مذہبی جماعت کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ مذہبی جماعت بھی کہلائے اور سیاسیات میں مسلم لیگ کے احکامات کے مقابلہ میں کوئی حکم دے سکے۔ ہر وہ شخص جو مسلم لیگ کا رکن ہے۔ اسے مسلم لیگ کے رہنما کے احکامات کی تعمیل اور بجا آوری لازم ہے"۔ (آزاد ۱۳۔ جولائی ۱۹۵۰ء)

یہی نہیں اسی قسم کے اور بھی بیسیوں اعلان درج کئے جا سکتے ہیں۔ کیوں کہ یہ ناقابل تردید حقیقت ہے کہ احرار اور زعمائے احرار شروع دن سے یہی کچھ کہتے چلے آئے ہیں۔ اور درحقیقت ان کی اس قسم کی متردرانہ باتیں اور اعلانات ہی تو

تھے جن سے مسلم لیگی نوجوان متاثر و مسحور ہو کر ان لوگوں کی ضرورت و اہمیت کو محسوس کرنے لگے۔ اور ان کے وجود اور اعانت کو اپنے جماعتی کاز کے لئے مفید اور ضروری سمجھنے کی غلطی کی جس کی وجہ سے مملکت پاکستان کی سالمیت و بقا کو گذشتہ ایام میں ایک مہیب خطرہ سے دوچار ہونا پڑا۔ بہرحال جب وقت آیا تو یہی احراری

جب وقت آیا تو یہ تمام وعدے وعید بھول گئے۔

جو مسلم لیگ کی قیادت۔ اس کی سرداری اس کی اطاعت و فرمانبرداری کو اپنے لئے مایہ افتخار سمجھتے تھے۔ اپنے عہد و پیمان سے صاف پھر گئے۔ اور الیکشن کا موقع آنے پر مسلم لیگ کی فرمانبرداری کو بالائے طاق رکھکر اپنی ہی من مانی کرنے لگے۔ حالانکہ وہ پہلے واشگاف لفظوں میں کہہ چکے تھے۔ "کسی مذہبی جماعت کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ مذہبی جماعت بھی کہلائے۔ اور سیاسیات مسلم لیگ کے احکامات کے مقابلہ میں کوئی حکم دے سکے"۔

احرار نے کئی مسلم لیگی احمدی غیر احمدی امیدواروں کی کھلے بندوں مخالفت کی

مگر باوجود اس اعلان کے پھر بھی انہوں نے مسلم لیگی قیادت کے فیصلوں کو ٹھکرا کر اپنا حکم چلایا۔ اور وہ لوگ جنہیں مسلم لیگی پارلیمنٹری بورڈ نے کافی غور و خوض کے بعد اپنے ٹکٹ کا مستحق سمجھا اور انہیں کونسل کے امیدوار کی حیثیت سے انتخاب لڑنے کا مجاز قرار دیا ان میں سے کئی ایک احمدی اور غیر احمدی امیدواروں کی اس "مذہبی جماعت" نے مسلم لیگی قیادت قبول کر لینے کے بعد بھی کھلے بندوں مخالفت کی۔ اور انتہائی غلیظ اور اندھی مخالفت کی۔ ان کی اطاعت و فرمانبرداری کے اقرار کا تقاضا تو یہی تھا کہ یہ مسلم

لیگ الیکشن بورڈ کے فیصلہ کا احترام کرتے ہوئے تمام لیگی امیدواروں کے حق میں کام کرتے خواہ وہ احمدی تھے، سُنی تھے، شیعہ تھے۔ یا اہل حدیث یا چکڑالوی تھے۔ بہرحال جو بھی مسلم لیگ کا ٹکٹ حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے تھے ان کی امداد کرنا ان کا فرض تھا۔ اور اگر کسی وجہ سے انہیں احمدی امیدواروں سے بوجہ بغض وحسد تعاون یا ان کی اعانت وحمایت سے انقباض تھا۔ تب بھی ان پر یہ لازم تھا کہ وہ اگر ان کے حق میں آواز نہ اٹھا سکتے تو کم از کم ان کی مخالفت بھی نہ کرتے۔ مگر ہوا کیا۔ الیکشن شروع ہونے سے کافی عرصہ پہلے ہی انہوں نے ان علاقوں میں ڈیرے ڈال دئے۔ اور اپنے طاغوتی لشکر لے کے ساتھ احمدی

انتخابی میدان میں احرار نے اپنے طاغوتی لشکر کے ساتھ ڈیرے ڈال دئے۔

امیدواروں کی مخالفت میں طوفانی دورے کئے۔ ایسی دھاندلی مچائی کہ شرافت وحیا اپنا سر پیٹ کر رہ گئی۔ اور انہوں نے مذہب کے نام پر ایسے ایسے حربے استعمال کئے اور طرح طرح کے افتراؤں اور بہتانوں سے کام لیا۔ کہ ان کو دیکھ کر شیطان کی پیشانی بھی عرق آلود ہو گئی ہو تو تعجب نہیں۔ یہ لوگ احمدی امیدواروں کی مخالفت کے لئے اتنے بے تاب اور ماہی بے آب کی طرح بے قرار تھے کہ بقول خود انتخابات شروع ہونے سے دو ماہ قبل ہی ان تمام علاقوں میں جہاں انہیں شک ہوا کہ "شاید مرزائی امیدوار کھڑا ہو گا تبلیغ ہوتی رہی (؟) لوگو! خبردار کہ ان مرتدین سے بچے رہنا۔

بڑے سے بڑے احراری زعما احمدیوں

آخری دنوں میں مولانا محمد علی۔ قاضی

کے مقابل پر زور لگانے لگے

احسان احمد شجاع آبادی ۔ مولانا عبید الرحمٰن میانوی ۔ مولانا محمد حیات ۔ مولانا لقمان اور دیگر رفیقوں نے صدر مرکزیہ کی معیت میں طوفانی دورہ کیا۔"

جس کے نتیجہ میں :۔

"حالات نے پلٹا کھایا ۔ احرار نے قدم جما لئے ۔ مقابلہ شروع ہو گیا"

احمدیوں کو زک دینے کے لئے کذب و افترا سے بھی مطلق پرہیز نہ کیا ۔

اور احراری معززین کے علاوہ باقی علمائے ۔ پیران پارسا ۔ آئمہ مساجد کو بھی اس "کار ثواب" میں دلی جوش سے حصہ لینے کی تحریک کر کے احمدی امیدواروں کو ناکام بنانے کے لئے اپنے ساتھ لیا ، ور اپنے پرانے ہتھکنڈوں سے کام لیتے ہوئے احمدیت کے خلاف ایسے ایسے بہتان باندھے ۔ افترا گھڑے اور غلط اور جھوٹی باتیں تصنیف کر کر کے احمدیوں کو بدنام کیا ۔ اور ان کی طرف ایسے ایسے عقائد منسوب کئے کہ جن کا وہ تصور بھی نہ کر سکتے تھے ۔ الغرض رسول اور مذہب کا نام لے کر احراری گلہ بازوں نے وہ وہ کرتب کئے ۔ اور اپنی سیاست کے ایسے جوہر دکھائے کہ انسانیت بھی تھرا اٹھی ۔

الیکشن کے دنوں میں مخالفین کو زک پہنچانے کے لئے جس قسم کی راہیں اختیار کی گئیں اور ہتھکنڈے استعمال کئے گئے ۔ ان کا کسی قدر ذکر خود احراریوں نے بھی کیا ہے ۔ اس کے پڑھنے سے اندازہ لگایا جا سکے گا کہ احمدیوں کے مقابل پر خود ان لوگوں نے بھی کسی قسم کی خوف ناک ، دھاندلی مچائی ہو گی ۔

دورانِ انتخاب احراریوں نے کس قسم کی مذموم حرکات کیں

"حالیہ انتخابات نے قوم کی اخلاقی اقدار کو متزلزل کر دیا۔ رہنماؤں نے اپنا مطلب نکالنے کے لئے کچھ ایسے ہتھکنڈے استعمال کئے ہیں جو ان کے لئے تو شاید سودمند ہوں لیکن قوم کی اجتماعی زندگی کے لئے زہر قاتل ہیں۔ اسلام کا نام لے کر وہ مذموم حرکات کی گئیں جن پر انسانیت نوحہ کناں ہے۔ شرافت سر پیٹتی ہے خدا کے نام پر وہ تمام حربے استعمال ہوئے جنہیں دیکھ کر شیطانی پیشانی بھی عرق آلود ہو جائے"۔ (آزاد ۲۳ مارچ ۱۹۵۱ء صفحہ ۵)

ان لوگوں نے احمدی امیدواروں کو ناکام بنانے کے لئے کس قسم کے حربے استعمال کئے اور مسلم عوام کو احمدیوں سے متنفر و بیزار کرنے کے لئے کیا کچھ کہا اور ان کے خلاف کس قسم کی بہتان طرازی و افترا پردازی کی۔ اس کی تفصیل تو اتنی مدت بعد مہیا ہونا مشکل ہے۔ مگر ان لوگوں نے مسلمان ووٹروں کو احمدی امیدواروں کو اسلام سے بیگانہ، غیر مسلم، کافر، زندیق اور مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ثابت کرنے کے لئے جو کچھ کہا سنا اس کا نمونہ احراریوں کے مندرجہ ذیل مضمون سے بآسانی معلوم ہو سکتا ہے۔ یہ مضمون بھی الیکشن کے دنوں ہی میں شائع کیا گیا تھا اور اس لئے شائع کیا گیا تھا کہ مسلمان عوام اسے پڑھ کر اور اس میں مرقوم باتوں پر آمنا و صدقنا کہہ کر احمدیوں کو غیر مسلم سمجھ لیں اور انہیں کونسل کی ان سیٹوں پر قابض نہ ہونے دیں جو صرف مسلمانوں کے لئے مخصوص ہیں۔

کذب و افترا پر مبنی احراری پروپیگنڈے کا ایک ادنیٰ نمونہ

مشہور احراری کارکن اور اخبار آزاد کے ایڈیٹر ڈاکٹر صابر ملتانی نے انہی دنوں

بعنوان "قادیانی اور الیکشن" ایک نہایت ہی گمراہ کن اور انتہائی زہریلا مضمون لکھا تھا۔ جس کا کچھ حصہ درج ذیل ہے۔ جو کچھ اس مضمون میں بیان کیا گیا ہے یہی کچھ احراری مولویوں اور ان کے رفقاء انتخابی احمدیوں کو اسلام سے بیگانہ بنا کر ان کے حق میں ووٹ دینے سے رد کتے رہے۔

"............ اوّل تو مرزائیوں کو شرم آنی چاہیئے تھی کہ انہوں نے مسلم لیگ سے ٹکٹ طلب کیوں کیا۔ جب کہ مسلم لیگ کے متعلق ان کی رائے یہ ہے کہ مسلم لیگ کی حکومت ہمارے مذہب کی حکومت نہیں (؟) پھر وہ پاکستان کے ہر مسلمان سے اپنے آپ کو جدا سمجھتے ہیں (؟)، اور ذیل کے حقائق سے بالکل انکار نہیں کر سکتے (؟)

(۱) مرزائیوں کا قرآن جدا ہے جس کا نام تذکرہ ہے (؟)

(۲) مرزائیوں کی حدیث جدا ہے۔ جس کو سیرۃ المہدی کہتے ہیں (؟)

(۳) ان کے مقامات مقدسہ قادیان اور ربوہ ہیں یہاں وہ ہر سال حج کرتے ہیں (؟)

(۴) ان کی نماز مسلمانوں سے علیحدہ ہے (؟)

(۵) وہ مسلمانوں کے جنازے میں۔ چاہے وہ ایک معصوم بچہ کا بھی کیوں نہ ہو شریک نہیں ہوتے۔ یہاں تک کہ بانیٔ پاکستان کے جنازے میں بھی شریک نہیں ہوئے۔

(۶) مرزائی ختم نبوت کے منکر ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے نبوت ختم نہیں ہوئی بلکہ جاری ہے۔

(۷) ان کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا باپ تھا (؟) اور وہ آسمان پر زندہ نہیں ہیں۔ بلکہ عام انسانوں کی طرح وفات پا گئے ہیں۔

(۸) مرزائی اہل بیت کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں (؟) کیونکہ ان کے کاذب نبی نے بھی ان کی شان میں بد الفاظ کہے ہیں (؟)

(۹) مرزائی پاکستان کے حامی نہیں ہیں۔ کیوں کہ ان کا عقیدہ ہے کہ ملک کے حصے بخرے نہ ہوں۔ اور پاک و بھارت جلد ایک ہو جائیں گے (؟)

(۱۰) مرزا قادیانی نے اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخیاں کی ہیں اور کہا ہے کہ میں نے اپنے آپ کو عین خدا دیکھا ہے۔ میں نے یقین کیا کہ میں واقعی خدا ہوں۔ پھر میں نے زمینوں اور آدم کو پیدا کیا (؟)

(۱۱) سرور دو عالم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بے حد دیدہ دلیری سے کام لیا ہے۔ میرا نام محمد رکھا گیا ہے۔ اور رسول بھی (؟)

(۱۲) مرزا قادیانی ہر غیر احمدی مرد اور عورت کو سؤر اور کتے کہہ کر پکارتا ہے (؟)

غرض یہ اور اس قسم کی سینکڑوں لغویات ہیں جو مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کی امت اسلام مسلمانوں اور پاکستان کے متعلق ارشاد فرماتے رہے ہیں حقیقت یہ ہے کہ مرزائی مسلمان نہیں ہیں۔ یہ تمام دنیائے اسلام کا فیصلہ ہے (؟)

.... اب مرزائی کا ایک ہی علاج ہے کہ وہ کوئی بھی الیکشن میں کامیاب نہ ہو سکے۔ تاکہ وہ جلدی ایک اقلیت قرار دے دئے جائیں۔"

(آزاد ۱۵ر فروری ۱۹۵۱ء صـ۳)

اس قسم کی اور بھی بہت سی باتیں دُہرائی گئیں۔ اور احمدیوں کو غیر مسلم قرار دے کر انہیں مسلمانوں کے ووٹ سے محروم کرنے کی سعی ناپاک کی گئی، چوں کہ یہ جانتے ہیں کہ "مسلم عوام ہمیشہ بے بنیاد باتوں سے دوسری قوموں کی نسبت زیادہ متاثر ہوتے ہیں"۔ (پاکستان اور اچھوت مصنفہ چوہدری افضل حق)

اس لئے انہوں نے عمداً اور جان بوجھ کر غلط اور بے بنیاد باتیں کر کے مسلم عوام کو احمدیوں کے خلاف متاثر کر لیا۔ اور مسلمان مخاطبین نے ان عمامہ اور جبّہ پوش واعظین کی ہر ایک بات کو بغیر تحقیق کئے صحیح اور درست سمجھ کر یہ باور کر لیا کہ چونکہ احمدی تذکرہ کو قرآن مانتے ہیں۔ سیرۃ المہدی کو حدیث قرار دیتے ہیں۔ اور مکہ مکرمہ کی بجائے قادیان اور ربوہ کا حج کرتے ہیں۔ ان کی نماز مسلمانوں کی نماز سے الگ ہے۔ یہ ختم نبوت کو نہیں مانتے۔ یہ مسیح کو بن باپ نہیں سمجھتے وغیرہ وغیرہ (حالانکہ یہ سب کی سب باتیں سر تا پا غلط اور محض افتراء پر مبنی تھیں) لہٰذا یہ مسلمان ہو ہی نہیں سکتے۔ اور جب مسلمان نہیں تو یہ مسلمان ووٹروں کے ووٹ کے مستحق بھی نہیں ہو سکتے۔ یہی دلیل تھی جو احراری مولویوں نے اپنی افتراء پردازی و تہمت طرازی کی بدولت ان کے ذہن نشین کر دی۔ اور اپنی اس قسم کی "حق گوئی" کو نمایاں کامیابی بتایا۔ اور یہ لکھ کر اظہار تفاخر بھی کیا کہ:۔

"جہاں جہاں احرار رہنماؤں نے حق کی آواز پہنچائی۔ وہیں مسلمانوں نے فیصلہ کیا کہ ہم کسی مرزائی کو ووٹ نہیں دیں گے"۔

(آزاد ۲۷ مارچ ۱۹۵۱ء صفحہ ۵)

نتیجہ یہ ہوا کہ جن حلقوں سے احمدی کونسل کی ممبری کے امیدوار کی حیثیت سے

مسلم لیگ کا ٹکٹ لے کر کھڑے ہوئے تھے، وہ کامیاب نہ ہو سکے۔ اور ان کی جگہ وہ غیر لیگی امیدوار کامیاب ہوئے جو مسلم لیگ کے مخالف اور حزب اختلاف کے حامی تھے۔ اور احرار کی "حق گوئی" کی بدولت کامیاب ہو کر اپوزیشن کی تقویت کا موجب بنے۔ مگر افسوس ہے کہ احرار کی اس کھلی کھلی متمردانہ

احرار نے صرف احمدی امیدواروں کی ہی نہیں غیر احمدی امیدواروں کی بھی مخالفت کی ہے۔

روش کو دیکھ کر بھی مسلم لیگی نوجوانوں کی آنکھیں نہ کھلیں۔ اور وہ ان لوگوں کو اپناتے رہے۔ حالاں کہ ان لوگوں نے الیکشن کے دنوں میں صرف احمدی امیدواروں کی ہی مخالفت نہیں کی بلکہ متعدد دوسرے حلقوں میں بھی ان امیدواران کونسل کی مخالفت میں نمایاں حصہ لیا۔ جو مسلم لیگ کے ٹکٹ پر امیدوار کی حیثیت سے الیکشن کے لئے کھڑے ہوئے تھے۔ اور یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں خود میاں ممتاز محمد خان دولتانہ نے بھی تحقیقاتی عدالت کے سامنے تسلیم کیا تھا کہ:۔

"اگرچہ انہوں (احراریوں) نے بعض لیگی امیدواروں کی حمایت کی لیکن انہوں نے ایسے لیگی امیدواروں کی بھی مخالفت کی جو احمدی نہیں تھے"۔

(ملت ۱۵ مئی ۱۹۵۴ء ص ۷)

احرار کی عہد شکنی اور مسلم لیگی امیدواروں کی اندھی مخالفت کا تفصیلی تذکرہ

یہ تو ہوا اجمال۔ اب قدرے تفصیل سے سن لیجئے۔ کہ انتخابات کے موقع پر احرار نے اپنے حتمی وعدے اور اعلانوں کو کس طرح پس پشت ڈال کر مسلم لیگی امیدواران کونسل کو ناکام بنانے کی تعجب خیز جرأت و جسارت

کی۔ اور ان کی اس وعدہ خلافی اور دیدہ دلیری پر مسلم لیگی اکابرین بھی لب بہ بند رہے۔ اور ملامت کے طور پر ایک لفظ تک منہ سے نہ نکال سکے۔ یہ کسی قدر تفصیل ارباب قیادت اور حامیان مسلم لیگ کو حقائق سے آگاہ کرنے کے لیئے ٹریکٹ کی صورت میں انہی دنوں شائع کر دی گئی تھی۔ مگر ہمیں دلی رنج کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ متعلقہ اصحاب نے ان ثابت شدہ اور روشن حقائق پر دھیان نہ دیتے ہوئے قائد اعظم۔ پاکستان۔ اور مسلم لیگ کے مسلّمہ دشمنوں کو سینے سے چمٹائے رکھا۔ اور آخرکار اس کا خمیازہ انہیں بھگتنا پڑا۔

متذکرہ بالا ٹریکٹ کا ایک حصّہ جو بعد میں الفضل میں بھی چھپ گیا تھا ہم ذیل میں درج کرتے ہیں :۔

اس بارہ میں گجرات (پنجاب)۔ کا اخبار پیام جو جماعت احمدّیہ کا اخبار نہیں تمام صوبہ کو یک جائی طور پر سامنے رکھتے ہوئے رقمطراز ہے :۔

"توقع کی جاسکتی تھی کہ اپنے اعلان کے مطابق مجلس احرار مسلم لیگ سے تعاون کرے گی لیکن لم تقولون مالا تفعلون کے عملی مفسروں نے وہی کیا جس کی اہل بصیرت ان سے توقع رکھتے تھے۔ مسلم لیگ کی حمایت کا اعلان کرنے کے باوجود انہوں نے صوبہ بھر میں مختلف بہانے تراش کر مسلم لیگی امیدواروں کی مخالفت کی"۔ (اخبار پیام گجرات۔ ۱۳ مارچ ۱۹۵۱ء صہ ۳)

اس معمولی تبصرہ کی تشریح کے لیئے جو صوبہ بھر سے تعلق رکھتا ہے مندرجہ ذیل ضلعوار مثالیں بطور نمونہ مشتے از خروارے ملاحظہ ہوں :۔

یہی اخبار لکھتا ہے۔ کہ :۔

در ضلع گجرات کے تمام حلقہ ہائے انتخاب میں جن کی تعداد ۱۳ ہے۔ مجلس احرار کا رویہ اعلانیہ مسلم لیگ کے خلاف رہا ہے۔ اور یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ مجلس احرار کے سالار صوبہ محمد سرور الا بلا استثنیٰ تمام احراریوں نے کھلم کھلا آزاد پاکستان پارٹی کے امیدواروں کی حمایت کی۔ آزاد پاکستان پارٹی کے امیدوار کا پولنگ ایجنٹ بھی یہی محمد سرور احراری تھا۔ اور شب و روز لیگ کی اعلانیہ مخالفت میں مشغول تھا۔

”آزاد پاکستان پارٹی زندہ باد۔“ ”مسلم لیگ مردہ باد“۔ اور ”مسلم لیگ گو“ ”توڑ دو“ وغیرہ کے شرمناک نعرے بازاروں اور سڑکوں پہ لگاتا پھرتا تھا“

(پیام گجرات ۲۰ مارچ ۵۱ء ص۳)۔

چنیوٹ کے حلقہ انتخاب میں ملک اللہ دتہ صاحب نائب صدر مجلس احرار نے برملا مسلم لیگ کے امیدوار سردار غلام عباس شاہ صاحب کی مخالفت کی اور جناح عوامی لیگ کے امیدوار سید الطاف حسین شاہ کے حق میں علانیہ پروپیگنڈہ کیا۔ چنانچہ اخبار المنیر چنیوٹ (جو احمدیوں کا اخبار نہیں) لکھتا ہے۔ کہ:۔

”چنیوٹ میں ایسی ہی ایک ہستی ملک اللہ دتہ صاحب ہیں۔ جو خیر سے ہر ایک کے سامنے اپنی وفاداری کا دم بھرتے ہیں۔ مگر کسی کے بھی وفادار نہیں۔ آپ کی تازہ خدمت قوم یہ ہے کہ آپ نے ایک طرف مجلس احرار کی صدارت پہ ہاتھ صاف کئے ہیں۔ تو دوسری طرف جناح عوامی لیگ کے نائب صدر بھی بن بیٹھے ہیں“

(اخبار المنیر چنیوٹ ۱/۵ مئی ۵۱ء)

اسی طرح حلقہ چنیوٹ کے دوسرے احراری کارکن بھی برملا طور پر مسلم لیگی

امیدواروں کی مخالفت کرتے رہے ہیں۔

(۳) ضلع منٹگمری میں مسٹر محبوب جیلانی صاحب ایڈووکیٹ سیکرٹری مسلم لیگ منٹگمری کے مقامی حلقہ سے امیدوار تھے۔ مگر احرار نے ان کی مخالفت کی۔ اور نہایت سختی کے ساتھ کی۔ چنانچہ ان کی اپنی تحریر موجود ہے۔ جو اس پر شاہد ہے کہ احرار۔ ان کی مخالفت میں اعلانیہ کام کرتے رہے۔

اسی طرح اوکاڑہ ضلع منٹگمری میں جہاں غلام محمد مسلم لیگی لیڈر تھے۔ احرار نے ان کی سخت مخالفت کی۔ اور ان کے خلاف پوسٹر شائع کئے۔

(۴) حلقہ جام پور ضلع ڈیرہ غازی خاں میں احرار نے متفقہ طور پر مسلم لیگی امیدوار محمد خاں صاحب کی مخالفت کی۔ اور اسلامی جماعت کے امیدوار مرزا ایار محمد صاحب کے مددگار بنے۔ اسی طرح حلقہ راجن پور ڈیرہ غازی خاں میں احرار نے مسلم لیگی امیدوار سردار بہادر خاں دریشک کی مخالفت میں کھڑے ہوکر دوسرے امیدوار کی مدد کی۔ لیکن ہر دو جگہ مسلم لیگی امیدوار کامیاب رہے۔ اسی ضلع کے حلقہ تونسہ میں بھی مسلم لیگی امیدوار سردار امیر محمد خاں صاحب کی مخالفت کی اور جناح عوامی لیگ کے امیدوار خواجہ سعید الدین صاحب کی امداد کی۔ ضلع سیالکوٹ کے تھانہ پھلورہ اور حلقہ نارووال میں دو احراری امیدوار اسلم حیات اور مولوی منظور احمد صاحب اسلامی جماعت کے ٹکٹ کی آڑ لے کر کھڑے ہوئے مگر دونوں ہی ناکام رہے۔ اس ضلع کے کسی حلقہ میں مجلس احرار نے کسی جگہ امیدوار کی امداد نہیں کی۔

(۶) ضلع میانوالی کے حلقہ کالاباغ میں احرار کے مقامی ہاشمی غلام محمد

صاحب مسلم لیگی۔ ملک امیر محمد خاں صاحب کی مخالفت میں کمیونسٹ پارٹی کا سہارا لے کر کھڑے ہوئے۔ مگر کامیابی نصیب نہ ہوئی۔

(۷) ملتان میں احرار نے اپنے نمائندہ خان مظہر نواز خاں صاحب کو کھڑا کیا۔ مگر کمال ہوشیاری سے انہیں مجلس احرار سے استعفیٰ دلا دیا۔ تاکہ وہ آزاد امیدوار کی حیثیت میں زیادہ ووٹ حاصل کر سکیں۔ اور جب یہ وقت گذر گیا تو مجلس احرار پھر قائم کر دی گئی۔

(۸) حلقہ رجوعہ ضلع جھنگ میں مسلم لیگی امیدوار سید غلام محمد شاہ صاحب کے مقابل پر احرار نے آزاد امیدوار کی آڑ میں اپنے نمائندہ مولوی محمد ذاکر صاحب کو کھڑا کیا۔ اسی اس ضلع کے حلقہ رتہ مٹہ میں ایک دوسرے احراری مولوی غلام حسین صاحب کو میجر مبارک علی شاہ مسلم لیگی امیدوار کے مقابلہ پر آزاد حیثیت میں کھڑا کیا۔ اور مسلم لیگی امیدوار کی مخالفت کی۔ اسی طرح حلقہ جھنگ شہر میں احرار نے مسلم لیگی امیدوار شیخ محمد سعید صاحب کی علانیہ مخالفت کرتے ہوئے ان کے حریف ظہیر الدین صاحب نمائندہ آزاد پاکستان پارٹی کی امداد کی۔

اسی طرح حلقہ چنیوٹ ضلع جھنگ میں تمام احراری کارکنوں نے مسلم لیگی امیدوار سردار عباس کی سخت مخالفت کی اگر ضرورت سمجھی جاوے تو ان اصحاب سے (جو جماعت احمدیہ میں شامل نہیں ہیں) اس بارہ میں حلفیہ شہادت لی جا سکتی ہے۔ اور یہ بھی پوچھا جا سکتا ہے کہ اس کے مقابلہ پر جماعت احمدیہ کا رویہ کیا رہا ہے۔ اوپر کے کوائف سے جو صرف مثال کے طور پر درج کئے گئے ہیں (ورنہ سارا صوبہ ان واقعات سے بھرا پڑا ہے) ظاہر ہے کہ اپنے تمام اعلانوں اور وعدوں کو فراموش

کرتے ہوئے گذشتہ الیکشن میں احرار نے صوبے بھر میں مسلم لیگی امیدواروں کی مخالفت کی اور متعدد جگہ آزاد امیدواروں کی آڑ لے کر اپنے نمائندے بھی کھڑے کئے۔ اور اس کارروائی میں احمدی اور غیر احمدی میں خاص فرق ملحوظ نہیں رکھا۔ سوائے اس کے کہ احمدی امیدواروں کی مخالفت زیادہ زور شور کے ساتھ اور زیادہ عریاں ہو کر کی گئی۔ الخ

(الفضل ۲۳ مئی ۱۹۵۱ء)

باوجود اس کھلی کھلی عذاری۔ تمرد۔ سرکشی اور بدعہدی کے اپنی غدارانہ روش اور منافقانہ پالیسی پر پردہ ڈالنے کے لئے انہوں نے یوم تشکر کا ڈھونگ رچایا اور یہ ظاہر کرنا چاہا کہ چونکہ الیکشن میں جس قدر بھی امیدوار جماعت احمدیہ نے اپنی طرف سے کھڑے کئے تھے وہ سب کے سب ناکام ہوئے ''اور'' بالآخر ایمان کی فتح ہوئی۔ اور کفر کو شکست فاش (اس لئے) آج احرار یوم تشکر منا رہے ہیں''

(آزاد کا تشکر نمبر ۳۰ اپریل ۵۱ء ص ۷)

احرار نے بدعہدی کے باوجود یوم تشکر منایا

باوجود اس کھلی کھلی غداری۔ تمرد اور سرکشی و بدعہدی کے اپنی غدارانہ روش اور منافقانہ پالیسی پر پردہ ڈالنے کے لئے انہوں نے یوم تشکر کا ڈھونگ رچایا۔ اور یہ ظاہر کرنا چاہا کہ چوں کہ الیکشن میں جماعت احمدیہ نے جس قدر بھی اپنی طرف سے امیدوار کھڑے کئے تھے وہ سب کے سب ناکام ہوئے اور بالآخر ایمان کی فتح ہوئی اور کفر کو شکست ہوئی۔ اس لئے آج احرار یوم تشکر منا رہے ہیں۔ اگر اس جگہ ایمان سے

اگر یہ شکست تھی تو احمدیوں کی نہیں مسلم لیگ کی تھی

مراد احرار اور کفر سے احمدیت مراد ہے اور بقول احرار یہ شکست احمدیت کو ہوئی

تو یہ سر تا پا غلط اور بالبداہت باطل ہے کیونکہ اس موقع پر جماعت احمدیہ نے کوئی ایک فرد بھی اپنی طرف سے کونسل کی ممبری کے امیدوار کی حیثیت سے کھڑا نہیں کیا تھا۔ اور نہ اس کے لئے کوئی تگ و دو کی۔ اس موقع پر اگر کوئی احمدی کھڑا ہوا تو اپنی ذاتی حیثیت میں۔ اور وہ بھی مسلم لیگ کی طرف سے۔ اور اس کا ٹکٹ حاصل کر کے۔ پس اگر ان کی ناکامی کو شکست کہا جائے تو یہ احمدیت کی شکست نہیں بلکہ مسلم لیگ کی شکست سمجھنی چاہیئے۔ کیونکہ جو دو امیدوار ناکام ہوئے وہ مسلم لیگ کا ٹکٹ لے کر اور اسی کی طرف سے کھڑے ہوئے تھے۔ اور ان کی ناکامی مسلم لیگ کی ناکامی تھی۔ نہ کہ احمدیت کی؟ اور اس جگہ احرار کا مسلم لیگ کے دو نامزد امیدواروں کی ناکامی کو احمدیت کی شکست قرار دینا اور اسے کفر کی شکست فاش بتانا لوگوں کو مغالطہ میں ڈالنا ہی نہیں بلکہ انہیں بے وقوف بنانا بھی ہے۔ اور ہمیں رہ رہ کر تعجب آتا ہے کہ احرار کی اس نہایت قابل شرم مزدورانہ کارروائیوں کی اصل حقیقت کو نہ سمجھتے

یوم تشکر میں بعض مسلم لیگیوں کی شمولیت

ہوئے بعض مسلم لیگی عوام اور خواص نے ان کے اس یوم تشکر کے ڈھونگ میں شرکت کر کے اپنے بھولے پن اور سادہ لوحی کا ثبوت کیوں دیا؟ اس میں شک نہیں کہ ان کی اس گہری چال کو نہ سمجھنے والے مسلم لیگی تعداد میں زیادہ نہ تھے۔ مگر تاہم ایسے کافی لوگ تھے جو ان کے بھترے میں آکر ان کے ڈھونگ میں شریک ہوئے۔ اور ان کی ہمنوائی کی۔ یہ درست ہے کہ یہ شریک ہونے والے اکثر و بیشتر وہی تھے جو احراریوں نے بطور ففتھ کالم مسلم لیگ میں اپنے خیالات و افکار پھیلانے اور اسے اپنے رنگ میں رنگین کرنے کے لئے داخل کر رکھے تھے۔ جو بظاہر مسلم لیگی کہلاتے

تھے۔ لیکن در پردہ کٹر قسم کے احراری تھے۔ مگر تو بھی بظاہر بعض مسلم لیگی ایم۔ ایل۔ اے اور دوسرے عہدہ داران کا احرار کا یوم تشکر منانے میں اور اس میں سرگرمی سے حصہ لینے سے احرار کو پبلک میں یہ بات کہنے کا موقع مل گیا کہ یوم تشکر منانے میں احرار کے علاوہ مسلم لیگ نے بھی سرگرمی سے حصہ لیا۔ اور اپنی شرکت سے ثابت کر دیا ہے کہ وہ بھی احرار کے ہمنوا ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اصلیت سے بے خبر عوام نے احراریوں کے پروپیگنڈے سے یہ تاثر ضرور لیا کہ احرار کو مسلم لیگ کا تعاون حاصل ہے۔

معتوب سے محبوب

اس الیکشن کی بدولت احرار نے اپنی الگ جتھہ بندی کو ازسرنو منظم کر لیا۔

اس الیکشن اور یوم تشکر کی گہما گہمی کی بدولت احرار کو یہ موقع بھی مل گیا۔ کہ جہاں وہ ملک میں جابجا جلسے کر کے۔ دھاندلی مچا کر احرار لگے بادوں کی مغالطہ دہ تقریریں کر وا کر اور نمائشی جلسے اور جلوس نکلوا کر اور ہاؤ ہو اور شور و غوغا مچا کر عوام و خواص کے دلوں سے اس اثر کو زائل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ جو الیکشن کے دنوں میں ان سے ہمتی وعدوں اور حلفیہ قول و قرار اور عہد وفاداری کے خلاف ظہور میں آیا تھا۔ وہاں وہ اپنی رضا کارانہ تنظیم اور الگ جتھہ بندی اور متوازی نظام کو (جو مجددیت گورنمنٹ کے دباؤ کے باعث ہمیشہ کے لئے توڑ دیا گیا تھا) مضبوط و مستحکم بنانے میں کامیاب و کامران ہو گئے۔ یہی نہیں بلکہ ان لوگوں نے مسلم لیگی نوجوانوں پر ایسے ڈورے ڈالے اور اپنی الیکشن خدمات کو احسان کے رنگ میں ظاہر کرتے ہوئے اپنی چرب زبانی اور لچھے دار تقریروں سے انہیں ایسا مسحور کیا کہ وہ احرار جو کبھی اپنی قوم دشمنی اور ملت کش سرگرمیوں کی بدولت مسلم عوام اور خواص کی نگاہوں میں بقول خود مشکوک، مشتبہ، غدار، مبغوض، مطرود، مردود، معتوب اور رسوا اور قابل نفرت و حقارت ہو چکے تھے۔ اور جنہیں مجددیت گورنمنٹ کی طرف سے قدم قدم پر روکا۔ ٹوکا، ڈانٹا اور ڈپٹا جاتا تھا۔ اور بار بار تنبیہیں ہوتی تھیں،

ان کے سرغنوں کو سیفٹی ایکٹ کے ماتحت گرفتار کر کے محبوس و مقید کیا جاتا تھا۔ اور ان پر پابندیاں لگائی جاتی تھیں۔ اور یہ خود بھی خوف کے مارے ملک کے مختلف حصوں میں سہمے اور دبکے بیٹھے تھے۔ اور جنہیں پبلک میں آنے اور اسے مخاطب کرنے کی جرأت تک نہ ہوتی تھی۔ ہاں اب اسی گورنمنٹ پاکستان کے "مغضوب و مطرود" ٹولے کو الیکشن کے معاً بعد نہ صرف گلے لگایا گیا۔ بلکہ غدار کی بجائے وفادار سمجھا گیا۔ اور پھر بس نہیں ہوئی بلکہ یہ معتوب سے محبوب بھی بن گئے۔ اور یہ اس پر اتنے اترائے کہ اپنے آپ کو ملک کا مالک بھی سمجھنے لگ گئے۔ اور بغیر کسی لومۃ لائم کے انہوں نے برملا اعلان بھی کر دیا کہ یہ ملک ہمارا ہے اور ہم اس کے نفع و ضرر کے متعلق مالکانہ انداز میں سوچیں گے۔

> **اس کایا پلٹ کی وجہ سے تو یہ اپنے آپ کو ملک کا مالک ہی سمجھنے لگ پڑے ہے۔**

یہ جو کچھ بھی ہم نے عرض کیا ہے۔ یہ ہمارا ظن اور قیاس نہیں۔ بلکہ حقیقت اور امر واقع ہے۔ جس کی تائید خود احراریوں کے قلم اور زبان سے بھی ہو سکتی ہے۔ جس کے لئے ملاحظہ ہوں ان کی خود نوشتہ تحریروں کے مندرجہ ذیل اقتباسات:۔

ماسٹر تاج الدین انصاری نے رضاکاروں کے ایک اجلاس میں جو یوم تشکر کے موقعہ پر منعقد ہوا، یہ کہا تھا۔

"بہادر ساتھیو! آج وقت کی رفتار نے تمہیں ایک ذمہ وار موڑ پر لا کھڑا کیا ہے۔ ہم نے یہ منزل بے حد قربانیوں کے بعد حاصل کی ہے۔ پاکستان کی تشکیل کے بعد کا زمانہ یاد کرو۔ ہمارا جینا مشکل تھا۔ ہمیں غدار کے نام سے

پکارا جاتا تھا........

حالات کا جائزہ لیتے ہوئے ہم نے ایک فیصلہ کیا جو آپ کے دماغوں سے ٹکراتا تھا۔ آپ ناراض بھی ہوئے۔ کیوں کہ یہ فیصلہ آپ کی روایات کے خلاف تھا۔ اور قلب وجگر پر شاق گذرتا تھا۔ لیکن پاکستان کے واقعات اس فیصلہ کے متمنی تھے۔ اور الحمدللہ کہ بعد کے آنے والے حالات اور ان کی کروٹ نے آپ کے رہنماؤں کے اس فیصلہ کی تائید کی۔ آپ نے تبلیغ کا بیڑا اٹھایا تھا۔ اور خدا کے فضل وکرم سے آپ کو سرفرازی نصیب ہوئی "۔

(آزاد ۵ رجون ۱۹۵۱ء صفحہ ۱۵)

" پاکستان کی تشکیل کے بعد .... مسلمان حکمران آپ کو شک کی نگاہوں سے دیکھتے تھے۔ آپ کے ایک ساتھی کو سیالکوٹ میں رسوا بھی کیا...... آپ کے رہنماؤں نے آپ کی رضا کارانہ تنظیم کو عارضی طور پر ختم کرنے کا فیصلہ کیا۔ (؟) یہ فیصلہ آپ کے دل ودماغ میں زہر آلود تیر بنکر اُترا۔ آپ نے اسے اپنی موت سے تعبیر کیا۔ ہمارے ساتھی جو آتنا عرصہ محض اس وجہ سے ناراض رہے کہ راہنماؤں نے ان کی انقلابی قوتوں کو محبوس کر دیا ہے........ آج خدا نے دو سال بعد..... آپ کو مسرت اور خوشی کا موقع دیا ہے۔ آپ اپنی جماعتی وردی میں ملبوس ہو کر دنیا کو دکھا دیں۔ کہ آپ زندہ ہیں۔ اور پوری قوت کے ساتھ زندہ ہیں "۔

(آزاد ۲ر اپریل ۱۹۵۱ء)

چنانچہ انہوں نے اپنی قوت اور زندگی کا ثبوت دینے اور اپنی عسکری قوت کا مظاہرہ کرنے کے لئے یوم تشکر کے موقعہ پر نہ صرف لاہور بلکہ دوسرے کئی

شہروں میں بھی اپنے رضاکارانہ نظام کی قائمی و بحالی کی زور دار نمائش کی اور ان نمائشی مظاہروں کے موقع پر یہ لوگ گورنمنٹ سے بھی اس امر کے لئے ملتجی ہوئے کہ وہ انہیں اسلحہ مہیا کرے تاکہ "یہ مرزائی جو پاکستان کے دشمن ہیں" ان کا مقابلہ کیا جا سکے جیسا کہ ان کی بعض تقریروں کے مندرجہ ذیل اقتباسات سے ظاہر ہے

مدیر اخبار آزاد نے جہلم میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ ہم حکومت کو بتانا چاہتے ہیں کہ مرزائی پاکستان کے دشمن ہیں۔ اور پوری طرح مسلح ہیں (؟) اور موقعہ ملنے پر وہ انقلاب لانے سے دریغ نہیں کریں گے (؟) اس لئے ہمیں اسلحہ دیا جائے۔ کہ ایسے موقعہ پر ملک کی حفاظت کا انتظام احرار رضاکار کر سکیں۔

(چہ خوش! لیگی رضاکار کیوں نہ؟) (آزاد ۲۵ رمئی ۱۹۵۱ء صفحہ ۵)

الف" راولپنڈی میں تقریر کرتے ہوئے " ایڈیٹر آزاد نے اپنی ولولہ انگیز تقریر میں یوم تشکر کے پس منظر پر روشنی ڈالتے ہوئے مرزائیوں کی اسلام اور پاکستان دشمن سرگرمیوں، سازشوں اور ریشہ دوانیوں کا پوسٹ مارٹم کیا اور احباب سے اپیل کی کہ آپ زیادہ سے زیادہ تعداد میں اس قومی تقریب میں شامل ہو کر اسے کامیاب بنائیں۔ کیوں کہ اس دن کی کامیابی مرزائی تابوت میں آخری کیل ثابت ہوگی۔ اور صدر مرکزیہ کے الفاظ میں یہ متعفن لاش چناب کی لہروں کے سپرد کر دی جائے گی ....

سالار اعلیٰ نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے "مرزائیوں کی منظم سازش کا جواب صرف ایک ہی ہو سکتا ہے، کہ آپ از سر نو تنظیم کریں۔ ہماری یہ تنظیم اور سرخ وردیاں صرف مرزائیوں کی ریشہ دوانیوں کے جواب ہیں۔ آج مرزائی اسلامی دنیا کو ختم کرنے کے درپے ہیں۔ (؟)، حکومت

اور مسلم لیگ کے تعاون کے ساتھ اس فتنہ کو ختم کریں گے۔ اور ہمیں کامل امید ہے کہ حکومت اس سلسلہ میں ہماری ضرور مدد کرے گی ۔۔۔۔۔۔ یہ ہماری خوش بختی ہے کہ راولپنڈی جیسے اہم مرکز میں ہماری مضبوط تنظیم ہو چکی ہے اگر آپ نے تھوڑی ہمت اور کوشش سے کام لیا تو انشاء اللہ بہت جلد آپ کا وہ کام پورا ہو جائے گا جسے تیس سال سے آپ نے اپنے ذمہ لیا ہے۔

(آزاد ۲۵ مئی ۱۹۵۱ء صفحہ ۵)

احرار کو مسلم لیگی نوجوانوں سے ملی بھگت کرنے اور ان کی الیکشن خدمات بجا لانے کے عوض جس رنگ میں سرفرازی و کامیابی نصیب ہوئی اور از سرِ نو بااثر رفقا کاروں کی جمعیت قائم کرنے اور ان کے بل بوتے پر اٹھ اٹھنے اور دوسروں پر رعب جمانے اور مخالفین کو تباہ و برباد کرنے کی سکیم کو کامیاب بنانے کا موقعہ میسر آیا۔ وہ ان حوالوں سے ظاہر اور عیاں ہے۔ اب یہ دیکھئے کہ ان مبغوض اور مطرود ٹولی کو نئے برسر اقتدار آنے والے مسلم لیگی نوجوانوں نے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کس طرح گلے لگایا اور ان کا حوصلہ بڑھا کر انہیں اس لائق بنا دیا کہ پوری قوت اور آزادی سے اپنے مخالفوں کے خلاف جارحانہ رویہ اختیار کر کے ملک کا خرمن امن و امان برباد کرنے میں کوشاں ہوں۔

احرار کو گلے لگایا گیا الیکشن میں کامیاب ہو جانے کے بعد جب میاں ممتاز محمد خاں دولتانہ برسر اقتدار آئے۔ اور پنجاب کی وزارت اعلیٰ پر فائز ہوئے تو اس کے معاً بعد انجمن حمایت اسلام کے سالانہ اجتماع کے ایک اجلاس

کی صدارت انہوں نے بھی کی اور جس اجلاس میں یہ صدر تھے۔ اس میں سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی بھی تقریر رکھی گئی۔ آزاد کے نامہ نگار کی رپورٹ بتاتی ہے۔ کہ

"غالباً یہ پہلا موقعہ ہے کہ حضرت امیر شریعت ایک صوبائی وزیر اعلیٰ کی صدارت میں تقریر فرما رہے ہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ½ ۱۰ بجے کے قریب حبیب اللہ کے اس بیباک شیر نے پنڈال میں قدم رکھا تو فضا نعرہائے تکبیر سے گونج اٹھی۔ جب حضرت شاہ صاحب سٹیج پر پہنچے تو وزیر اعلیٰ میاں ممتاز محمد خاں دولتانہ نے اٹھ کر سلام علیکم کی۔ اور شاہ جی کے ہونٹوں پر ایک مسکراہٹ پھیل گئی۔ خطبہ مسنونہ کے بعد فرمایا کہ مجھے آج سے پہلے یہ سعادت نصیب نہیں ہوئی کہ اس انجمن کے کسی جلسے میں تقریر کروں۔ یہ تو مسلم لیگ کا صدقہ ہے کہ آج ملی ادارہ کے پلیٹ فارم پر کھڑا ہوں۔ ورنہ تم کہاں اور ہم کہاں۔ کیوں نہ ہو شریف بہادروں کا کام ہے۔ کہ شکست قبول کرنے والے کو گلے لگائے۔ اختلاف دلوں کا نہیں دماغوں کا تھا۔ ہم نے عقل و فکر کی روشنی میں الگ الگ راستہ تجویز کیا۔ قوم نے ایک قبول کیا۔ دوسرا مسترد کر دیا۔ اور جس کو رد کیا۔ اس کو گلے لگایا۔ کہ شریفوں کا یہی کام ہے۔ خدا کرے بہادر کمینہ نہ ہو۔ اور خدا کرے کمینہ بہادر نہ ہو"

(آزاد ۱۳ اپریل ۱۹۵۱ء صہ ۱۲)

انہیں صرف گلے نہیں لگایا بلکہ یہ "غدار وفادار" بھی کہلائے گئے۔ جیسا کہ:۔

ایڈیٹر آزاد نے لکھا تھا۔ کہ

"اب مصیبت و ادبار کے بادل چھٹ گئے، وہی حکومت جو پہلے آپ کو شک کی نگاہوں سے دیکھا کرتی تھی۔ اب یہ سمجھ چکی ہے کہ احرار ملک و ملت کے وفادار

ہیں۔ ان کا ہر قدم ملک کے دفاع اور اسلام کی سربلندی کے لیئے اٹھتا ہے۔ اس لئے اب وقت ہے۔ کہ دنیائے اسلام کے ہمہ گیر مسئلہ کی افہام و تفہیم کے لیئے آپ منظم طریق پر کوشش کریں۔ تاکہ جلد از جلد فتنۂ مرزائیت کو کچلا جا سکے"۔

(آزاد ۱۳ اپریل ۵۱ء، صٓ)

یہی نہیں کہ یہ غدار سے وفادار سمجھ لیئے گئے۔ بلکہ یہ اپنی مخفی اور اعلانیہ ریشہ دوانیوں، جوڑ توڑ اور رمزورانہ کارروائیوں کی بدولت معتوب سے محبوب بھی بن گئے۔ جس کے متعلق انہی کے ایک رفیق اور یار غار علامہ کی تقریر کا مندرجہ ذیل اقتباس پڑھیے۔

علامہ علاؤ الدین صدیقی نے احرار کے ایک جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ

"میں برابر اعلان کرتا رہا کہ سر ظفر اللہ بحیثیت وزیر پاکستان کے لئے نقصان دہ ثابت ہوگا مگر میری بات پر ناک بھوں چڑھائی گئی۔ غم و غصہ کا اظہار کیا گیا۔ سب کچھ ہوا لیکن میں نے کوئی پرواہ نہیں کی۔ اس وقت ہمارے احرار دوست کچھ روٹھے ہوئے تھے۔ (یہاں پر قاضی صاحب (احسان احمد شجاع آبادی (ناقل) نے لقمہ دیا۔ کہ نہیں ہم معتوب تھے) اچھا یوں سہی معتوب تھے لیکن معتوب کیوں تھے۔ اس لیئے کہ وہ ایک ایسی بات پر ڈٹے رہے۔ جسے وہ حق سمجھتے تھے...... ہاں تو اس وقت میں یہ سمجھا کہ یوں ایک کمزور آواز کہاں تک سود مند ہو سکتی ہے۔ طوطی کی آواز نقار خانے میں کون سنتا ہے۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ میرا خیال غلط ثابت ہوا۔ اور کل کی معتوب اور آج کی محبوب جماعت اس سٹیج پر آ گئی۔ جہاں پر میری کمزور آواز تھی"۔

(آزاد ۵ جون ۵۱ء صٓ ۱۲۱۱)

جب معتوب سے محبوب بن گئے تب اپنے آپ کو حکومت کا شریک کار، ساتھی اور ملک کا مالک سمجھنے میں کون سی روک تھی۔ چنانچہ یہ اپنے آپ کو ملکی معاملات کے متعلق مالکانہ انداز میں سوچنے والا ظاہر کئے بغیر نہ رہ سکے۔ جیسا کہ ایڈیٹر آزاد نے لکھا تھا کہ

"ہم نے ایک بار جب طے کر لیا کہ ہم مسلم لیگ کے ساتھ ہیں۔ اس لئے ہم حکومت کے ساتھی ہیں۔ اب ہم بالکل مالکانہ انداز میں سوچتے ہیں۔ کہ ملک کیونکر ترقی کر سکتا ہے۔ ترقی کی راہ میں کہاں کہاں روڑے اٹکے ہیں۔ غداروں نے کس قسم کی الجھنیں پیدا کر رکھی ہیں۔ ہمیں مسلم لیگ اور حکومت کا بہرحال ہاتھ بٹانا ہے۔ اس راہ کے کانٹے ہمیں پلکوں سے چننا ہیں۔ مجلس احرار کا یہ اٹل فیصلہ ہے۔ کہ جس میں کوئی لچک نہیں۔"

(آزاد ۳۰ر اپریل ۱۹۵۱ء صفحہ ۳)

مسلم لیگی نوجوانوں کی انتخابی خدمات بجالانے کے بعد جب احرار کو سرور و سرفرازی نصیب ہو گئی ان کی تنظیم اور جتھہ بندی پر کوئی پابندی نہ رہی۔ انہوں نے اپنا نظام از سر نو بحال کر لیا۔ اور مشکوک و مشتبہ ہونے کی بجائے معتبر و معتمد قرار پائے۔ غدار کی جگہ وفادار اور معتوب کی بجائے محبوب بن گئے۔ اور حکومت کے شریک کار اور ساتھی بن کر مالکانہ انداز میں سوچنے والے کی پوزیشن بھی حاصل کر لی تو ایسی حالت میں ان کے لئے دل کے ارمان نکالنے میں کون سی روک باقی تھی؟

"جب سیاں بھئے کوتوال ڈر کاہے کا"

فہرست

صفحہ

۱۔ مطالبہ پاکستان اور (سابق) مجلس احرار اسلام

۲۔ تقسیم ملک کے وقت احرار کی پراسرار خاموشی —— ۲۴

۳۔ پاکستان میں زعمائے احرار کا داخلہ —— 29

۴۔ مملکت پاکستان کے خلاف ریشہ دوانیاں —— ۳۲

۵۔ "ردِ مرزائیت" کی آڑ میں پاکستان کے خلاف منظم تحریک —— ۵۴

۶۔ پاکستانی پریس کا صدائے احتجاج —— ۸۸

۷۔ رسالہ "شہاب" کی اشاعت اور اس کے نتائج —— 106

۸۔ میدان انتخاب میں مسلم لیگ سے عہد شکنی اور یوم تشکر —— ۱۴۵

۹۔ معتوب سے محبوب —— 162

(پنجاب الیکٹرک پریس لائل پور)